اللہ جل شانہ

مشتاق احمد قریشی

اسلامی کتب خانہ

Marfat.com

Marfat.com

ذاتِ الٰہی خود اپنے کلام کے آئینے میں......!

ذاتِ باری تعالیٰ جو خالق و مالکِ کائنات ہے

جس کے حکم کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا

وہ کون ہے؟ وہ کیا ہے؟ وہ کیسا ہے؟ وہ کہاں رہتا ہے؟

قرآن اور احکامِ قرآن کی روشنی میں

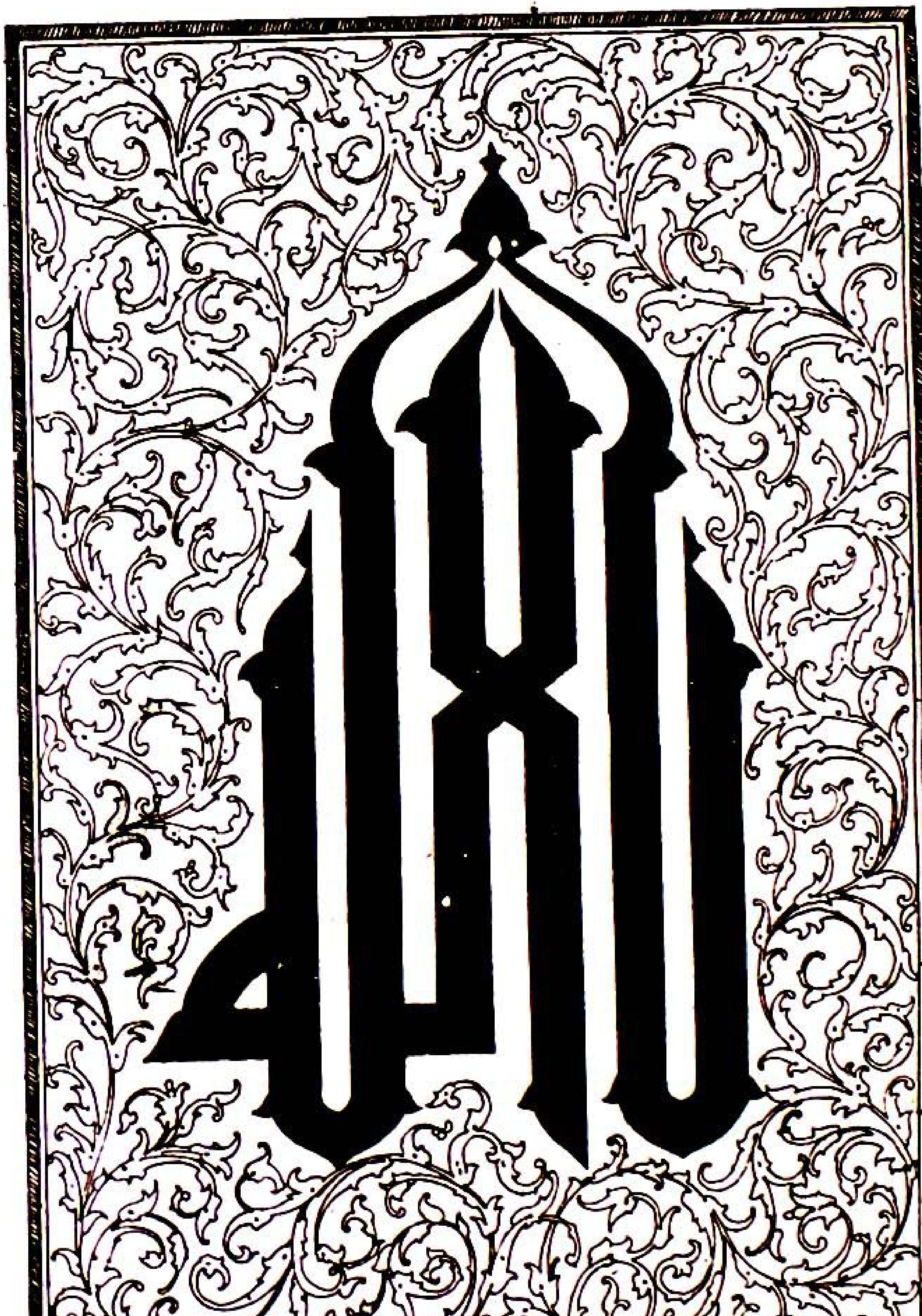

مؤلف: مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

111764

جملہ حقوق محفوظ ہیں

موضوع......اللہ جلِ شانہٗ

مولف......مشتاق احمد قریشی

کمپوزنگ......طاہر احمد قریشی

ناشر......اسلامی کتب خانہ

طابع......ممتاز احمد

سن اشاعت......2010ء

پرنٹر......رضوان نیاز پرنٹرز

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر
رئیس جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

محترم جناب مشتاق احمد قریشی صاحب جو ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے دوست اور حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کے قدردان اور روزنامہ جنگ کراچی کے کالم نویس ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ ذوق سلیم عطا کیا ہے کہ وہ جہاں اپنے کالموں کے ذریعے ارباب اقتدار اور کار پردازان حکومت کو مملکت خداداد پاکستان کی اصلاح احوال کی طرف متوجہ اور قوم کی ترجمانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں، وہاں امت مسلمہ کی دینی راہنمائی اور انہیں قرآن کریم سے وابستہ کرنے کی اپنی سی کوششیں بھی فرماتے رہتے ہیں۔

یہ کتاب جس کا عنوان ''اللہ جل شانہ'' ہے۔ یہ موصوف کی قرآنیات کے سلسلے میں سترہویں (۱۷) تالیف ہے، جس میں مختلف عنوانات لگا کر اللہ کی ذات اور اللہ کی صفات کو قرآن کریم سے واضح اور اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ کیوں کہ عصری تعلیم کے دل دادہ اور سائنسی ترقی کی چمک سے چندھیائے ہوئے لوگ اللہ کی صفت خالقیت، مالکیت اور رزاقیت سے ناآشنا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں۔ (نعوذ باللہ)

ہمارے مسلمان نوجوان جو جدید تعلیم سے تو آراستہ نظر آتے ہیں، لیکن ایسے بے دین لوگوں سے متاثر ہو کر اپنے دینی معتقدات کے بارے میں جھنجلاہٹ اور بے یقینی و بے اعتمادی کا شکار ہیں، انہیں لوگوں کے لیے یہ کتاب عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں اور مؤلف کے لیے اسے ان کی حسنات میں اضافہ کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(مفتی) خالد محمود
نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ

اللہ جل شانہ

یہ خاکی زمین یہ نیلگوں آسمان، آسمان پر چمکتے ہوئے یہ ستارے اور کہکشاں، یہ آفتاب و ماہتاب اور ان کی ضیاء پاشیاں، یہ ہوا، یہ گرجتے برستے بادل اور کڑکتی چمکتی بجلیاں، زمین پہ یہ مضبوط پہاڑ اور ان کی بلند و بالا چوٹیاں، یہ نالے، بہتی نہریں اور ندیاں یہ دریا یہ سمندر ان میں رواں دواں جہاز اور کشتیاں، یہ لہلہاتے کھیت اور سرسبز وادیاں، یہ انسان اور اس کی جولانیاں غرضیکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ، اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے موجود ایک ایک چیز اور خود حضرت انسان کا اپنا وجود چیخ چیخ کر پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ یہ پورا نظام خود بخود وجود میں نہیں آیا، نہ اس کا وجود کوئی حادثہ یا اتفاق ہے بلکہ اس کا بنانے والا ضرور کوئی ہے۔

جب ہم کسی جنگل اور صحرا میں ایک خوبصورت عمارت دیکھیں اور دور دور تک کسی انسان کا کسی بھی جاندار کا وجود نہ ہو، کوئی سلیقے قرینے سے سجا خوبصورت باغ دیکھیں اور اس باغ کی رکھوالی کرنے والا کوئی نظر نہ آئے لیکن اس کے باوجود دیکھتے ہی یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ یہ بنگلہ یہ باغ خود بخود وجود میں نہیں آیا بلکہ ان کا بنانے والا کوئی منصوبہ ساز ضرور ہے، اس باغ کا کوئی مالی ضرور ہے۔ جب یہ باغ اور خوبصورت عمارت اپنے بنانے والے کا پتا دیتی ہے تو یہ زمین و آسمان اور ان کے درمیان ہر طرف انتہائی عمدہ خاکے اور تخلیقی شاہکار بکھرے ہوئے

Marfat.com

ہیں تو اپنے خالق کا پتا کیوں نہیں دیں گے ان تمام مظاہر قدرت کو دیکھ کر بے ساختہ انسان کا دل پکار اٹھتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین (بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو تمام کاری گروں سے اچھا کاریگر ہے)۔

زمین و آسمان میں پھیلی ہوئی انہی نشانیوں اور انفس و آفاق کے دلائل کو قرآن کریم نے بار بار ذکر کیا ہے اور اللہ کے وجود پر استدلال کیا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَ النَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ط

اور اس کی نشانیوں میں سے رات، دن سورج اور چاند ہیں

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ o

ترجمہ:۔ بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات دن کے لگاتار آنے جانے میں، اُن کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر سمندر میں تیرتی ہیں، اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اُتارا اور اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع دار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ، آیت:164)

وجود انسان کی تخلیق اس خالق وصانع کا بہترین تخلیقی شاہکار ہے اس میں بے شمار نشانیاں اس ہیں انسان کو مٹی سے بنایا، عمدہ اور خوبصورت شکل دی پھر مرد و عورت کے جوڑے بنائے، ان میں مہر و محبت کے جذبات پیدا کیے، پھر ان کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، مختلف بولیاں ان کو

Marfat.com

عطا کیں، مختلف شکلوں اور رنگوں کا بنایا کہ ان میں سے ہر نشانی اللہ کے خالق ہونے اور اس کے صانع ہونے پر دلالت کرتی ہے قرآن کریم اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور اس کی (قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تم دیکھتے ہی دیکھتے انسان بن کر (زمین میں) پھیلے پڑے ہو۔ اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں کا ایک حصہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ یقیناً اس میں دانش مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں کا ایک حصہ تمہارا رات اور دن کے وقت سونا اور اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو بات سنتے ہوں۔ اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی لگتا ہے، اور امید بھی ہوتی ہے، اور آسمان سے پانی برساتا ہے، جس کے ذریعے وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد

Marfat.com

زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ ایک پکار دے کر تمہیں زمین سے بلائے گا تو تم فوراً نکل پڑو گے۔ (سورۃ الروم، آیت: 20 تا 25)

اس زمین سے جو نباتات، پھل، پھول اُگتے ہیں ان میں غور کرو ایک ہی زمین، ایک ہی پانی، ایک ہی ہوا ہے مگر اس سے کتنے مختلف انواع کے اور مختلف الوان ورنگ کے پھل، پھول میوے اور درخت اُگتے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○

ترجمہ:۔ اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر قسم کی کونپلیں اُگائیں۔ ان (کونپلوں) سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم تہہ بہ تہہ دانے نکالتے ہیں، اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے ہیں، اور ہم نے انگوروں کے باغ اُگائے، اور زیتون اور انار! جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے پھلوں اور ان کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ لوگو! ان سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں (مگر) ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔ (سورۃ الانعام، آیت: 99)

یہ دو چار آیات بطور نمونے کے ذکر کر دی ہیں ورنہ قرآن کریم جا بجا انہی نشانیوں اور دلائل کو ذکر کر کے دعوت غور و فکر دیتا ہے کہ اس کائنات کے وجود اور اس کے نظام پر غور کرو تو ہر عقل مند کی عقل یہی کہے گی یہ کائنات پہلے سے نہیں تھی، خود بخود کسی حادثہ کے نتیجے میں وجود میں

Marfat.com

نہیں آئی اور نہ یہ مربوط و منظم نظام خود بخود چل رہا ہے بلکہ اس کائنات کا بنانے والا بھی ضرور کوئی ہے اور اس نظام کو چلانے والا بھی ضرور موجود ہے۔

پھر قرآن کریم اس کی بھی بھرپور دعوت دیتا ہے کہ یہ مربوط و منظم نظام جو روز اول سے چلا آرہا ہے اور اپنی ترتیب کے مطابق بخوبی جاری و ساری ہے، اس میں کبھی کوئی خلل نہیں آتا، نہ اس میں کبھی خرابی پیدا ہوتی ہے، سورج اپنے وقت پر نکلتا ہے اور اپنے وقت پر غروب ہوتا ہے، سورج، چاند اور دیگر سیارے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں گھومتے ہیں وہ کبھی آپس میں ٹکراتے نہیں، بارش اپنے وقت پر برستی ہے اگر وقت پر بارش نہ برسے تو انسان ایک ایک بوند پانی کو ترسے اور اگر بے وقت برسے تو زیر آب بھر آئیں، دنیا میں ایک ذرہ اور دانہ بھی اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک آسمان سے لے کر زمین تک تمام کارفرما قوتیں اور اسباب ایک دوسرے کے موافق و مناسب نہ ہو جائیں۔

جب تک دانہ میں اُگنے کی صلاحیت نہ ہو، زمین میں اُگانے کی صلاحیت نہ ہو، موسم اس کے مناسب نہ ہو، بارش موافق نہ ہو، آفتاب سے گرمی، روشنی اس کے مزاج کے مطابق نہ پہنچے پھر اس کے اُگنے میں جو موانع اور رکاوٹیں ہیں وہ دور نہ ہوں اس وقت تک ایک دانہ بھی نہیں اُگ سکتا۔

تو کائنات کا نظام جہاں یہ بتاتا ہے کہ اس کا بنانے والا ضرور کوئی صانع اور خالق ہے وہاں یہ حقیقت بھی آشکارا کرتا ہے کہ وہ صانع اور خلاق ایک ہی ہے دو نہیں ہیں، اگر اس نظام کا خالق اور اس کے چلانے والے ایک سے زائد ہوتے تو کبھی یہ نظام اول تو چل نہ پاتا اور اگر چلتا تو اس میں اتنی ٹوٹ پھوٹ ہوتی اور اتنی خرابیاں ہوتیں کہ یہ نظام بجائے مفید ہونے کے نقصان دہ ہوتا۔ کیوں کہ ایک کے بجائے دو یا اس سے زائد طاقتوں کے ہاتھ میں نظام ہونے کا مطلب باہمی تصادم ہے۔ تو اس عالم کی وحدت، اس کا وجود، سورج، چاند، ستاروں سے لے کر انسان، ہوا، پانی، درخت، گھاس پات، چرند، پرند، گردش لیل و نہار ہر ایک کا ایک

Marfat.com

مقررہ نظام اور لگے بندھے اُصول کے ماتحت ہونا جس میں کبھی سر موفرق نہیں ہوتا یہ بتا رہا ہے کہ یہ سب کسی ایک ہستی کے اشارے پر قائم ہے اور یہ نظام اسی ایک ہستی کے اشارے پر چل رہا ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ o

اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔

لہٰذا عرش کا مالک اللہ اُن باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ

اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا o

کہہ دو کہ: ''اگر اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے تو عرش والے (حقیقی خدا) پر چڑھائی کرنے کے لیے کوئی راستا پیدا کر دیتے۔

اسلام سے پہلے بھی اللہ کا تصور تھا مگر وہ تصور بہت محدود اور تنگ ہوتا وہ اللہ کو خالق مانتے تھے مگر کائنات کا تنہا اس کو مالک نہیں جانتے تھے بلکہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک سمجھتے تھے۔ یہودیوں کا خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا اور اسی نے ساری دنیا بنی اسرائیل کے لیے پیدا کی تھی، عیسائیوں کا خدا سب کچھ مسیح ابن مریم کو دے کر خود معطل ہو بیٹھا اور انہوں نے اپنے خدا کو خیر و شر علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہندوؤں کا خدا اُوتاروں کے بھیس بدل بدل کر لاکھوں خداؤں میں بٹ گیا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اسلام نے اللہ کا صحیح اور جامع تصور دیا۔ اس کا جلوہ مکمل اور واضح طور پر نمایاں کیا اس نے بتایا کہ آسمان کے اوپر سے لے کر زمین کے نیچے تک تنہا وہی مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی بادشاہت میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں، اس کے کارخانہ قدرت میں اس کا کوئی ساجھی

Marfat.com

نہیں، شجر حجر، چرند پرند، انسان، حیوان، پہاڑ، دریا، جنگل، صحرا، سورج چاند، زمین آسمان ہر چیز اس کے آگے سر بسجود اور اس کی تسبیح اور تقدیس میں مصروف ہے، سب اس کے محتاج وہ سب سے بے نیاز، سب فانی صرف اس کی ذات کو بقا ہے وہ تمام کمالات سے متصف اور ہر عیب سے پاک، ہر برائی سے منزّہ اور ہر الزام سے بری ہے۔ اس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں وہ تشبیہ اور تمثیل سے بالاتر ہے۔ اس کا وجود حتمی اور اس کا معدوم ہونا محال ہے وہ ازل سے ہے ابد تک رہے گا وہ حلول واتحاد سے پاک ہے (نہ کسی دوسرے قالب میں اتر جاتا ہے نہ کسی سے مل کر متحد ہوتا ہے)

جب سب کچھ اسی کا ہے اور حکم بھی اسی کا چلتا ہے تو اسلام نے توحید کا سبق دیا کہ ایک اللہ کو اپنا ربّ اور اپنا معبود مانو، اسی کے آگے جھکو، اسی کی تابعداری اور اطاعت اختیار کرو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ اگر دیکھا جائے تو اسلام اور بعثت محمدی کا انسان پر یہ احسانِ عظیم ہے کہ وہ انسان جو اتنا عظیم ہے کہ پہاڑوں کے سینے سے نہریں نکالتا، دریاؤں کو مسخر کرتا ہے، زمین و آسمان کی قوتوں کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے مگر جب یہ مستی پر اُتر آئے تو ایسی چیزوں کو سجدہ کرتا ہے جو نہ نفع دے سکتی ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے، بلکہ اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی اشیاء کو اپنا معبود بنالیتا ہے اس طرح انسانیت کی تذلیل کرتا ہے اسلام نے توحید کے صاف اور آسان اور قابل قبول، حوصلہ بخش، حیات آخری کے عقیدہ کا سبق پڑھا کر انسان کو نئی زندگی بخشی اور اسے حوصلہ دیا کہ ایک اللہ کے علاوہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اس عقیدہ توحید نے انسان کو یقین دلایا کہ نفع، نقصان پہنچانے والا، حیات وموت کا مالک صرف اللہ ہے، اس عقیدہ نے انسان کی سوچ، اس کی زندگی بدل ڈالی، اس عقیدہ نے اسے اشرف المخلوقات، اللہ کی طرف سے زمین کا حاکم و منتظم بنایا۔

جب سے اس دنیا کا آغاز ہوا ہے، اس وقت سے ہم چیزوں کو پہچانتے، اور دوسروں سے اس کا تعارف کرواتے ہیں تو اس کے ناموں اور صفات کے ساتھ۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ آج علم کی وسعت کے باوجود اس نام اور صفات کے ساتھ تعارف کرانے سے ہم مستغنی نہیں ہوئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی ہم اس کے ذاتی نام اور صفاتی نام سے پہچانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے لیکن اس کے صفاتی نام بہت سے ہیں ہر صفاتی نام اللہ تعالیٰ کی کسی صفت اور کسی نہ کسی قدرت کو بیان کرتا ہے۔

یوں تو قرآن کریم کا ہر صفحہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کی جلوہ گریوں سے معمور ہے کوئی رکوع ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی توصیف وحمد بیان نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی صفات کاملہ گنتی اور شمار کی حد سے باہر ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ: ''اگر میرے ربّ کی
باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے ربّ کی
باتیں ختم نہیں ہوں گی کہ اس سے پہلے سمندر ختم ہو چکا ہوگا،
چاہے اس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لیے ہم ویسا ہی ایک اور
سمندر کیوں نہ لے آئیں۔

لیکن باقاعدہ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے جو صفاتی نام آئے ہیں وہ سو سے زائد ہیں، قرآن کریم میں تو کوئی خاص عدد بیان نہیں کیا گیا بلکہ صرف اتنا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اسماءِ حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں۔ لہٰذا اس کو انہی ناموں سے پکارو۔

لیکن حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو محفوظ رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''
(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

کسی حدیث میں متعین طور پر یہ نام ذکر نہیں کیے گئے بلکہ محدثین نے قرآن وحدیث سے خود تتبع وتلاش کر کے یہ نام ذکر کیے ہیں اور محدثین نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ اسماء الٰہی ننانوے میں منحصر نہیں بلکہ اسماء وصفات الٰہی کی کوئی حد نہیں۔

بہرحال قرآن وحدیث کے تتبع سے علماء نے جن اسماء الٰہی کا پتا چلایا ہے وہ یا تو بطور علَم اور بطور صفت قرآن وحدیث میں آئے ہیں یا اللہ کے اقوال کی حیثیت سے ان کو بیان کیا گیا ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعاؤں میں ان کی تعلیم دی ہے۔

ان ناموں کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک وہ نام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی، اس کے رحم وکرم، عفو و درگزر اور محبت وشفقت کا اظہار ہوتا ہے اُن کو صفات جمالی کہتے ہیں، جن ناموں سے اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی، اس کا جلال وجبروت، اس کی بڑائی اور کبریائی اور اس کا استیلا وغلبہ ظاہر ہوتا ہے ان کو صفات جلالی کہا جاتا ہے۔

اور ایک اسماء وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اس کی بلندی، کمالات کی جامعیت اور ہر قسم کے اوصاف حسنہ اور محامد عالیہ کا اظہار ہوتا ہے یہ صفات کمالیہ کہلاتی ہیں۔

ہمارے محترم الحاج مشتاق احمد قریشی نے اپنی زیر نظر کتاب میں قرآن کریم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا تعارف کرایا ہے۔ لفظ اللہ پر بحث کی ہے، اللہ کے وجود پر اور اللہ کہاں ہے اس پر گفتگو کی ہے لیکن ان کا کمال یہ ہے کہ فلسفیانہ موشگافیوں اور منطقی اصطلاحات سے اجتناب کرتے ہوئے عام فہم انداز میں اسے بیان کیا ہے تاکہ ہر ایک کی سمجھ میں بات آجائے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ان صفاتی ناموں کے معا[illegible]طالب اور ان کے خواص بھی بیان کیے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ [illegible]رمائے اور

Marfat.com

عوام الناس کے لیے نافع بنائے۔

آخر میں قارئین سے یہ درخواست ہے کہ اس کتاب کو صرف معلومات کے لیے نہ پڑھا جائے بلکہ ان اسماء وصفات کا مطالعہ کرتے وقت درج ذیل مقصد اور نقشہ ذہن میں رہنا چاہیے جو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب دستور حیات میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

''قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو جس تفصیل کے ساتھ اور جتنے دل آویز طریقہ پر بیان کیا ہے اس کا مقصد قطعاً یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بندہ سے صرف اتنا مطلوب ہے کہ وہ اس کو اپنا حاکم اعلیٰ، اور آمر مطلق سمجھ لے، اور اس کے اقتدار اعلیٰ میں کسی کو شریک نہ کرے، بلکہ ان اسماء وصفات، اور ان افعال الٰہی کے ذکر کا جن سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے، اور ان آیات کا جن میں خدا تعالیٰ سے محبت وتعلق اور بکثرت اور ہمیشہ اس کے ذکر کی ترغیب آئی ہے، صاف تقاضہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دل وجان سے محبت کی جائے اور اس کی طلب ورضا میں جان کھپادی جائے اس کے حمد وثنا کے گیت گائے جائیں، اٹھتے بیٹھتے اس کے نام کا وظیفہ پڑھا جائے، اسی کی دھن ہر وقت دل ودماغ میں سمائی رہے، اسی کے خوف سے انسان ہر وقت لرزاں اور ترساں رہے، اسی کے سامنے دست طلب ہر وقت پھیلا رہے، اسی کے جمال جہان آرا پر ہر وقت نگاہیں جمی رہیں، اسی کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے، مٹا دینے، حتی کہ سر کٹا دینے کا جذبہ بیدار رہے۔'' (دستور حیات، صفحہ نمبر: 43,42)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد حسام اللہ شریفی
مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان
رکن رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ
ہفت روزہ "اخبار جہاں" کراچی۔

الحمد للّٰہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ

زمین، آسمان، پہاڑ اور دریا چاند سورج اور ستارے چرند پرند، حیوانات اور نباتات رنگ برنگے خوش بوؤں سے مہکتے پھول ایک ہی زمین اور ایک ہی پانی سے پیدا ہونے والے خوش ذائقہ اور لذیذ پھل طرح طرح کی سبزیاں اور اناج مختلف قسم کے موسم ان سب کا بنانے اور پیدا کرنے والا اور سب سے بڑھ کر انسان، جسے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا شاہکار اور نادر تخلیق بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان سب چیزوں کی تخلیق کرنے والا اللہ رب العزت ہی تو ہے۔

انسان جس نے اپنے ننھے منے دماغ سے کام لے کر پوری دنیا کو اپنے قابو میں کرلیا اور دنیا میں انقلاب برپا کردیا پورے کرۂ ارض کو ایک چھوٹے سے گاؤں کی شکل دے ڈالی۔ فاصلے سمیٹ کر رکھ دیے۔ صبح کو دنیا کے ایک حصے میں ہے اور شام کو دنیا کے دوسرے سرے پر پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ دنیا کے دوسرے حصے میں موجود ایک آدمی سے اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے ذرا سی دیر میں بات چیت کرلیتا ہے اور اس سے کاروباری اور دوسرے معاملات طے کرلیتا ہے۔ یہ تو انسان کے چند کارنامے نمایاں ہیں اس کے دوسرے کارناموں کا تو کیا ذکر جب مخلوق یہ سب کچھ کرسکتی ہے۔ تو

Marfat.com

خالق تو پھر خالق ہے اس خالق و مالک حقیقی اللہ رب العزت کی قوت و طاقت کے کیا کہنے وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا۔

مگر وہ اپنے بندوں کے ساتھ نہایت پیار، محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتا ہے اور وہ اپنے بندوں سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کے دوسرے بندوں کے ہمدرد خیر خواہ اور غم گسار بن کر رہیں۔ ان سے رحمت و شفقت کا برتاؤ کریں۔

محترم مشتاق احمد قریشی نے اسی خالق و مالک حقیقی کا نہایت آسان زبان میں اس کتاب میں تعارف کرایا ہے۔ اس کے اسماء مبارک کے معانی و مطالب بیان کیے ہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ قریشی صاحب سے اپنی کتاب قرآن حکیم کی تعلیمات کو عام کرنے کا کام لے رہا ہے اور لوگوں کو قریشی صاحب کے علوم و معارف سے فیضیاب کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فضل خالق عفا اللہ عنہ

خطیب مسجد ابراھیمی، نارتھ ناظم آباد

وخادم حدیث جامعہ ربّانیہ، کراچی

انسان اپنی زبان میں اشیاء کے جو نام رکھتا ہے وہ دراصل اس تصور پر مبنی ہوتے ہیں جو اس کے ذہن میں ان اشیاء سے متعلق ہوتا ہے۔ تصور کا نقص نام کے نقص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور نام کا نقص تصور کے نقص پر دلالت کرتا ہے، پھر اشیاء کے ساتھ انسان کا تعلق اور معاملہ بھی لازماً اس تصور پر مبنی ہوا کرتا ہے، جو وہ اپنے ذہن میں ان کے متعلق رکھتا ہے۔ یہ حقیقت جس طرح دنیا کی تمام چیزوں کے معاملہ میں صحیح ہے اسی طرح اللہ ربّ العزت کے معاملہ میں بھی صحیح ہے۔ اللہ پاک کے نام خواہ وہ اسماء ذات ہوں یا اسماء صفات تجویز کرنے میں انسان جو بھی غلطی کرتا ہے وہ دراصل اللہ کی ذات وصفات کے متعلق اس کے عقیدہ کی غلطی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لیے سورۃ الاعراف (۱۸۰) میں اللہ پاک نے فرمایا کہ "اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔ (بیان القرآن)۔

دنیائے صحافت کے ممتاز قلم کار مشتاق احمد قریشی نے نوجوان ذہنوں کی دینی آبیاری کے لیے اب تک کئی کاوشیں کر ڈالی ہیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی "اللہ جل شانہ" کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کے سرورق پر ہی ایک خوب صورت عنوان اس کتاب کی افادیت اور حسن کے لیے کفایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ "ذات الٰہی خود اپنے کلام کے آئینے میں"۔

کتاب کے سرسری مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ قریشی صاحب نے انسانی تصور کو نقص سے بچانے کے لیے اچھی کوشش کی ہے۔ جو کہ انشاء اللہ انسان کے اپنے ربّ سے تعلق کو نقص سے بچانے میں ممد ومعاون ثابت ہوگی۔ اللہ پاک قریشی صاحب کی اس کوشش کو خلعت قبول سے آراستہ کر کے نافع خلق بنائے۔ (آمین)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(مولانا) محمد اعجاز

خادم حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات میں سے جتنی الفت و محبت اور تعلق و پیار انسان سے ہے اتنا کسی اور مخلوق سے نہیں، یہی وجہ ہے کہ انسانیت کی ہدایت و راہنمائی کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ قائم فرمایا، ان پر کتب اور صحائف نازل کیے اور آخری نبی و رسول امام الانبیاء، خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث فرمایا اور اپنی آخری کتاب قرآن کریم کو اتارا۔ جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین راہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہے۔''

(مشکوٰۃ، ص:۲۷)

اور فرمایا۔

''میں تم میں دو چیزیں (قرآن اور اپنی سنت) چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک ان دونوں سے وابستہ رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔''

(مشکوٰۃ، ص:۳۱)

محترم جناب مشتاق قریشی صاحب کو قرآن کریم کے ساتھ انتہائی تعلق اور والہانہ محبت ہے، یہ وجہ ہے کہ یہ کتاب ''اللہ جل شانہ'' قرآنیات کے سلسلہ میں موصوف کی سترہویں (۱۷) تالیف ہے

Marfat.com

جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ:

۱۔ اللہ کون ہے؟

۲۔ اللہ کی ذات کے بارے میں قرآن کریم کیا کہتا ہے؟

۳۔ اللہ جلّ شانہ؟

۴۔ قرآن کریم بتاتا ہے کہ اللہ کا قیام کہاں ہے؟

۵۔ صفات الٰہی؟

ان جلی عنوانات کے علاوہ صفات الٰہی کی۔ (۱) جمالی (۲) جلالی (۳) وحدانی (۴) وجودی (۵) قدرت (۶) تنزیہ (۷) علم۔ ان سات عنوانات کے تحت تقسیم کی گئی ہے۔ مثلاً صفت جمالی کے تحت ۴۰ صفت جلالی کے تحت ۹ صفت وحدانی کے تحت ۳ صفت وجودی کے تحت ۱۴ صفت قدرت کے تحت ۲۸ صفت تنزیہ کے تحت ۱۸ اور صفت علم کے تحت ۱۱۵ اسماء اور صیغے نقل کیے گئے ہیں۔

مؤلف موصوف نے لکھا ہے کہ ان اسماء الحسنٰی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کو اور بھی کئی نام اور اسماء سے پکارا جاتا ہے اور تقریباً ۱۴۴ ایسے اسماء جمع کے گئے ہیں جو اسماء الحسنٰی کے علاوہ ہیں۔ مزید یہ کہ ان ۱۹۹ اسماء الحسنٰی کے لغوی اور اصطلاحی معنی معتبر کتب کے حوالہ سے لکھنے کے علاوہ ہر اسم کے آخر میں اس کے فضائل اور خواص کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عوام الناس کے لیے نافع اور مفید بنائے اور مرتب، ناشر اور معاونین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرضِ مولف

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا ہی شکر واحسان ہے کہ قرآنیات کے سلسلے کی میری یہ سترہویں تالیف ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا مجھ ناچیز پر کرم واحسان ہے کہ اُس نے پے در پے قرآنی آیات کی تفسیر کی توفیق عطا فرمائی۔ یقیناً یہ میرے اساتذہ اور والدین کی دعا تربیت وتعلیم ہی کے اثرات ہو سکتے ہیں کہ جانے کب اور کیسے اللہ تعالیٰ نے میرے قلم کو راہِ راست پر لگا دیا۔

آج جبکہ تعلیم عام ہو رہی ہے سائنس نے ترقی کر کے چاند پر قدم رکھ دیا ہے اس کے باوجود ہر ملک وقوم میں ایک جماعت بظاہر اُن پڑھے لکھوں کی ایسی بھی موجود ہے جو تخلیقِ آدم کے بارے میں ڈارون کے نظریے کو تسلیم کرتی ہے اور یورپ اور یورپ زدوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ وہ صرف انسانی ذہن کی اختراع ہے جس کو انسان نے قوانین طبعیہ سے مرعوب ہو کر اختراع کر لیا ہے۔ اور انسان نے محض اپنی خوش اعتقادی کے سبب یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے' ہو رہا ہے اور ہو گا وہ اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ جس قدر حوادث پیش آتے ہیں یا واقعات کا ظہور ہوتا ہے' یہاں تک کہ اگر ایک پتہ بھی ہلتا ہے یا تنکا بھی اپنی جگہ سے سرکتا ہے تو وہ اللہ کے حکم اور ارادے سے ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ کو ماننے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سارا نظام خود بخود اپنے طور پر چل رہا ہے۔ اُن کے خیال میں اللہ کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

منکرین مذہب کے کہنے کے مطابق اہلِ مذہب ایک ایسی ہستی کو مانتے ہیں جو مافوق الفطرت ہے' اُن کے خیالِ خام کے مطابق انسان خواہ مخواہ میں ایک موہوم خارج از عقل ہستی کے سامنے

Marfat.com

جبیں سائی یعنی سجدہ ریزی کرتا ہے۔ اِن تمام منکرین مذہب، دہریت پسندوں کے مطابق مادّہ ہی ازلی اور ابدی حقیقت ہے۔ مادّے کو فنا نہیں ہے اس کی صرف شکل بدلی جاسکتی ہے۔ وہ ہر تغیر کے بعد بھی مادّہ ہی رہتا ہے اس کی مقدار میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے سمجھنے والی بات یہ ہے کہ مادّے کو کس نے پیدا کیا؟ مادّہ بھی از خود تو پیدا نہیں ہوا ہوگا۔ لادینی قوتیں اپنے اس فلسفے کو پھیلانے، عام کرنے پر بڑی رقم خرچ کرتی ہیں اور جدیدیت کے نام پر خصوصاً مسلمان نوجوانوں کو بے راہ کرتی ہیں۔ ہمارے جدید علوم کے خواہاں مسلم نوجوان اُن سے اگر پوری طرح متاثر نہیں بھی ہوتے تو ڈگمگانے ضرور لگتے ہیں اور یوں بتدریج وہ اپنے مذہب سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے نام و خاندان تو مسلمانوں والا رہتا ہے لیکن سوچ و فکر بے دینوں والی ہو جاتی ہے۔ اُن کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے یا پھر وہ اہلِ ہنود، یہود و نصاریٰ کی طرح کچھ زمینی ہستیوں کو اللہ کی معرفت کے حصول کا شریک سمجھنے لگتے ہیں اور شرک میں مبتلا ہو کر نہ گھر کے رہتے ہیں نہ گھاٹ کے، یعنی ایک اکیلے اللہ کی وحدانیت سے دور ہو جاتے ہیں ایسے ہی خیالات سوچ و فکر کی اصلاح ہی اس تحریر و تشریح کا موجب ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق جوہری توانائی (Atomic-energy) نے اُن کے اِس تصور و تخیل کی پوری بساط الٹ کر رکھ دی ہے کیونکہ اب مادّہ قوت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور قوت مادّے میں۔ اب حرکیاتِ حرارت کے دوسرے قانون نے ثابت کر دیا ہے کہ مادی عالم نہ ازلی ہو سکتا ہے نہ ہی ابدی، اس کو لازماً ایک وقت شروع اور ایک وقت ختم ہونا ہے۔ موجودہ سائنس نے دہریت اور مادّہ پرستی کے ساتھ ساتھ شرک کی بھی پوری طرح کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں یہ ضروری ہے کہ انسان اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اس کائنات کے عظیم نظام کو کس نے کیسے اور کس طرح قائم کیا اور قائم کرنے والے نے ایک ایسا نظام قائم کر دیا کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پوری ذمہ داری اور حساب کتاب سے مسلسل کھربوں سالوں سے چل رہی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی شے

Marfat.com

سے لے کر بڑی سے بڑی چیز ایک نظام کے تحت ایک بندھن میں بندھی حرکت کر رہی ہے۔ کائنات کا یہ سارا نظام وجود باری تعالیٰ کی اور اس کی وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے۔

وجود باری تعالیٰ ایک ایسی روشن اور لافانی حقیقت ہے جو کائنات کے ذرے ذرے سے اپنی پوری آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ آشکار ہو رہی ہے۔ اس کا تعلق چاہے عالم انس و جن سے ہو یا عالمِ حیوانات و نباتات سے ہو یا عالمِ جمادات و مائعات سے ہو' کائنات کا ہر ذرہ خالقِ کائنات کے وجود پر شاہد ہے۔ قرآنِ حکیم انسان کو دعوتِ تدبّر دیتا ہے اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ نہ صرف خود اپنی تخلیق پر اس کائنات پر' اس کے نظام پر' غور و تدبر کرے اور دیکھے سمجھے کہ یہ تمام کارخانہ حیات کس نظم و ضبط کے ساتھ چل رہا ہے۔ قرآن کریم کے ذریعے ہی انسان' کائناتِ ارض و سماء کی بے کراں وسعتوں کو اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور اُس کی وحدانیت کو سمجھ سکتا ہے۔

آج انسانی ذہن عقل کی کسوٹی پر ہر چیز کو پرکھ کر' ہر چیز کی توجیہ معلوم کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ کوئی بھی چیز بلاسبب بغیر کسی وجہ کے از خود وجود میں نہیں آ سکتی' غور سے دیکھا سمجھا جائے تو کائنات میں موجود حقیر سے حقیر ذرّے سے لے کر عظیم ترین حقائق تک اپنے اندر توجیہات اور اسباب لئے ہوئے ہیں' اس لئے ہی قرآنِ حکیم اور یہ سارا نظامِ عالم ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے کیونکہ آج فریب خوردہ انسان اس غلط فہمی کا شکار ہے کہ اُس نے فطرت پر فتح پالی ہے اور وہ فتح کے غرور میں حقیقتِ الٰہی کو فراموش کر رہا ہے اور خود فراموشی کا شکار ہو رہا ہے۔ کیونکہ فطرت پر فتح پانے کا مطلب ہوگا کہ انسان قوانینِ فطرت سے آزاد ہو جائے حالانکہ انسان قوانینِ فطرت میں جیسے پہلے جکڑا ہوا تھا ویسے ہی آج بھی جکڑا ہوا ہے۔ اب صرف اتنا ہی فرق ہوا ہے کہ اب اسے قوانینِ فطرت کا خوب اندازہ ہو رہا ہے جو پہلے نہیں تھا یا کم کم تھا۔ انسان پہلے بھی قوانینِ فطرت کا پابند تھا' آج بھی پابند ہے' آج کا انسان علم و تہذیب

Marfat.com

سے آراستہ ہو کر غرور و تکبر کی جاہلی تاریخ کو دہرا رہا ہے۔

دراصل جیسے جیسے انسان کائناتِ عالم کے رازوں کو جانتا اور سمجھتا جا رہا ہے اس کی پیچیدگی اور اسرار کو کھولتا جا رہا ہے ویسے ویسے اس کاریگرِ حقیقی کے بارے میں تجسس اور حیرانی بڑھتی جا رہی ہے، وہ جاننا چاہتا ہے کہ آخر وہ کیسی اور کونسی ذات ہے جو اتنے بڑے نظامِ عالم کو، بلکہ ایسے اور اس سے بدرجہا بڑے اور کتنے عالموں کو چلا رہی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اور اس سے پہلے کی آسمانی کتب اس بات پر گواہی دے رہی ہیں کہ وہ اکیلی ذات ہے جو صرف اس عالم کا ہی رب یعنی پالنے والا نہیں بلکہ وہ تو ربّ العالمین ہے جانے اور کتنے عالم اس کے قبضۂ اختیار و اقتدار میں ہیں، ایسے ہی حیران و پریشان اور متجسس ذہنوں کو یکسو اور مطمئن کرنے کی یہ ایک بہت معمولی سی کوشش ہے کیونکہ پروردگارِ عالم قرآن مجید میں خود فرما رہا ہے کہ "دنیا کے تمام درختوں کے قلم بنا لئے جائیں اور تمام سمندروں کی روشنائی، تب بھی اس ذاتِ عالی شان کی حمد و تعریف کے لئے وہ کم پڑیں گے۔"

میری یہ کوشش تو صرف اتنی ہے جیسے سمندر میں ایک انگلی ڈال کر نکال لی جائے اُس پر جتنا سمندر کا پانی آ سکتا ہے اتنی ادنیٰ اور معمولی سی کوشش ہے، ایسی عظیم الشان، بلند مرتبہ ہستی کی حمد و تعریف یہ عاجز ناچیز ان مختصر صفحات میں کیسے کر سکتا ہے، یہ تو بس ایک ادنیٰ سی کوشش ہے کہ شاید اللہ اپنے فضل و کرم سے کچھ متلاشی اور متجسس ذہنوں کو یکسو کر دے اور ان کا اطمینان انہیں صراط مستقیم پر چلنے والا بنا دے۔ اور ذاتِ باری تعالیٰ جو تمام عالموں کا مالک و خالق اور پروردگار ہے پر اُس کی وحدانیت پر یقین پختہ ہو جائے اور اللہ کا مخلص بندہ بن کر ایک اللہ کی اطاعت و بندگی کرنے والا بن جائے اور اُس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایت کی روشنی سے اپنے قلب و نظر کو منور کر کے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا بن جائے۔ آمین یا رب العالمین۔

طالب دعا

مؤلف مشتاق احمد قریشی

111766

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللّٰہ

کون ہے؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے پاس اللہ تعالیٰ جو کامل واکمل اور قائم ودائم ہے کی موجودگی کا کیا ثبوت ہے؟ جیسے انسان نے اللہ کہا اور جس کی موجودگی کا اظہار اُس کے ہر فعل سے ہو رہا ہے۔ کیا وہ فی الوقع ہے؟ کیا انسان اپنے علم وحکمت اپنے محسوسات ومدرکات، اپنی عقل وفکر اور وجدان کی بنا پر اس کا اقرار کرسکتا ہے؟ کیا انسانی فہم وادراک یہ یقین کرسکتا ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کو مانا ہے، تو اس لیے نہیں کہ یہ اس کا عقیدہ ہے اور اس لیے بھی نہیں کہ یہ تسکینِ قلب کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ برعکس اس کے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے ایمان ویقین کی تسلی صرف تصورات سے نہیں ہوگی۔ انسان کو حقیقت کی طلب ہے۔ مسئلہ علم کا ہے جاننے کا ہے۔ منطقی دلائل کا نہیں ہے۔

علم کی ابتدا حقائق ہی کے ادراک سے ہوتی ہے۔ حقائق ہی تجربہ اور مشاہدہ مسائل کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ مسائل ہی کو عقل وفکر کی بنا پر منطقی شکل دی جاتی ہے اور ذہنِ انسانی مجبور ہو جاتا ہے کہ اس پر حکم لگائے۔ ذاتِ الٰہی کے بارے میں جاننا حقیقتاً کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ بس اتنا ہی سمجھنا ہے کہ اللہ کون ہے؟ اس کے لیے انسان خود اپنی ذات کو اس کائنات کو اور کائنات کے اعمال و انفعال کی طرح خود اپنے اعمال وافعال کا مطالعہ کرلیں جن کا شعور ہر انسان کو اپنے داخل اور خارج

Marfat.com

میں ہوتا ہے۔ یہی حقائق ہیں جن سے ذات الٰہی کا سراغ ملتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی ایک ایسی لافانی اور ٹھوس حقیقت ہے جو کائنات کے ذرّے ذرّے سے ظاہر ہو رہی ہے' انسان اگر تھوڑی سی بھی توجہ دے اور غور وفکر کرے تو اسے اپنے اردگرد پھیلی اللہ تعالیٰ کی لاکھوں نعمتیں نظر آ رہی ہوتی ہیں جن پر وہ سوچتا تک نہیں۔ چھوٹی چھوٹی نعمتوں اور انعاماتِ الٰہی کے علاوہ خود انسانوں کا ایک عالم ہے جنوں کا ایک عالم ہے' حیوانات ونباتات کا اپنا ایک عالم ہے' جمادات ومائعات کا ایک عالم ہے جن کی مختلف اقسام وخصوصیات ہیں جو اپنی جگہ مکمل دلیل کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ ایک بڑی اہم اور واضح حقیقت ہے کہ اس کائناتِ ارض وسماء کا وجود خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر جو ان سب کا خالق ومالک ہے گواہی دے رہا ہے۔ جو لوگ اپنے تجسس کے ہاتھوں یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں اللہ کون ہے؟ کیسا ہے اور کہاں ہے؟ انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کی ذاتِ عالی وہ ذات ہے جو تمام کمالات اور علوم کا خزینہ ہی نہیں منبع ومحور بھی ہے اسی ذاتِ عالی کو ہر چیز پر' ہر طرح سے پوری پوری قدرت حاصل ہے' وہی ذات ہر کام کرتی ہے' دیکھتی ہے' اور اس کی پرورش کرتی ہے' ہر چیز کے ظاہر وباطن سے وہ پوری طرح باخبر اور آگاہ ہے' کل کائنات اسی نے تخلیق کی ہے وہی خالق ومالک اور پروردگار ہے' بلکہ ہماری ہر قسم کی عبادات وریاضت کا حق دار بھی وہی ہے۔

ذیل میں وہ آیاتِ قرآنی جن سے ذاتِ الٰہی کا سراغ ملتا ہے۔ جن کا مطالعہ ذاتِ الٰہی کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ البقرۃ ۱۶۴۔ آل عمران ۱۹۱۔ الرعد ۴ تا ۱۷۔ الانعام ۹۸' ۹۹۔ الزمر ۲۱۔ النحل ۷۹۔ الروم ۲۱ تا ۲۴۔ حم السجدہ ۳۷' ۸۔ الفرقان ۴۵۔ الدھر ۱۔ النبا ۸۔ طٰہٰ ۵۳۔ الذریت ۲۱۔

قرآنِ حکیم کے سب سے پہلے مخاطب عرب تھے' جو عربی زبان کی ہر قسم کی باریکیوں پر پورا عبور آج بھی رکھتے ہیں اور ویسے بھی لفظ اللہ عربوں کے لئے نیا یا اجنبی لفظ نہیں تھا۔ زمانہ قدیم سے خالقِ کائنات کے لئے یہی لفظ استعمال ہوتا رہا ہے۔ عرب لفظ اللہ کا اطلاق اپنے معبودوں پر کبھی

Marfat.com

نہیں کرتے تھے۔

تفسیرِ کبیر میں لفظ اللہ اول آلھۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی تسکین دینے کے ہیں۔ دوم الہٰ سے مشتق ہے جس کے معنی وارفتگی کے ہیں۔ سوم لہٰ الا سے مشتق ہے، جس کے معنی بلند شان کے ہیں، چہارم لا ئیلدہ سے مشتق ہے، جس کے معنی حجاب کے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں لفظ "اللہ" اسمِ ذات کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اسلام سے پہلے "الہٰ" کا لفظ معبود کے لئے استعمال ہوا ہے۔

"اللہ" واحد معبودِ حقیقی، خالق و مالکِ کائنات ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جب ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ جو اس خالق و مالک کی تخلیق ہے، فنا ہو جائے گا، مرجائے گا تب بھی وہ ذاتِ واحد زندہ اور موجود رہے گی۔ "اللہ" اس عظیم ترین ہستی کا نام ہے جو تمام عالموں کو پالنے والی، اس کی ہر طرح سے نگہداشت کرنے والی ہے اس کی ذاتِ عالی شان سے زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات منور ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ اللہ جو اسم ذاتِ الٰہی ہے۔ ۲۶۹۷ مرتبہ آیا ہے اس لفظ "اللہ" کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کوئی بھی حرف الگ کر دیا جائے تب بھی اسکے معنی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ لفظ اللہ سے اگر حرف الف الگ کر دیا جائے گا تب بھی معنی میں فرق نہیں آئے گا اور الہ سے بھی اگر الف الگ کر دیا جائے تو "لہٗ" رہ جائے گا ان تمام حالتوں کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمِ ذات میں اس کے نام کی پاکی اور اطلاع موجود رہتی ہے۔ یہ صرف اسی لفظ "اللہ" کی خصوصیت وخوبی ہے۔ اس کے معنی اس ہستی کے ہیں جس کی پرستش کی جائے۔ لفظ اللہ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ عرب میں اللہ کی ذات کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔

دنیا کی کسی بھی زبان میں اللہ کی ہستی کا مفہوم دینے والا ایسا کوئی لفظ نہیں ہے، عربی میں یہ لفظ کسی اور ہستی کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ ایسے ہی کلمہ طیبہ کے پہلے حصے "لا الہٰ الا اللہ" کے تمام حروف اور الفاظ اسی لفظ اللہ سے نکلتے ہیں۔ یہ بھی اس لفظ کی خاصیت و جامعیت ہے۔

Marfat.com

جب اہلِ علم نے اس لفظ اللہ کی معنوی دلالت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ معنوی اعتبار سے اس غرض کے لیے اس سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ اس لئے بھی اختیار کیا کہ لغت کی مطابقت کا تقاضہ یہی تھا۔ کیونکہ اس میں جو معنوی موزونیت پوشیدہ و موجود ہے وہ کسی اور لفظ میں نہیں ہے۔

زبانوں کے ماہرین نے اپنے مطالعہ سے یہ معلوم کیا ہے کہ حروف واصوات کی ایک خاص ترکیب ہی معبودیت کے معنی میں مستعمل رہی ہے' دیگر تمام زبانوں میں عبرانی' سریانی' حیمری' کلدانی اور عربی میں اس کا لغوی خاصہ پایا جاتا ہے۔ الف' لام اور ہ کا مادہ ہے' کلدانی و سریانی میں ''الاہیا'' عبرانی میں ''الوہ'' اور عربی میں ''الہ'' یہی ''الہ'' حرف تعریف کے اضافے کے بعد ''اللہ'' ہو گیا ہے اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

لفظ ''اللہ'' ''الہ'' سے ہے اور ''الہ'' کے معنی تحیر اور درماندگی کے ہیں' اس اسم ذاتِ الٰہی کے بارے میں انسان جو کچھ جانتا ہے اور جان سکتا ہے وہ عقل کی حیرانی اور فہم وادراک کی درماندگی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انسان جس قدر اور جس طرح بھی اس ذاتِ عالی کے بارے میں غور وخوص کرتا ہے' اس کی عقل حیران و پریشان ہو کر رہ جاتی ہے اور اس کی حیرانی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ لفظ ''اللہ'' اسمِ ذات کے طور پر آیا ہے' یوں تو اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفاتی نام ہیں جبکہ یہ نام تمام صفاتِ الٰہی پر حاوی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا تصور کسی صفتِ الٰہی کے ساتھ کیا جاتا ہے تو انسانی ذہن اسی خاص صفت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے' لیکن جب ''اللہ'' کہا جاتا ہے تو فوراً ہی ذہن میں ایک ایسی ہستی کا تصور ابھرتا ہے جو تمام صفات و کمال سے آراستہ اور ہر چیز پر قادر اور مختارِ کل ہے' وہی خالق و مالک ہے جس نے کل کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔ اس کی طاقت وقوت کا اندازہ انسان قرآنِ حکیم سے بخوبی کر سکتا ہے۔

Marfat.com

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰىۤ اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں' پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔(البقرۃ:۲۹)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت وکمالِ اقتدار کی مظہر ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی ہے جس نے کائنات کی تمام چیزوں کو پیدا فرمایا' آیتِ مبارکہ سوچ وفکر کی دعوتِ عام دے رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے'' یہاں لفظ ''لکم'' کا استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ''تمہارے لئے'' یہ لفظ اپنے اندر ایک گہری معنویت لئے ہوئے ہے۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کا منصوبہ بنایا تو اس منصوبے میں اس کے لئے ایک پورے نظام کائنات کی تخلیق بھی شامل تھی۔ اس سے انسان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیوں پیدا کیا ہے؟ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے' اس کی پیدائش کا مقصد زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب اور خلیفہ کے لئے نہ صرف یہ زمین وآسمان پیدا کئے اور یہ اس کی ملکیت وتصرف میں دے دیئے۔ کیونکہ اس طویل وعریض کائنات میں انسان ہی اس کائنات کی اعلیٰ ترین' اشرف ترین مخلوق ہے' اس وسیع میراث کا پہلا وارث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام نعمتوں سے نوازا ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:۔ وہ زمین اور آسمانوں کا ابتداً پیدا کرنے والا ہے' وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کہ ''ہوجا'' وہ فوراً ہی ہوجاتا ہے۔(البقرۃ:۱۱۷)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ سے انسان بخوبی رہنمائی اور سمجھ بوجھ حاصل کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

ذاتِ عالی کیسی قوت والی ہے' وہ زمین و آسمانوں اور پوری کائنات کا موجد' پیدا کرنے کی طاقت رکھنے والا اور اسے چلانے والا ہے اور یہ سب کچھ بنانے' پیدا کرنے کے لئے اُسے انسانوں کی مانند کسی بھی قسم کی محنت یا مشقت کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی' وہ تو جب حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے' اس کی اس خوبی' اس طاقت میں' یا اس کے کسی بھی طرح کے اختیار میں' اس کا کوئی کسی بھی طرح شریک یا مددگار قطعی نہیں ہے۔ انسان کے غور و فکر کی حدود سے وہ ماورا ہے وہ ایسا مالک و خالق ہے جو صرف اپنے حکم سے سب کچھ پیدا فرما دیتا ہے اور وہی ذاتِ عالی تمام چیزوں زمین و آسمان کی مالک و مختار ہے ہر چیز اس کی فرمانبردار' اطاعت گزار ہے وہ ایسا پیدا کرنے والا بنانے والا ہے جسے کسی چیز کو بنانے کے لئے کسی نمونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ اس کی بنائی ہوئی ہر ہر چیز خود ایک نمونہ ایک مثال ہوتی ہے۔

قرآنِ کریم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات' اس کے وجود پر جس طرح استدلال کیا ہے وہ اہل فکر کی نہ صرف رہنمائی کرتا ہے بلکہ دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ سوچیں سمجھیں کہ ذاتِ الٰہی کیا ہے؟ کون ہے' اللہ تعالیٰ کے تصور کے بارے میں اقوامِ عالم نے جتنا تجسس کیا اتنی ہی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ قرآنِ حکیم ہمیں بتاتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی موجود ہے بلکہ وہی ذات تمام کائنات اور تمام مخلوقات اور اپنے خلیفہ فی الارض انسان جسے اس مالک الملک نے اپنی تمام مخلوقات میں اشرف و ممتاز درجہ عطا فرمایا ہے کی روزمرہ' انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملے اور لمحے سے اتنا گہرا اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ وہ مالک انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی ٹوکتا ہے' انہیں ہدایات دیتا ہے' ان کے اعمال کے برے بھلے پہلو نمایاں کر کے دکھاتا ہے۔ قرآنِ کریم قدم قدم پر اللہ کی طاقت و قوت کے بارے میں آگاہی دے رہا ہے' کہیں وہ عدل' احسان اور اقربا سے محبت کی نصیحت کرتا ہے تو کہیں نفاق بزدلی اور مفاد پرستی سے روکتا ہے۔ تو کہیں عورت مرد کو گھر کی فضا پاکیزہ رکھنے کی ہدایت کر رہا ہے۔ تو کہیں میراث و آدابِ مجلس اور حدود کے قانون بتا رہا ہے۔

Marfat.com

سورۃ انعام ۔۱۶۴ میں "وہ ہر شے کا رب ہے" جو چاہے پیدا کرے ۔ (آل عمران ۔۴۷) اور جیسے چاہے اضافہ کرے (فاطر ۔۱) سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں ۔ (الروم ۔۲۷) کوئی نہیں جو اس کی بندگی سے آزاد ہو ۔ (مریم ۔۹۳) اس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت ہے ۔ (المومنون ۔۸۸) یہ ہے اللہ برحق ۔ (یونس ۔۳۲) وہی اول ہے، وہی آخر ۔ (الحدید ۔۳) قرآن کریم کے پیش کردہ تصورِ الوہیت اور صفاتِ الٰہیہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک ایسا تصور قائم ہوتا ہے، جو ہر لحاظ سے مکمل، مرغوب، مطلوب اور ادراک و وجدان کے عین مطابق ہے ۔

اللہ تعالیٰ انسانوں سے اپنے تعلق و قرابت کا، اپنے اختیار کا اور اپنے علم کا قرآنِ کریم میں اس طرح اظہار فرما رہا ہے کہ جسے انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کیسی اور کیا ہے ۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾

ترجمہ: ۔ کیا تم کو خبر نہیں کہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا علم اللہ کو ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو یا پانچ لوگوں کے درمیان سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چھٹا اللہ نہ ہو، خفیہ باتیں کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، پھر قیامت کے دن انہیں بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے ۔ (المجادلہ ۔۷)

تفسیر: ۔ آیتِ مبارکہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انسانیت کو آگاہ کیا ہے، سمجھایا ہے، کہ وہ ذاتِ عالی ہر ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یہاں جس تعداد کا تذکرہ آیا ہے وہ اپنی عددی قوت کے اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ مقصد انسان کو صرف اس قدر سمجھانا، بتانا ہے کہ انسان چاہے جیسی بھی خلوت میں یا جلوت میں ہو، کیسی ہی سرگوشیوں میں بات کر رہا ہو یا بلند آوازوں

Marfat.com

سے شہروں میں ہو یا جنگلوں صحراؤں بیابانوں میں آبادیوں کے درمیان ہو یا بے آباد پہاڑوں کے غاروں میں غرض جہاں کہیں بھی ہوگا اللہ ہر اس جگہ موجود ہوگا چاہے انسان کتنا ہی چھپنا چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے چھپ نہیں سکتا۔ انسان زمین و آسمان میں خلا میں سمندر کے نیچے جہاں کہیں بھی ہوگا وہ اللہ کی دسترس میں ہوتا ہے۔ اللہ اس سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اپنے اسی علم اور خبر کو وہ ہر انسان کے سامنے روز حشر حساب کتاب کے وقت رکھ دے گا اسے بتا دیا جائے گا کہ وہ دنیا کی مختصر زندگی میں کھلے چھپے کیا کچھ کہتا کرتا رہا ہے۔ اسی بات کو ایک اور جگہ اللہ نے اس طرح فرمایا ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴

ترجمہ:۔ زمین و آسمان کی ہر ہر چیز کا اُسے (پورا پورا) علم ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے اور وہ تو دلوں کا حال تک جاننے والا ہے۔ (التغابن۔۴)

تفسیر:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ عالی ایسی خوبیوں اور صفات الٰہیہ کی حامل ہے وہ صرف خالق و مالک اور پروردگار مدبر ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایسی ذات و صفات کی مالک ہے کہ وہ ان اعمال کو بھی بخوبی جانتا ہے جو سب سے پوشیدہ اور خفیہ ہوتے ہیں وہ انسان کے ظاہر اعمال کو ہی نہیں جانتا بلکہ وہ تو یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کے کس عمل کے پیچھے اس کے کیا ارادے اور نیت و مقصد کارفرما ہے جو کچھ اس انسان نے کیا اس کے پیچھے حقیقت کیا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر غور و فکر اگر کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی عدالت روزِ آخرت میدانِ حشر میں لگے گی وہیں میزانِ عدل نصب ہوگی اس روز وہاں ایسا انصاف ہوگا کہ سب دودھ کا دودھ پانی کا پانی سامنے آجائے گا۔ دنیا میں انسان چاہے جیسے بھی جرائم و اعمالِ بد کرتا پھرے اس پر کتنے ہی پردے ڈالے

Marfat.com

رکھے‘ چاہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی ہو لیکن اللہ تعالیٰ جو انسانوں کی ہی نہیں بلکہ زمین وآسمان کی تمام مخلوقات کی ہر ہر چیز اور ان کے ہر ہر عمل سے چاہے وہ کتنے ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ پروردگارِ عالم کی ذات ایسی باخبر ذات ہے کہ وہ نہ صرف ہمارے ظاہر و باطن سے آگاہی رکھتی ہے بلکہ وہ تو ہمارے دل ودماغ میں آنے والی سوچوں وسوسوں تک سے پوری طرح آگاہی رکھتی ہے۔

دنیا کی تمام عدالتیں‘ انصاف‘ مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے جن شواہد کی روشنی میں فیصلہ کرتی ہیں‘ اکثر ان فیصلوں میں وہ ٹھوکر کھا جاتی ہیں کیونکہ ان کے سامنے پیش کردہ شواہد جو کہتے ہیں وہ اس کی روشنی میں فیصلہ کرتے ہیں ان شواہد کی اصل تک‘ ان کی دسترس نہ ہونے کی وجہ سے اکثر فیصلے درست نہیں ہوتے کیونکہ مجرم اپنے حق میں فیصلہ حاصل کرنے کے لئے حقائق کو بدل کر توڑ موڑ کر پیشکرتا ہے عدالت ان حاضر شواہد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی فیصلہ صادر کرتی ہے۔ لیکن اللہ کی عدالت میں جب عدل ہوگا تو وہاں نہ کوئی مجرم اپنے جرائم پر کسی طرح پردہ ڈال سکے گا نہ ہی اس کی کوئی چالاکی ہوشیاری اس کے کام آسکے گی۔ کیونکہ احکم الحاکمین کی عدالت میں جب جس جس کی پیشی ہوگی اس کے ساتھ ہی اس کی فردِ جرم اور تمام حقائق وشواہد پیش ہوں گے جو نہ صرف انسانوں کے ظاہری باطنی اعمال پر مشتمل ہوں گے بلکہ انسان نے دنیا میں جو اچھا برا سوچا ہوگا‘ نیت کی ہوگی ان سب کی تفصیل اس کے سامنے آکھڑی ہوگی کسی کو کسی طرف بھاگنے کی نہ فرصت ہوگی نہ ہی موقع ملے گا۔ عدل کرنے والی باخبر ہستی کی نگاہ سے انسان جیسی ذمہ دار مخلوق کا نہ کوئی فعل چھپا ہوگا نہ نیت‘ نہ سوچ وفکر چھپی ہوگی۔ اس آیتِ مبارکہ سے انسان بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کیسی عالی مرتبت اور بااختیار ذات ہے۔

ایسی سوچ وفکر رکھنے والے جو یہ جاننا چاہتے ہیں سمجھنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ کیا ہے انہیں قرآنِ حکیم پر حکمِ الٰہی کے مطابق تدبر کرنا چاہئے‘ تو انہیں معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

ذات عالی کیا ہے' کیسی ہے اور کیوں ہے؟ ذیل کی آیات یہی دعوتِ تدبر دے رہی ہیں یوں تو پورا قرآنِ پاک اللہ کے وجود پر گواہی دے رہا ہے۔ سورۂ الروم ایسی ہی سوچ والوں کی ہدایت کا سامان مہیا کر رہی ہے' خصوصاً الروم کی آیت ۶ سے لے کر ۵۱ تک کی آیات دعوتِ فکر دے رہی ہیں' یہاں صرف درمیان کی تین آیات پیش کی جا رہی ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے بجلیاں چمکاتا ہے' اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے' اس میں (بھی) عقل مندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (الروم۔۲۴)

بجلی کی چمک اور بادلوں کے گرجنے سے انسان فطری طور پر ڈر جاتا ہے کہ کہیں بجلی گر نہ پڑے لیکن ساتھ ہی اسے امید بندھ جاتی ہے کہ بارش ہوگی' فصلیں تیار ہو جائیں گی' اس کے ساتھ اسے یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کہیں طوفانی بارشیں نہ ہوں جو سب بہا کے لے جائے' اگر غور کیا جائے تو یہ حیات بعد الموت کی نشان دہی بھی ہے اور اس حقیقت کی عکاس بھی کہ اس سارے نظام کو چلانے والا' قائم رکھنے والا' اللہ کا وجود ہی ہے جو تمام مخلوقات کا خالق ہی نہیں پروردگار بھی ہے۔ کائنات میں چاروں اطراف اللہ کے ہونے اور ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہونے کا اظہار بھی ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ اور اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں' پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے۔ (الروم۔۲۵)

Marfat.com

یعنی اللہ کے تکوینی حکم کے آگے سب بے بس اور لاچار ہیں' صرف یہی نہیں کہ اس کے حکم سے ایک دفعہ وجود میں آ گئے بلکہ ان کا مسلسل قائم رہنا اور تمام نظاموں کا چلتے رہنا یہ سب اسی ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اگر ایک لمحے کو بھی اس کا حکم نہ رہے تو یہ سارا نظام کائنات یک لخت درہم برہم ہو کر بکھر جائے۔ کائنات کامدبر و خالق اللہ تعالیٰ جس نے انسان کو اور اس کے لئے اس ساری کائنات کو پہلی بار بغیر کسی نمونے و مثال کے پیدا کیا ہے اُس کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کونسا بڑا اور اہم کام ہو گا۔ اللہ کے صرف ایک حکم کی بدولت آغازِ آفرینش سے لے کر آج تک اور قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے سب کے سب انسان زمین کے ہر ہر گوشے سے نکل کھڑے ہو جائیں گے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝۲۶

ترجمہ:۔اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اُسی (اللہ) کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے۔(الروم۔۲۶)

ان تمام قرآنی آیات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا تمام مخلوقات کا تمام کمالات اور اپنی عظیم ترین قدرتوں کا مالک و مختارِ کل اور اعلیٰ و برتر ہے۔

معرفتِ الٰہی' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے وجود کا یقین کامل ہی اسلام کا بنیادی مرکز ہے اور اگر ایک اکیلے اللہ کے وجود کا یقین ہی نہ ہو تو پھر انسان کا ہر عمل بے روح و بے قیمت ہو جاتا ہے۔ اطاعتِ الٰہی اور الحاد یہ دو متضاد نقطہ ہائے نظر ہیں اور انسانی زندگی پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دونوں نقطہ نظر انسانی زندگی پر مختلف اثرات ڈالتے ہیں۔ اللہ کا منکر دولت و اقتدار پا کر ظلم و شیطانیت کا پیکر بن جاتا ہے' کیونکہ اسے اپنے سے بالاتر کسی ہستی کے سامنے جوابدہ ہونے کا خوف ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ اہلِ ایمان' اطاعتِ الٰہی کرنے والا انسان خوفِ الٰہی میں مبتلا ہوتا ہے وہ ظالم اور مفسد بننے سے اللہ کے خوف اور اپنے اعمال کی جوابدہی کے باعث باز رہتا

Marfat.com

ہے۔ ملحد، منکر و مفسد شخص میں چونکہ اللہ سے ڈرنے کے خوف کا تصور تک نہیں ہوتا اس لئے جب اس کے مادی وسائل ختم ہو جاتے ہیں یا چھن جاتے ہیں تو وہ اس بات سے خوف زدہ ہو کر ہراساں اور پریشان ہو جاتا ہے کیونکہ اسے اپنے مادی سہاروں پر ہی بھروسا ہوتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا سہارا اور امید ہوتی ہے وہ اپنی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود بھی کسی طرح کے خوف مایوسی ناامیدی کا شکار نہیں ہوتا۔ یہی بات قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے۔

وَلَا تَايْـَٔسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْـَٔسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ کی رحمت سے صرف کافر و منکر (ہی) مایوس ہوتے ہیں۔ (یوسف۔۸۷)

سورۂ الحجر کی ۵۶ آیت میں بھی اس بات کو اس طرح کہا گیا ہے۔ (ترجمہ) ''گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔''

انسان اپنے اردگرد رات دن نہ صرف دنیا کو بلکہ دنیا کے تمام مظاہر کو بھی دیکھتا، سمجھتا ہے، انہیں اپنے آرام و سہولت کے لئے استعمال کرتا ہے، اور کائنات کو دیکھتا ہے اور ان کے بارے میں اس کا تجسس اسے بتاتا سمجھاتا ہے کہ اس زمین و آسمان اور دنیا اور کائنات کی تمام چیزوں اور نظام کو پیدا کرنے والی کوئی ذات ضرور ہے، کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، جس نے یہ سارا نظامِ کائنات اور نظامِ حیاتِ مخلوقات قائم کیا، بنایا اور اُسے بغیر کسی تعطل کے، بغیر کسی رخنے کے چلا رہا ہے اور ان سب کی پرورش و نگہداشت بھی کر رہا ہے، علماءِ عالم کے مطابق دنیا حادث ہے اور ہر حادث کے لئے سبب اور خالق کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ خالقِ کائنات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اس سارے کارخانۂ قدرت کو بنایا ہے اور چلا رہا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰہُ جَلَّ شَانُہٗ

لفظ ''اللہ'' کے سلسلے میں اہلِ بصارت و بصیرت حیرت زدہ ہیں۔ اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں جس طرح عقلِ انسانی ٹھوکریں کھاتی ہے اسی طرح صفاتِ الٰہی کے بارے میں بھی حیرانی اور ششدر رہ جانا ہی مقدر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ''اللہ کی صفات کے بارے میں تمام وصفی نام متحیر ہیں' زبانوں کے قواعد گم ہوکر رہ گئے ہیں۔ (تفسیر البیضاوی۔ا:۵)

لفظ ''اللہ'' ربّ کائنات کا اسمِ ذات بھی ہے اور اسمِ صفات بھی ہے۔ کیونکہ اللہ ہی الٰہ یعنی معبود ہے لہٰذا وہ جملہ صفات کا حامل ہے جن کو از روئے لغت 'الٰہ' کا محمول تصور کیا جاتا ہے۔ مثلاً 'الٰہیت' محبت' حیرت و درماندگی' عجز فہم لفظ اللہ علم ہے اور جامد للفرد نہ یہ کسی سے مشتق ہے اور نہ اس سے کوئی دوسرا لفظ مشتق ہے۔

اسلام سے پہلے کے عربوں کے خیال سے قطع نظر قرآن مجید کا خطاب صرف خاص عربوں سے نہیں ہے بلکہ تمام عالمِ انسانیت سے ہے۔ وہ سب پر واضح کرتا ہے کہ دعا اور پرستش (یعنی مانگنے اور عبادت) کے لائق اور نفع ونقصان کی مالک صرف ایک ہی ہستی ہے اور اس ہستی کا نام اللہ ہے۔

دنیا کی کسی بھی زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو معناً اللہ کے مترادف ہو۔ قرآن مجید ہی کی بدولت اس کا سلبی اور ایجابی مفہوم متعین ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہمارا بلکہ تمام انسانیت

Marfat.com

کا تعلق کیا ہے یہ؟ کتبِ الٰہی کے ذریعے ہی معلوم ہوا ہے اور اہلِ ایمان مسلمانوں کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حقیقت واہمیت اور انسان سے تعلق خاص کی خبر اور اطلاع بھی قرآنِ حکیم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی ہوئی ہے اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے، نہ تھی کہ انسان کو اللہ سے اپنے تعلق کے بارے میں درست معلومات حاصل ہوسکتیں۔ منکرین اور ملحدین جو ذاتِ باری تعالیٰ سے انکاری ہیں اور مادیت کی باتیں کرتے ہیں ان کے پاس بھی ذاتِ باری تعالیٰ سے انکار وانحراف کے لئے کوئی ٹھوس دلیل ومعلومات نہیں ہیں سوائے اس کے کہ سب کچھ آئینے کی مانند صاف اور سامنے آجانے کے باوجود وہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر خود کو حق سے دور کرتے چلے جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام عالموں یعنی کائنات کے عظیم ترین نظام کو پیدا کرنے سے پہلے اپنی ہر ہر مخلوق کے تمام اعمال وافعال حرکات وسکنات کو لکھنے کا قلم کو حکم دیا جس نے حکم الٰہی سے ابتدائے آفرینش سے لے کر آخرت کے قیام اور اس کے بعد تمام انجاموں کو لوحِ محفوظ پر لکھ دیا۔ یقیناً یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو بڑا ہی مدبر، حکیم ودانا ہے کی اپنی تمام اور ہر قسم کی مخلوقات کے بارے میں مکمل منصوبہ بندی ہی ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق ومالک ہے، جس نے انسان کو خصوصی طور پر تخلیق فرمایا اور اپنی تمام مخلوقات میں خصوصی شرف بخشا ہے، اس کی خصوصیات وفطرت کو بھی اُس نے ہی پیدا کیا اور بنایا ہے، اس لئے وہ خوب جانتا ہے کہ اس میں کیسی خوبیاں اور خامیاں اُس نے رکھی ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مخلوق کے طور پر خصوصی اختیارات اور تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ابتدا سے ہی اس کی رہنمائی اور تربیتِ حق کے لئے اپنے نامزد منتخب لوگ پیغمبر رسول اور نبی کے طور پر بھیجتا رہا ہے۔ ان سب کی اطلاع وخبر ہمیں اللہ کے آخری رسول نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی قرآنِ کریم کے ذریعے دی گئی ہے۔

Marfat.com

قرآنِ کریم ہی کے ذریعے انسان کو نہ صرف اطاعت و بندگی کا مفہوم سمجھایا گیا ہے بلکہ قوانینِ الٰہی سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔ ایسے تمام لوگوں اور سوالات کا جواب بھی مفصل دیا گیا ہے جو یہ سوالات کرتے ہیں۔

(۱) اللہ کون ہے؟

(۲) اللہ کیا ہے؟

(۳) اللہ کیسا ہے؟

ان تمام سوالات کے اور ان جیسے دیگر سوالات کے جواب اور رہنمائی ہمیں قرآنِ کریم سے مل جاتی ہے۔ زندگی کے ہر دوراہے پر اس کی رہنمائی ہمیں راستے دکھاتی ہے اور راہِ حق کا پتہ دیتی ہے' اور یہی کتابِ مبین ہے جو ہمارا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ سے جوڑتی اور مضبوط کرتی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی حقیقت واہمیت کا ادراک دیتی ہے۔ قرآنِ کریم اول تا آخر اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے چاہے وہ احکاماتِ الٰہی ہوں' قوانینِ الٰہی ہوں' یا حادثات و واقعات سماوی ہوں سب کا ایک ہی مضبوط ترین حوالہ ہے وہ ہے "لا الٰہ الا اللہ" یعنی کوئی نہیں معبود اللہ کے سوا اس پر ایمان لانا یقیناً ایک انقلابی تصور ہے جبکہ انسانیت جہالت کے گہرے اندھیروں میں بھٹک رہی ہو' شیطان اپنے چنگل میں پھنسا کر نچا رہا ہو' ایسے میں اس امر کا اقرار کرنا اور اعلان کرنا کہ کائنات میں کوئی طاقت نہیں ایک اکیلے اللہ کے سوا' جس کے آگے سر جھکایا جائے جس سے مدد مانگی جائے' جس کی اطاعت و بندگی کی جائے' یہ حق صرف قوانینِ الٰہی کے مطابق بس اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ترین ذاتِ عالی کو ہی حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کون ہے؟ وہ کیسا ہے اور اس کی ذاتِ عالی کیسی ہے؟ ان سوالوں کا جواب بھی ہمیں قرآنِ حکیم میں مل جاتا ہے' انسانی آنکھ میں اس کے بنانے والے تخلیق کار خالق و مالک اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ قوت بصارت ہی نہیں رکھی کہ وہ ذاتِ ربِ کریم کو دیکھ سکے' اس لئے انسانی آنکھیں

Marfat.com

لاکھ کوشش کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کا نہ مکمل ادراک کر سکتی ہیں نہ ہی اسے دیکھ سکتی ہیں۔ انسان کی آنکھ کی بینائی کی اس نارسائی کا ان کے خالق کو تو پورا پورا ادراک ہے وہ ذاتِ عالی تو ہر باریک سے باریک نقطے کو سمجھتا ہے اور ذرّے ذرّے کی پوری طرح خبر رکھتا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

ترجمہ:۔ نہیں گھیر سکتیں اسے نظریں اور وہ سب کو گھیرے ہوئے ہے، سب نظروں کو اور وہ بڑا ہی باریک بین (اور) پوری طرح باخبر ہے۔ (الانعام۔۱۰۳)

تفسیر:۔ ادراک کے معنی کسی چیز کو گھیر لینے اس کا احاطہ کر لینے پوری طرح باخبر ہونے کے ہیں، اور احاطہ کرنا یا گھیرنا اس چیز کا ہی کیا جا سکتا ہے جو محدود و مسخر ہو اور کسی خاص جہت میں پائی جاتی ہو۔ اس کا احاطہ کرنا ممکن ہوگا۔ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے علم محیط سے باہر نہیں ہو سکتی، لیکن انسانی آنکھیں اللہ کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اور اگر اس سے مراد روئت بصری ہو تو اس کا تعلق دنیا سے ہوگا یعنی دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن یہ صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت والے دن اہلِ ایمان، اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہ دیکھنے کا تعلق صرف دنیا کی زندگی سے ہے۔ جبکہ معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا اور آخرت میں ناممکن ہے جو قطعی غلط ہے کیونکہ قرآن کریم میں سورۃ القیامتہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔" دنیا کے بعد کی زندگی چونکہ دائمی زندگی ہوگی اور انسان کو دنیا میں ملنے والا محدود ارادے کا اختیار ختم ہو چکا ہوگا آخرت کی زندگی کے قواعد و ضوابط قطعی مختلف، حقیقی اور دائمی ہوں گے وہاں انسان اپنے ارادے سے کچھ نہیں کر سکے گا، ہاں اُس کی خواہشات سب فوری پوری ہوں گی یہ بھی اللہ کی

Marfat.com

اہلِ جنت کے لیے خصوصی عطا ہوگی۔

پیغمبر دنیا میں اللہ کا نمائندہ خصوصی ایلچی ہوتا ہے وہ اللہ کے خاص بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی جلیل القدر ہستی جنہیں اللہ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سورۃ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور دیدارِ الٰہی کی خواہش کے ساتھ ساتھ ربِّ کائنات کا جواب اور عمل دونوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے تاکہ اہلِ ایمان بندے خوب اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ انہیں ان کی خواہش اور سوال کا جواب مل سکے۔ انسانی آنکھ اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں دیکھ سکتی۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ:۔ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے وقت پر آئے اور ان کے ربّ نے اُن سے باتیں کیں تو (انہوں نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں' ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے' لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر وہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پس ان کے ربّ نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی تو تجلّی نے اس (پہاڑ) کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے' پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا' بے شک آپ کی ذات منزہ ہے' میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔ (الاعراف۔۱۴۳)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے تمام سوالات کا جو ذاتِ باری تعالیٰ کے سلسلے میں ملحد اور منکرین کرتے رہتے ہیں سب کا مفصل جواب ہی نہیں دیا بلکہ یہ بات بھی خوب

Marfat.com

اچھی طرح بتادی کہ اللہ کا نبی جسے شرف کلام الٰہی بھی حاصل ہوا ہو جبکہ حضرت موسیٰ سے پہلے نہ بعد کسی نبی کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا کہ وہ براہ راست ربِ کائنات سے ہم کلام ہوا ہو۔ ایسے جلیل القدر نبی کے ساتھ جو واقع جس طرح پیش آیا وہ اللہ نے اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمادیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے براہِ راست گفتگو فرمائی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، تو انہوں نے اپنے شوق کا اظہار ''رب ارنی'' کہہ کر کیا جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ''لن ترانی'' فرما کر دیا۔

''یعنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا'' اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی اور ثابت ہوا کہ دنیا میں کوئی انسانی آنکھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کو دیکھنے پر کسی طرح بھی قادر نہیں ہے لیکن روزِ آخرت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جب نئی زندگی عطا فرمائے گا اور سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو ان آنکھوں میں اتنی قوتِ بصارت عطا فرمادے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلوے کو برداشت کر سکے یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا صرف اہل ایمان متقی لوگوں کو ہی یہ سعادت میسر ہو۔ آیتِ مبارکہ میں ربِ ذوالجلال نے واضح فرمادیا ہے اس نے اپنے نبی کی خواہش کو پورا کرنے اور آئندہ آنے والی تمام امتوں اور انسانوں کو آگاہ کرنے کے لئے اپنی تجلی پہاڑ طور پر فرمائی تو وہ پہاڑ رب کی تجلی برداشت نہ کر سکا اور نہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت کر سکے وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

جب انہیں ہوش آیا، تو انہیں معلوم ہوا کہ انسانی قوتِ ادراک کی حدود کیا ہیں انہیں عملاً معلوم ہو گیا کہ انہوں نے یہ سوال دیدار الٰہی کا کر کے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے تب ہی انہوں نے فوراً ہی اعتراف کیا کہ اے مالکِ دوجہاں تیری ذات پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں میں نے اپنی حدود سے تجاوز کیا، میں پہلا مسلمان ہوں کیونکہ رسول تو پہلا مسلمان ہی ہوا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہے سب سے پہلے وہ اپنی رسالت اور اپنے اوپر نازل ہونے والے کلامِ

Marfat.com

الہٰی پر ایمان لاتا ہے کیونکہ پیغمبروں کو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان کا اعلان کریں۔ نبی کا سب سے پہلے ایمان لانے کا اعلان قرآنِ کریم میں کافی مقامات پر آیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ وہ تجلیِ الہٰی کیسی تھی! یقیناً کوئی انسان اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بیان کر سکے، نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ یقیناً وہ ایک بڑا ہی حیران کن اور خوفناک منظر رہا ہوگا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کلماتِ الہٰی سن رہے ہوں گے اور ربّ کائنات سے ہم کلامی کے شوق میں ان کی روح سمتِ الہٰی بلند ہو رہی ہوگی۔ ایسی حالت میں وہ یقیناً بھول گئے ہوں گے وفورِ شوقِ الہٰی ان پر حاوی ہو گیا ہوگا ایسے میں انہوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر فرمائش کر دی ہوگی۔ ان کی یہ فرمائش یا مطالبہ جو اس کرہ بشریت کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی امر سمجھانے کے لئے کہ اسے اگر ممکن بنا دیا جائے تو بھی کسی انسان میں وہ طاقت ہی نہیں ہے، جو دیدارِ الہٰی کو برداشت کر سکے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی جلیل القدر ہستی کی فرمائش دیدارِ الہٰی جو ان کی حبّ الہٰی اور شوق و امید کا مظہر ہے کہ وہ عالم شہود میں ذات باری کو دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دوٹوک دیا۔ ”کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔“

لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی ان کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت کا بھی اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھا دیا کہ تم میں وہ طاقت ہی نہیں ہے، اس بات کو ہی دلیل سے اس طرح سمجھایا اور فرمایا۔ ”ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔“ کیونکہ پہاڑ انسان کے مقابلے میں زیادہ جمنے والا ہے اور زیادہ متاثر ہونے والا بھی نہیں ہے اور پہاڑ انسان کے مقابلے میں زیادہ قبولیت کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا۔ لیکن جب ”اُن کے ربّ نے پہاڑ پر تجلی کی تو اُسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ (علیہ السلام) غش کھا کر گر پڑے۔“

اس سارے واقعے کو اگر سمجھا جائے اور سوچا جائے تو یہ ایسی حقیقت ہے جو قرآنِ کریم

Marfat.com

کیو الے سے ربِ کائنات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے تمام عالمِ انسانیت کو سمجھائی ہے۔اس کے علاوہ ہر انسانی کوشش اس سلسلے میں بے معنی اور صرف لفظوں کے ذریعے ذہن انسانی کو الجھانا ہی ہوگا۔جس طرح ہم یہ نہیں سمجھ سکتے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس طرح ہم کلام ہوتے تھے وہ کن ذرائع اور ادراک سے ہدایات اخذ کرتے تھے، کلمات کس طرح کے تھے؟ یہ سب تصورات ہم عاجز بندوں کی محدود قوتِ فکر وفہم کے لئے نا قابل تصور ہیں۔اس لئے کہ ہماری قوتِ مدرکہ محدود ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور ربِ کائنات کا تعلقِ خاص کیا تھا؟ کیسے تھا یہ تعلق ہماری محدود سوچ وادراک میں نہیں سما سکتا اس لئے اس سلسلے میں خاموشی ہی سب سے بہتر ہے۔

آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ قیامت والے دن سب لوگ بے ہوش ہوں گے۔میدانِ حشر میں یہ بے ہوشی اس وقت ہوگی جب اللہ تبارک وتعالیٰ فیصلے کے لئے نزولِ اجلال فرمائیں گے اور جب لوگ ہوش میں آئیں گے تو میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہوش میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا' میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ تھامے ہوئے کھڑے ہیں۔مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا انہیں کوہِ طور کی بے ہوشی کے بدلے میں میدانِ حشر کی بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا گیا۔(صحیح بخاری' تفسیر سورۃ الاعراف۔صحیح مسلم باب فضائل موسیٰ علیہ السلام)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کا تعین راسخ اسلام کا بنیادی مرکز ومحور ہے۔اگر یہی کمزور یا' نہ ہو تو اسلام میں ہر عمل بے روح اور بے قیمت ہو جاتا ہے۔قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ہر دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کو ماننے میں ایک ہی شرط کافروں کا بنیادی موقف رہی ہے کہ ہم اللہ کو کان' آنکھ' یا حواس کی تصدیق کے بغیر نہیں مانیں گے۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو خود سن کر یا

Marfat.com

اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اسے ماننے کی شرط یا ضد کا ذہنی مرض زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی اس ضد کو ان کی نفسیاتی بیماری قرار دیا ہے اور اس کا تجزیہ اس طرح فرمایا ہے۔ سب سے پہلی علامت ان کی جہالت کو قرار دیا پھر ان کے غرور وتکبر اور ظلم و ناانصافی کو کہا گیا اور آخر میں حق سے انحراف اور روگردانی کو قرار دیا ہے۔ ان کی اس بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ:۔ اور بے علم (نادان) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ خود ہم سے کیوں بات نہیں کرتا۔ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ایسی ہی باتیں اُن سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے۔ ان کے اور ان کے (تمام اگلے پچھلے گمراہوں) دل یکساں ہو گئے۔ ہم نے تو یقین والوں کے لیے نشانیاں بیان کر دیں۔ (البقرۃ۔ ۱۱۸)

تفسیر:۔ جب مشرکینِ عرب نے یہودیوں کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہ راست گفتگو کیوں نہیں کرتا' یا اپنی کوئی بڑی نشانی کیوں نہیں دکھاتا؟ جسے دیکھ کر ہم مسلمان ہو جائیں۔ یہی بات آج کے گمراہ اور ملحدین بھی کہتے ہیں۔ مشرکین عرب کے دل کفر وعناد اور انکار وسرکشی میں اپنے بزرگوں کی طرح کے تھے جیسا کہ سورۃ الذریٰت: ۵۲' ۵۳ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''ان سے پہلے جو بھی رسول آیا' اس کو لوگوں نے جادوگر یا دیوانہ ہی کہا' کیا یہ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کر جاتے تھے؟ ۔نہیں یہ سب سرکش لوگ ہیں۔'' یعنی ان میں قدرِ مشترک ان سب کی سرکشی اور انحراف کا جذبہ ہے' اس لئے وہ داعیانِ حق کے سامنے نت نئے اور طرح طرح کے مطالبے رکھتے ہیں' یا انہیں جادوگر اور دیوانہ گردانتے ہیں۔ مشرکین کی فرمائش اور

Marfat.com

مطالبے قرآن حکیم میں کئی جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۹۰ تا ۹۳ میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بار باران کا جواب اپنی آیات کے ذریعے دیا اور آیات کی روشنی میں اسے دیکھنے کی دعوت دی ہے مگر زمانہ قدیم سے لے کر آج تک مرضِ جہالت میں مبتلا لوگ اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقل مند ہونے کے گھمنڈ کے سبب اس فکری گمراہی میں پھنس کر سچائی کو دیکھنے اور سمجھنے سے عاری رہتے ہیں جو ان کی خودسری اور احساسِ کمتری کا مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ العلیم وخبیر ہے اور سمیع وبصیر ہے یعنی جو جاننے والا خبر رکھنے والا سننے والا، دیکھنے والا ہے اور عالم الغیوب ہے یعنی جو باتیں سب سے پوشیدہ ہیں ان تک کو جاننے والا، وہ ذاتِ عالی تو دلوں میں چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جاننے والی ہے۔ اللہ نے حجت تمام کرنے کے لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتابِ الٰہی سونپی اور وہ کوہِ طور پر تورات لینے گئے تو آپؑ کو حکمِ الٰہی ہوا کہ اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر نمائندے بھی لے کر آئیں۔ اسی واقعہ کو قرآن کریم نے سورۃ البقرۃ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔ اور تم یاد کرو جب موسیٰ سے تم نے کہا تھا کہ ہم تمہارے کہنے کا ہرگز یقین نہیں کریں گے، جب تک اپنی آنکھوں سے اعلانیہ تم کو اللہ سے باتیں کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ اُس وقت تمہارے دیکھتے دیکھتے ہی ان کو ایک زبردست بجلی نے پکڑ لیا۔ (البقرۃ۔۵۵)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ منظر کشی فرمائی ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے ستر نمائندوں کی موجودگی میں تورات اور فرقان عطا فرمایا

Marfat.com

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ان نمائندوں کے سامنے پیش کیا' تو اُن میں سے بعض شریر لوگ کہنے لگے کہ ہم محض تمہارے بیان پر کیسے یقین کرلیں اور مان لیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہم کلام ہوا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر بجلی کی کڑک کی صورت نازل ہوا' اور وہ سب الٰہی بجلی کی چمک اور گرج سے مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت پریشان ہوئے' اور اللہ کی بارگاہ میں ان کی زندگی کی دعا کی' جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ دیکھتے ہوئے بجلی گرنے کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں جن لوگوں پر بجلی گری' تو آخیر والے اسے دیکھ رہے تھے' حتیٰ کہ سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو شرف بخشا ہے وہ اپنی جگہ بہت اہم ہے' اللہ تعالیٰ انسان کی ہر خواہش' ہر فرمائش پوری کرتا ہے' اللہ سے مانگنے کا ذریعہ دعا ہے اور اللہ اپنی ذاتِ عالی سے مانگنے کو بہت زیادہ پسند فرماتا ہے۔ دعا کوئی بھی مانگے' کیسے بھی مانگے چاہے وہ اس کا کتنا ہی بڑا نافرمان ومنکر ہو اللہ تعالیٰ اُس کی دعائیں بھی سنتا اور پوری کرتا ہے' ہم اللہ کی شانِ کریمی اور دعاؤں کو سننے اور انہیں پورا کرنے کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ جب ابلیس جیسا نافرمان جس نے حکمِ الٰہی سے سرتابی کرتے ہوئے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے خود کو مردود ملعون کر لیا اور اللہ نے اسے دنیائے آسمان سے نکل جانے کا حکم دے دیا' جب اس نے اللہ سے اس کی شانِ جلالت کی قسم کھا کر دعا مانگی کہ مجھے قیامت تک کی مہلت دے اور مہلت بھی کیوں مانگی اس لئے نہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرنا چاہتا تھا یا اپنے کئے کا پچھتاوا تھا' نہیں بلکہ مزید بغاوت وانحراف کا برملا اظہار کرتے ہوئے کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا اور راہِ حق سے دور لے جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ اس نے دس دعائیں ربِ کائنات سے مانگی۔ قیامت تک کی زندگی کی' لوگوں کو بہکانے بھٹکانے کی' لوگوں کو راہ حق سے ہٹا کر اپنے پیچھے لگانے کی' وہ سب اللہ نے قبول ومنظور فرمائیں اور اس کے مطالبے اور فرمائش کے مطابق اسے وہ تمام مہلت وقوت عطا کر دی جس کی اس نے

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگی تھی، جو قرآن میں کئی جگہ رقم ہے، پھر انسان یہ کیسے سمجھ لے کہ اللہ دعا صرف نیک اور صالح ہی لوگوں کی سنتا اور قبول کرتا ہے اللہ تو تمام عالموں کا ربّ العالمین ہے وہ تو سب کی سننے والا سب کی پرورش ونگہداشت کرنے والا رب ہے بس اس سے تو مانگنا شرط ہے۔

کون کیسا ہے کیا مانگ رہا ہے وہ سب سے واقف اور باخبر ہے۔ وہی ذاتِ عالی سب کی مانگیں پوری کرنے پر قادر ومختار ہے، کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوقات میں انسانوں سے سب سے بڑھ کر محبت وشفقت کا معاملہ کرتا ہے، اس لئے اس کی فرمائش اور مانگ جو وہ اپنی رب کے حضور دعا کی صورت مانگتا ہے، ضرور سنتا اور قبول کرتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی بڑا اطاعت گزار متقی پرہیز گار ہو یا منکر ومشرک کافر ہو، وہ سب کی سنتا ہے اور پوری کرتا ہے۔ کیونکہ وہ سب کا خالق ومالک ہے، کوئی اسے مانے یا نہ مانے لیکن وہ سب کی نگہداشت اور پرورش میں کوئی کمی نہیں کرتا، نہ کسی قسم کی غفلت برتتا ہے، کہ یہ تو نافرمان منحرف ومنکر ہے یا یہ تو باغی ہیں ان کا رزق روک دیا جائے۔ وہ سب کا پروردگار، سب کی پرورش کرنے والا ہے، اس لئے وہ سب کی سنتا بھی ہے اور ان کی مدد کو پہنچتا بھی ہے، چاہے وہ اللہ کی سنے یا نہ سنے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ نے مسموم ومنحرف ذہنوں کی خواہش اور انہیں مطمئن کرنے اور ان پر اپنی حجت تمام کرنے کے لئے ہی سورۃ النور میں اپنا جلوہ جسے دیکھنے کی انسانی آنکھوں میں طاقت وصلاحیت ہی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود انہیں بتا رہا ہے سمجھا رہا ہے کہ ذاتِ الٰہی کیا ہے؟ کیسی ہے؟

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا (یعنی پوری کائنات کا) اس کے نور کی مثال ایک

Marfat.com

طاق جیسی ہے جس میں چراغ رکھا ہوا ہو اور چراغ شیشے کے فانوس میں ہو اور فانوس (ایسا ہو) کہ جیسے چمکتا ہوا موتی ہو (جیسے تارا چمکتا ہے) اور وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک پڑتا ہے (روشن ہو جائے) چاہے اسے آگ نہ لگے، نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے (اور یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے) اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ (النور۔۳۵)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو سمجھانے کے لئے تمثیل کا انداز اختیار فرمایا ہے اور تمثیل بھی ایسی جو دنیا بھر کے انسانوں کی سمجھ میں آسانی سے آجائے۔ اس تمثیل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مبارک کو چراغ کی روشنی سے تشبیہ دی ہے جبکہ طاق سے کائنات کو تشبیہ دی گئی ہے اور فانوس سے مراد وہ پردہ ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے آپ کو نگاہِ خلق سے چھپا رکھا ہے۔ گویا یہ پردہ خفا کا پردہ نہیں یعنی پوشیدگی یا چھپنے کا نہیں بلکہ شدتِ ظہور کا پردہ ہے۔ نگاہِ انسانی جو اس کو دیکھنے سے عاجز ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ درمیان میں تاریکی حائل ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ درمیان کا حائل پردہ اتنا شفاف ہے کہ اس شفاف پردے سے گزر کر آنے والا نور ایسا شدید و بسیط اور محیط ہے کہ محدود طاقت رکھنے والی بینائیاں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ انسانی آنکھوں کی کمزور بینائیاں صرف ان محدود روشنیوں کا ادراک کرسکتی ہیں جن میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، جو کبھی زائل ہوتی ہیں اور کبھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس کے مقابلے میں کوئی تاریکی موجود ہوتی ہے جو اپنی ضد کے سامنے آکر نمایاں ہوتی ہیں۔ لیکن نورِ حق مطلق نور ہے۔ جس کا نہ کوئی مدمقابل ہے اور نہ وہ کبھی زائل ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے۔ وہ تو سدا سے ہے اور سدا ایک ہی شان سے ہر طرف چھایا رہتا ہے اس کا ادراک انسانی بس سے باہر ہے۔

آسمانوں اور زمین کا لفظ قرآن کریم میں بالعموم ''کائنات'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

Marfat.com

اسی لئے آیت کا ترجمہ ہو گیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا نور ہے' نور سے مراد وہ چیز ہے جس کی بدولت اشیاء کا ظہور ہوتا ہے۔ یعنی جو آپ سے آپ ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے۔ انسان کے ذہن میں نور اور روشنی کا اصل مفہوم یہی ہے۔ کچھ نہ سوجھنے یا نہ دکھائی دینے کا نام انسان نے اندھیرا' تاریکی' ظلمت رکھا ہے' اور اس کے برعکس جب سب کچھ سجھائی دے' دکھائی دینے لگے اور ہر چیز ظاہر ہو جائے تو انسان کہتا ہے کہ روشنی ہو گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے لفظ نور کا استعمال اسی بنیادی مفہوم کے لحاظ سے استعمال ہوا ہے۔ معاذ اللہ اس معنی میں نہیں کہ وہ کوئی روشنی کی شعاع ہے جو سورج کی شعاع کی طرح ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے' اور انسانی آنکھ کے پردے پر پڑ کر دماغ کے مرکزِ بینائی کو متاثر کرتی ہے۔ روشنی کی یہ مخصوص کیفیت اس معنی کی حقیقت میں شامل نہیں ہے جس کے لئے انسانی ذہن نے یہ لفظ اختراع کیا ہے' بلکہ اس پر اس لفظ کا اطلاق ہم ان روشنیوں کے لحاظ سے کرتے ہیں جو اس ساری دنیا کے اندر ہمارے تجربے میں آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے انسانی زبانوں کے جتنے بھی لفظ بولے جاتے ہیں وہ اپنے اصل بنیادی مفہوم کے اعتبار سے بولے جاتے ہیں نہ کہ ان کے مادّی مدلولات کے اعتبار سے۔ مثلاً "ہم اللہ کے دیکھنے کا لفظ بولتے ہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے یا دیکھتا ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں اور حیوانوں کی طرح آنکھ نامی عضو کے ذریعے دیکھتا ہے۔ اور جب انسان اللہ کے لئے سننے کا لفظ ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ انسانوں کی طرح کانوں سے سنتا ہے۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کے لئے پکڑ اور گرفت کے لفظ ادا کرتے ہیں تو اس کے معنی بھی یہ نہیں کہ وہ ہاتھ نامی آلہ سے پکڑتا ہے۔ یہ سب الفاظ یا ان کے ہم معنی الفاظ ہمیشہ صرف اطلاقی شان میں بولے جاتے ہیں اور صرف ایک کم عقل انسان ہی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ سماعت' بصارت اور گرفت کی کوئی دوسری صورت ان محدود اور مخصوص قسم کی سماعت' بینائی اور گرفت

Marfat.com

[illegible] روشنی [illegible] کی طرح نور کے لئے یہ خیال کرنا ایک ایسی شعاع ہے جو [illegible] نکل کر آنکھ پر منعکس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مصداق اس مفرد معنی [illegible] نہیں ہے یعنی اس عظیم تر کائنات میں صرف وہی ایک اصل سبب ظہور [illegible] تاریکی اور ظلمت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

[illegible] نور کا لفظ علم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں تاریکی [illegible] بیان ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس معنوں میں بھی کائنات کا نور ہے کہ تمام [illegible] ملتا ہے تو اس کی ذاتِ عالی سے ہی مل سکتا ہے۔ اس سے فیض [illegible] تاریکی اور ضلالت کے سوا کچھ ممکن نہیں۔

[illegible] کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اگر اللہ نہ ہوتا تو نہ آسمان ہوتا نہ زمین ہوتی [illegible] ان میں کسی کو ہدایت نصیب ہوتی [illegible] وہ اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین [illegible] اس کی کتاب قرآنِ مجید نور ہے اللہ کے رسول آخر الزماں (بہ حیثیت صفات [illegible] دونوں کے ذریعے زندگی کی تاریکیوں میں انسان رہنمائی اور روشنی حاصل کرتا ہے [illegible] چراغ اور بجلی کے بلب سے انسان روشنی حاصل کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ سے [illegible] کا نور ہونا ثابت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ''[illegible] اللہ اس کی ذات نور ہے اس [illegible] ظاہری اور معنوی نور کا خالق ہے۔ اس کا عطا کرنے والا اور اس کی طرف ہدایت [illegible] ایک اللہ ہے۔ (الیسر التفاسیر)

اللہ نور السموٰت والارض: ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔'' یہ بڑی ہی عجیب آیت ہے [illegible] اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مبارک کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے اس کی ذاتِ عالی [illegible] کا نور ہے۔ آیتِ مبارکہ کا حکم اپنی خوش گوار حیرت انگیز روشنی سے پوری کائنات کو [illegible] انسان غور و فکر کرے تو اس کے تمام اعضاء اس کی روح، سوچ و شعور اس کا دل و دماغ

Marfat.com

اس کا باطن روشن ہو جائے۔ یہاں تک اسے ساری کائنات پرنور اور چمکدار ہوتی نظر آنے لگے۔ جب انسان کی نظریں اور اس کے نظریات اس نورِ الٰہی سے منور ہوتے ہیں تو تمام حجاب تمام پردے سرکتے چلے جاتے ہیں اور ہر چیز نور کے سمندر میں تیرتی چلی جاتی ہے اور ہر چیز کی کثافت دور ہو جاتی ہے۔ اور انسان حقیقی خوشی اور لذت سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اور یوں نظر آتا ہے کہ پوری کائنات کُل کی کُل نورِ مطلق ہے، اور ہمہ گیر نور کے لئے کوئی حدود قیود نہیں ہیں۔

اس نورِ الٰہی سے ہی کائنات کا قوام (مادہ) اور نظام قائم ہے۔ کائنات کا جوہر اور وجود اسی نور سے ہے۔ یہی نور کائنات میں اٹل ناموس کی تخلیق کرنے والا ہے۔ انسانوں نے اس عظیم حقیقتِ نورانی کے ایک بہت ہی محدود حصے کا ادراک حال ہی میں حاصل کیا ہے۔ انسان نے جب مادہ کو توڑا یعنی ایٹم کو توڑا تو اس ایٹم کے بکھرنے کی وجہ سے مادہ ناقابل گرفت نوری شعاعوں کی شکل اختیار کر گیا۔ (آج ہم نے جو جوہری طاقت حاصل کی ہے وہ مادہ یعنی ایٹم کو توڑ کر فرسودہ کر کے حاصل کی ہے) یہ شعاعیں کیا ہیں یہ نور ہی نور ہیں ان شعاعوں کے مادّے اور قوام سے ہی نور نکلا ہے۔ ایک ذرہ یعنی مادّے کا آخری یونٹ ذرہ کیا ہے یہ کہرباہ اور الیکٹرون ہیں جو ایٹم کے ٹوٹنے کے وقت محض روشنی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ مادہ جتنا زیادہ توڑا جائے گا اس سے اتنی ہی زیادہ روشنی پیدا ہو گی جو، جوہری قوت کا مظہر ہوتی ہے۔

یہ انسانوں کے لئے ایک ایسی مثال ہے جو انسان کے محدود ادراک کے لئے ایک قطعی غیر محدود ذات کے تصور کو قریب کرتی ہے ایک نہایت ہی چھوٹے نور کی مثال کو پیش کیا جاتا ہے جس کو انسانی تصور سمجھ سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اصل نور کا ادراک انسانی تصور کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اس لئے آیتِ مبارکہ میں نور کی ایک چھوٹی سی مثال پیش کی گئی ہے تاکہ انسان سمجھ سکے کیونکہ انسانی ادراک نور کے اُن آفاق کا نہ احاطہ کر سکتا ہے نہ حدود کا۔

جیسا کہ آپ ان سطور سے قبل پڑھ چکے ہیں کہ طاق سے کائنات کو تشبیہہ دی گئی ہے جس میں

Marfat.com

نور کا چراغ سجا ہوا ہے۔ طاق اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس میں چراغ رکھا جاتا ہے تا کہ اس کی روشنی سے پورا کمرہ منور اور روشن ہو سکے۔ طاق میں رکھا ہوا چراغ ایک شفاف اور ایسے چمکتے ہوئے فانوس میں محفوظ ہے جس کی چمک ستاروں جیسی ہے۔ فانوس جہاں روشنی کو منبع نور کو ہوا سے بچاتا ہے وہیں اس کے نور کو اپنی شفافیت سے خوب منعکس بھی کرتا ہے اس طرح نور صاف ہو جاتا ہے اور اس کی نورانیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی سوچوں سے پوری طرح آگاہ ہے اس لئے ہی یہاں ایسی تمثیل پیش کی گئی ہے جس سے انسانی فہم وادراک پوری طرح آشنا ہے یہ سب اس لئے نہیں کہا یا بتایا جا رہا کہ انسانی سوچ وفکر اس چھوٹے سے نمونے تک ہی محدود ہو کر رہ جائے۔ اس چھوٹے سے چراغ کی مثال تو اس حقیقت کی طرف صرف اشارہ کے لئے اختیار کی گئی ہے۔

اور جو چراغ زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے اس کی روشنی دیگر تمام تیلوں سے زیادہ صاف شفاف اور تیز ہوتی ہے کیونکہ دیگر تیلوں کی طرح زیتون کے تیل میں کثافت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے زیتون کو اور زیتون کے درخت کو جو تقدس حاصل ہے اس کا ذکر قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے یہاں اس کی طرف صرف اشارہ ہے کہ ایک تقدس مآب درخت کے مقدس پھل کا تیل بھی اتنا ہی مقدس پاک وصاف ہوگا ظاہر ہے اس کی روشنی بھی ایسی منور اور صاف ہوگی۔ زیتون کا وہ درخت جو طور سینا (جس کی قسم رب کائنات نے سورۃ التین میں کھائی ہے) پر پیدا ہوتے ہیں اُس کا تیل جو اپنی خوبی وخواص میں ہر طرح سے استعمال کے لئے بہترین ہے چاہے وہ کھانے کے لئے استعمال ہو یا جلانے کے لئے استعمال ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے اس ادنیٰ سے نمونے زیتون کے درخت میں ایسی خوبیاں جمع فرما دی ہیں کہ اس کا پھل اس کی لکڑی غرض ہر چیز کار آمد اور مفید بتائی جاتی ہے۔ اس سارے بیان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس درخت کا تیل ہر قسم کی کثافتوں سے آلائشوں سے پاک وصاف شفاف ہوتا ہے کہ وہ بھڑ کنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ آگے چل کے اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت

Marfat.com

کے ذریعے اس کی خصوصیات کے بارے میں پیدا ہونے والے ابہام کو یہ کہہ کر دور کر دیا کہ یہ کوئی مخصوص درخت نہیں ہے نہ یہ مشرقی ہے نہ مغربی اور نہ یہ محدود اس کا تیل مشخص (یعنی تشخیص کیا ہوا) یا اپنی نوعیت کا کوئی اور ہی تیل ہے۔ اس تیل میں خود بخود بھڑک اٹھنے کی خاصیت ہے اگرچہ اسے آگ نہ بھی لگائی جائے تب بھی وہ جل اٹھتا ہے یعنی اس میں نورانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ نور علیٰ نور ہے۔ لفظ نور علیٰ نور سے انسانی ذہن خود بخود ذاتِ باری تعالیٰ کے اعلیٰ نورانیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا نور وہ نور ہے جس سے کائنات کا ذرہ ذرہ منور اور روشن ہے اس کے دم سے ہی کائنات کی ظلمتیں اور تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ نور ہے کہ جس کی حقیقت کو انسانی ذہن نہیں پہنچ سکتا۔ بس یہ ایک کوشش ہے کہ ہم اس ذاتِ عالی کے ساتھ متعلق ہوا ور تاکہ اس کی ذات کے ادراک کی کوشش کرتے رہیں اور اپنا تعلق ذاتِ الٰہی سے مضبوط سے مضبوط تر قائم رکھیں۔

آیتِ مبارکہ کے اس فقرے سے انسانی ذہن کی تاریکی صاف ہو جاتی ہے کہ "اس کے نور کی مثال ایسی ہے" اس جملے سے وہ تمام غلط فہمی دور ہو جاتی ہے جو "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔" کے جملے سے کسی کو ہو سکتی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ "اللہ کو نور" کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ اس کی حقیقت بس "نور" ہے۔ جبکہ حقیقت میں تو وہ ایک ذاتِ کامل واکمل ہے جو صاحبِ علم وقدرت ہے صاحب تدبیر وحکمت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ صاحب نور بھی ہے۔ اور اسے نور اُس کے کمالِ نورانیت کے باعث کہا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نورِ مطلق سارے جہانوں کو منور کر رہا ہے مگر اس کا ادراک ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے ادراک کی توفیق اور اس کے فیض سے مستفیض ہونے کی نعمت اللہ ہی جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ ورنہ جس طرح اندھے کے لئے دن رات برابر ہوتے ہیں اسی طرح بے بصیرت انسان جب تک یہ نہ سمجھ لے کہ بجلی چاند ستارے سورج کی روشنی تو روشنی ہے مگر اللہ کا نور اسے بھائی نہیں دیتا۔

Marfat.com

اللہ تعالٰی جو کائنات کا اور کائنات کی ہر چیز ہر ذرے ذرے کا خالق و مالک ہے۔ انسان جب تک یہ نہ سمجھ لے اور اس عقیدے پر مضبوطی سے نہ قائم ہو کہ وہی مالک و خالق ہے وہی ذاتِ باری ہماری نگہبانی و پرورش کرنے والی ہے وہی حاکم و مختار بھی ہے اور ہر ہر طرح سے مکمل اختیار کی مالک بھی ہے۔ اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا' اس کے اقتدار و اختیار پر نہ کسی کی روک ٹوک ہے نہ اُسے کسی طرح تھکن ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں رب کائنات نے ذہنِ انسانی کی فطرت و ساخت اس کے علم و فہم کے ساتھ ساتھ اُس کے محسوسات و حرکات' جذبات و احساسات اور وجدان کی محدود دنیا کے پیش نظر ذاتِ الٰہیہ کے اثبات میں تشبیہ وغیرہ سے کام لیا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ذاتِ الٰہی کا ہم قیاس اپنے مدلولاتِ علم اور مشاہدات' تجربات یا اپنے ذوق وجدان کی بناء پر کرسکیں۔

اللہ تبارک و تعالٰی جو انسانی عقل و فہم اور ادراک کا خالق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ انسان کو کس طرح مطمئن کیا جا سکتا ہے اس لیے انسانی استعداد اور فہم کے مطابق اللہ اس سے خطاب فرماتا ہے تاکہ بندوں کے ذہن میں اُس کی ہستی کا شعور پیدا ہو سکے۔ گو کہ اللہ تعالٰی کی ذات عالی انسانی فہم و ادراک' وہم و خیال سے بلند تر ہے بے شک انسان اللہ کی ذات سے بے خبر ہے لیکن اللہ بندوں کی رہنمائی انسان کی عقل و فکر علم و عمل کے ذریعے کرتا ہے اس کے ذریعے اتنا تو جان سکتا ہے کہ اللہ کی ذات ایک کامل و مکمل ذات ہے جو سراسر محمود ہستی ہے۔ جسے ہر اچھے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ تشبیہ کا چونکہ انسانی ذات اور کائنات سے تعلق ہے اس لیے جو تعلق انسانی ذات' کائنات کا ذاتِ الٰہی سے ہے اُس سے انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کے اور اُس کے خالق و رب کے درمیان کیسا اور کیا رشتہ ہے اگر انسان اس رشتے کو سمجھ لے جس نے ایمان و یقین کو پالیا ہے تو انسان کو ذاتِ الٰہی سے اپنے مضبوط و محکم رشتے کا ادراک ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللّٰہ

اللہ کی ذات کے بارے میں قرآن کریم کیا کہتا ہے؟

اللہ کے اختیار کی مٹھی میں اس کی قدرت کی گرفت میں ساری کائنات ہے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار و اقتدار حاصل ہے۔ اللہ جلِ شانہ اپنی تعریف قرآن کریم میں کئی جگہ فرمارہے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحشر کی آخری آیات میں ارشاد ہورہا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ (۲۲) وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس (حقیقی ہر عیب سے پاک) سراسر سلامتی، امن دینے والا نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے

Marfat.com

ہیں۔ (۲۳) وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔ (۲۴) (الحشر۔۲۲ تا ۲۴)

تفسیر:۔ ان آیاتِ مبارکہ میں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وشان بیان کی گئی ہے وہیں ہمیں یہ بھی بتایا اور سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کیسا معبود ہے اور اس کی صفاتِ عالی کیا ہیں اور کیسی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہی ہے جس نے اپنے بندوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے اپنا کلام قرآن کریم کے ذریعے بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داری اہلِ ایمان پر ڈالی ہے جس سے منکرین، ملحدین، مشرکین سرتابی وانحراف کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ ایک روز جب یوم آخر ہو گا سب کو اللہ کے حضور پیش ہو کر اپنے تمام اعمال وافعال کی جوابدہی کرنا ہوگی، آیات میں جن صفاتِ الٰہی کا بیان آیا ہے اور جس طرح سے آیا ہے، اس کا اثر قلبِ مومن پر از خود بڑا گہرا احساس پیدا کرتا ہے۔ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا سابقہ جس ہستی سے ہے، وہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہے بلکہ بڑی ہی عظیم اور جلیل القدر ہستی ہے۔ قرآنِ کریم میں جگہ جگہ بار بار اللہ تعالیٰ کی صفات کو بے نظیر طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ذاتِ الٰہی کا نہایت ہی واضح تصور حاصل ہوتا ہے۔

اس سے پہلے کہ آیات کی تشریح وتفسیر کی طرف بڑھیں ضروری معلوم ہوتا ہے ذاتِ باری تعالیٰ کی صفاتِ عالی کے بارے میں قرآن حکیم کی ایک اور آیتِ مبارکہ جو افضل آیت قرار پائی ہے اور آیتِ کرسی کے نام سے جانی جاتی ہے کو بھی شامل تشریح کر لیا جائے تا کہ بات کی اہمیت واضح ہو کر سامنے آ جائے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلال اور علوِ شان اور اس کی قدرت وعظمت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اونگھ آتی ہے زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اُس کا ہے کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اُس سے بھی وہ واقف ہے اور اُس کی معلومات میں سے کسی چیز کا (کوئی دوسرا) احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی (حکومت) کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے۔ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ (البقرۃ۔۲۵۵)

تفسیر: سورۃ البقرۃ کی یہ آیت مبارکہ "آیۃ الکرسی" کے نام سے مشہور ہے۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی مکمل قدرت وعظمت ارشاد ہوئی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اسی باعث حدیث شریف میں اس آیت کو قرآن شریف کی سب سے افضل آیت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں لفظ کرسی استعمال ہوا ہے جو بالعموم حکومت واقتدار کے استعارے کے طور پر بولا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت واقتدار بلاشرکتِ غیرے پوری کی پوری کائنات بلکہ تمام عالم (کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ ربّ عالمین ہے یعنی کسی ایک عالم کا نہیں تمام عالموں کا رب ہے) اُس کی ذات ابدی یعنی غیر فانی ہے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ ہی زندہ رہنے والی ہے۔ اُس کی زندگی کسی کی بخشی ہوئی یا تخلیق کی ہوئی نہیں بلکہ وہی سب کو زندگی اور اسبابِ زندگی بخشنے والی ہستی ہے۔ وہ آپ ہی اپنی حیات سے زندہ ہے۔ اور اُس کے ہی بل بوتے پر ساری کائنات کا نظام قائم

Marfat.com

ہے۔ وہ اپنی اس عظیم ترین سلطنت کے جملہ اختیارات کا پوری طرح خود ہی مالک و مختار ہے۔ نہ دوسرا نہ اس کی ذات میں نہ ہی اس کی صفات میں کسی طرح شریک ہو سکتا ہے اور نہ اس کے اختیارات میں اور نہ اس کے حقوق الٰہی میں اور جو لوگ کرتے ہیں اللہ کے ساتھ کسی بھی طرح کسی کو شریک کرتے ہیں اس سے کسی بھی طرح کی مدد مانگتے ہیں یا اپنی حاجات روائی کی مانگ کرتے ہیں وہ سب جھوٹ اور شرک میں مبتلا ہیں اور خود اپنے آپ پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

آیت مبارکہ میں رب ذوالجلال نے اپنے غیر محدود اور مطلق اختیارات کا تصور پیش کرتے بتا دیا ہے کہ اس کی حکومت میں نہ تو کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کے ہاں کسی کا ایسا زور چلتا ہے کہ کسی کی سفارش اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر کسی طرح اثر انداز ہو سکے۔ کسی کے پاس وہ علم ہی نہیں ہے جس سے وہ نظامِ کائنات اور اس کی مصلحتوں کو سمجھ سکے۔ انسان ہو یا فرشتے یا دوسری مخلوقات سب کا علم ناقص اور محدود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو ان کی تخلیق کے وقت ان کی ضرورت کا جو علم عطا کیا وہ ان کی ضرورت کے مطابق ہے ہر ایک کی حد مقرر کر دی گئی ہے۔ کائنات کی حقیقتوں پر کسی کی نظر محیط نہیں اپنی مصلحتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ ہی پوری طرح جانتا ہے وہی تمام علوم کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اللہ کی ہدایت و رہنمائی پر عمل کیا جائے۔

انسان چاہے تو بہت بلند مرتبہ ہو سکتا ہے وہ عظمت و سربلندی کے اونچے مدارج طے کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حدود و قیود سے باہر نہیں نکل سکتا اور جب قلب مومن میں بندگی اطاعتِ الٰہی توحید الٰہی کا عقیدہ اچھی طرح جاں گزیں ہو جاتا ہے تو پھر یہ جذبہ عمل اسے مقام عبودیت تک پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کی سرکشی اور تکبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی طبیعت میں عجز و انکساری نرمی پیدا ہو جاتی ہے اس کا دل خوف الٰہی سے کانپتا رہتا ہے۔ جو شخص قرآن کریم کے اندازِ بیان کو سمجھ لیتا ہے پھر وہ کسی قسم کے مباحث و اعتراضات میں نہیں پڑتا۔

سورۃ الحشر کی آیات ۲۲ تا ۲۴ میں اور البقرۃ آیت ۲۵۵ میں رب کائنات نے

Marfat.com

واحد الٰہ ہونے اور اس کے سوا کوئی اور کسی طرح کسی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کا یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے کہ انسان اس کی بندگی وپرستش کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے پاس وہ صفاتِ الٰہی اور اختیاراتِ الٰہی نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں جو اس معبودِ حقیقی کے پاس ہیں' اس لئے عبادات وپرستش کا حق بھی اس مالک وخالق کا ہے' کسی اور کا نہیں۔ باقی تو سب اُس کی مخلوق ہیں اور کسی مخلوق کی عبادت وپرستش خالق کے ہوتے ہوئے نہیں کی جاسکتی۔

قرآنِ حکیم میں ربِّ کائنات کی صفاتِ عالی کو خوب نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن ان دونوں مقامات یعنی سورۃ الحشر کی یہ آخری تین آیات اور البقرہ کی آیت الکرسی میں جو صفاتِ الٰہی بیان کی گئی ہیں اسماء الحسنٰی کا ہی حصہ ہیں۔ اسماء الحسنٰی یعنی اللہ کے تمام اچھے نام کیا ہیں۔ دراصل یہ وہ صفاتِ الٰہی ہیں جن سے اس کی قدرت کی مختلف صلاحیتوں' حیثیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں آپ دیکھ سکیں گے۔ ان آیاتِ مبارکہ میں جن صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہیں۔ ''اللہ اور الٰہ'' یعنی معبود جس کی پرستش وعبادت کی جائے۔ پھر دوسری صفت ''الشھادہ'' آئی ہے' جس کے معنی جاننے والا اور ایسا جاننے والے کے ہیں جو اپنی مخلوقات کی ہر پوشیدہ اور ظاہر سے پوری طرح واقف ہو۔ اس کے ماضی' حال اور مستقبل تک سے واقف ہو۔ اس کے بعد جو صفتِ الٰہی آئی ہے وہ ''الرحیم'' یعنی نہایت رحم والا اور بہت ہی مہربان' اللہ کی ذاتِ عالی ایسی ہے' جس کی رحمت بے پایاں ہیں جن کی وسعت تمام کائنات پر محیط ہے۔ پھر صفتِ الٰہی ''الملک'' آئی ہے جس کے معنی بادشاہ' حاکم' مقتدر یعنی ذاتِ الٰہی جو سارے جہانوں کی بادشاہ ومالک ہے۔ پوری کائنات اسی کی فرماں روائی پر محیط ہے۔ پھر صفت ''القدوس'' آئی ہے' جس کے معنی ہیں تمام عیبوں سے پاک ایسی ذاتِ عالی جس میں کسی قسم کا کوئی عیب یا نقص نہیں ہے وہ ہر برائی جو ذہن انسانی میں آسکتی ہے سے پاک ہے۔ آگے چل کر ''السلم'' کی صفت بیان ہوئی ہے' جس کے معنی سلامتی

Marfat.com

کے ہیں یعنی اللہ کی ذات ایسی ذات ہے جس کو کسی قسم کی نہ کمزوری لاحق ہوسکتی ہے نہ ہی کبھی اس کے کمال کو زوال آسکتا ہے اس کی صفات ہر نقص اور شر سے محفوظ ہے۔ پھر ''المومن'' کہا گیا ہے جس کے معنی امن دینے والا' خوف سے حفاظت کرنے والا' امن دینے والا یعنی اسباب امن مہیا کرنے والے کے ہیں اس کے بعد صفتِ ''المھیمن'' آئی ہے جس کے معنی نگہبان یا گواہ کے ہیں' حفاظت کرنے والے کے ہیں یعنی خبر گیری کرنا اور ذمے داری اٹھانے والا' اس کے بعد ربِ کائنات کی صفت ''العزیز'' آئی ہے جس کے معنی غالب' قوی' قاہر کے ہیں یعنی ایسی زبردست ہستی جس کا کوئی مقابلہ نہ کرسکے۔ پھر ''الجبار'' کی صفت بیان ہوئی ہے جس کے معنی بڑی طاقت والا یا بڑے دباؤ والا کے ہیں۔ یعنی اللہ کی یہ صفت اس کی اس قوت کا اظہار ہے کہ وہ اپنی قوت سے جس چیز کو جس طرح چاہے نافذ کرسکتا ہے اور درست کرسکتا ہے۔ پھر ''المتکبر'' سے خطاب ہوا ہے جس کے معنی عظمت و بزرگی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقت میں سب سے بڑی ہے اور تمام بڑائی اسی کو زیب دیتی ہے۔ وہی ہر قسم کی بڑائی کا مستحق ہے کیونکہ کائنات کی تمام چیزیں اسکے آگے حقیر و پست ہیں۔ وہی ان کا بنانے والا' انہیں قائم رکھنے والا اور ان کی نگہداشت و پرورش کرنے والا ہے۔ وہ ہر شرک سے پاک ہے' اس کا کوئی کسی بھی طرح نہ ادنیٰ درجے میں نہ کسی اور درجے میں کسی طرح بھی کوئی شریک نہیں ہے جو ایسا کہتے ہیں دراصل وہ خود پر ہی ظلم کرتے ہیں۔ پھر صفتِ الٰہی ''الخالق'' آئی ہے جس کے معنی ہر چیز کو پیدا کرنے والا یعنی پوری کائنات اور اس کے ایک ایک ذرّے تک کی تخلیق اور اس کی پوری پوری منصوبہ بندی سے لے کر اس کی مخصوص صورت و شکل میں پیدا کرنے تک کی یہ صفتِ الٰہی ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص و خاص ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت شامل آیت ہے۔ ''الباری'' یعنی ہر چیز کا موجد۔ یہ صفتِ الٰہی بھی اللہ تعالیٰ کے خالقیت سے ہی مشترک ہے اور اس کے بعد آنے والی صفت الٰہی ''المصور'' یعنی اپنی تخلیق کردہ مخلوقات کی طرح طرح کی صورتیں بنانے والا کے ہیں۔ یہ صفتِ الٰہی بھی اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

الخالق صفت سے جڑی ہوئی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے یا کچھ ایجاد کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کی شکل وصورت اور اس کے افعال واعمال کا تعین فرمادیتا ہے۔ یہی صفات الٰہی سورۃ الحشر میں بیان کی گئی ہیں جبکہ سورۃ البقرۃ کی آیتِ الکرسی میں بھی صفاتِ الٰہی بیان کی گئی ہیں۔

ان تمام آیاتِ مبارکہ کے ذریعے انسان سوچ اور سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کیا ہے اس کی قوت اس کا غلبہ واقتدار کیسا ہے اور کس لئے ہے۔ اس حقیقت کے اظہار سے شرک کی بنیادوں پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم اور خصوصاً ان آیات کے ذریعے اپنی غیر محدود حاکمیت اور اپنے مطلق اختیارات کا تصور پیش کر کے یہ بتادیا ہے کہ اُس کی حکومت میں نہ تو کوئی بالاستقلال اس کا شریک ہے اور نہ ہی کسی کا اس کی سلطنت الٰہی میں کسی طرح کا زور چلتا ہے۔ اپنی مصلحتوں کو وہ خود مالک الملک خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ انسان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنی آخرت اور دائمی زندگی کی بہتری اور بھلائی کے لئے اللہ کی عطا کردہ رہنمائی پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا کی مختصر اور عارضی زندگی کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں اور احکامِ الٰہی کے مطابق بسر کرے اور ہر دم اللہ کی قوت وہیبت اور عظمتِ جلال سے لرزتا رہے۔

اسلام میں سب سے اہم اور بنیادی عنصر اللہ کی ذاتِ حق کی موجودگی کا یقین ہے۔ وہ ذاتِ عالی جو حی ہے قیوم ہے اس کی تمام صفاتِ اعلیٰ' ایسے کمالاتِ بے مثال کی حامل ہیں جن میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوسکتی' وہ ہر ہر طرح سے پاک ہے۔ ایک مسلمان یا مومن کے دل ودماغ میں اللہ جلِ شانہ کی تعریف بالکل ویسی ہی ہونی چاہئے جیسی کہ خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے اور جس کی نبی آخر الزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی ہے۔ اہلِ ایمان کو یہ یقینِ کامل ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی پیکر علم وحیات ہے۔ وہی سمیع وہی بصیر ہے یعنی بہت دیکھنے والا ہے ایسا دیکھنے والا جو اپنی ہر صفت میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس ذاتِ عالی کا ہر حال میں موجود ہونا

Marfat.com

برحق ہے۔اس کی موجودگی کا یقین ایسا ہونا جیسے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔جس طرح ہم کسی بھی چیز کو دیکھ کر اس کی موجودگی کا یقین کرتے ہیں۔ایسے ہی اس ذاتِ عالی کا صناع وحکیم ہونے کا یقین یعنی صاحبِ تدبیر وامر ہونا اپنی نوعیت میں بالکل منفرد، بے مثال اور الگ ہونا۔

مومن کا عقیدہ ایسے تمام شبہات سے پاک صاف وشفاف ہونا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفتِ عالی کو کسی بھی صورت مخلوقات میں سے کسی سے مشابہت دی جائے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کو کسی بھی طرح مادی ٹھوس وجود کی صورت تصور کرنا یا کوشش کرنا سب قطعی غلط ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ''مادہ'' چونکہ تغیر پذیر ہوتا ہے۔جو سکڑتا پھیلتا ہے۔مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اپنی تمام صفات وکمالات میں دائم وقائم ہے اور وہ ذاتِ عالی ہر قسم کے تغیر وتبدل کے عمل سے پاک وصاف ہے۔اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہر قسم کی تقسیم وتخلیق کا تصور بھی غلط ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کے بارے میں اہلِ ایمان کے عقیدے کی اصلاح کے لئے قرآن حکیم میں کھلے کھلے اور صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴿٤﴾

ترجمہ:۔آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ (سورۂ اخلاص۔۱ تا ۴)

نوٹ:۔تشریح وتفسیر کے لئے ہماری کتاب تفسیر سورۂ اخلاص ملاحظہ کیجئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے معبود حقیقی ہونے کے بارے میں قرآن حکیم کی سورۃ الانبیاء میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے تاکہ اہل ایمان کے عقیدہ کی اصلاح ہو سکے۔

Marfat.com

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:۔ کیا ان لوگوں نے زمین (کی مخلوقات میں) سے جنہیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کر دیتے ہیں (مرنے کے بعد)۔ اگر آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب، ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔ (الانبیاء۔۲۱۔۲۲)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایسے تمام لوگوں کو مخاطب کر کے دریافت فرما رہا ہے کہ جن جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے ساتھ کسی بھی طرح اگر کسی اور ہستی کو اپنی عبادات و پرستش یا اپنی دعاؤں میں شامل کر لیا ہے تو ان سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ جنہیں تم شریک بنا رہے ہو کیا ان میں اتنی صلاحیت، قوت ہے کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیں؟ اور آگے ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر واقعی زمین و آسمان میں دو یا زیادہ معبود ہوتے اور نظامِ کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتے تو دونوں کا ارادہ و شعور اور اپنی مرضی کارفرما ہوتی، اور جب دو ہستیوں کا ارادہ اور فیصلہ کائنات کا نظام چلاتا تو وہ اس طرح قطعی قائم نہ رہ سکتا اور نہ یوں ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے چلتا نہ چلاتا آتا۔ کیونکہ دونوں معبودوں کے ارادے اور خیال کبھی نہ کبھی ایک دوسرے سے ٹکراتے، ان کی مرضی میں تصادم ہوتا، دونوں اپنے اپنے اختیارات ایک دوسرے کی مخالفت میں استعمال کرتے جس کا نتیجہ، ابتری و فساد ہوتا اور جب ایسا ہوتا تو سارا نظامِ کائنات، سارا کا سارا نظامِ حیات درہم برہم ہو کر بکھر جاتا۔

اس طرح یہ بات بھی صاف اور یقینی ہو جاتی ہے کہ کائنات کا سارا نظام صرف اور صرف ایک ہی عظیم ترین اختیارات و اقتدار والی ہستی چلا رہی ہے۔ جس کا ارادہ اور مشیت سے ہی جو کچھ ہوتا ہے ہو رہا ہے صرف اسی کے حکم سے ہو رہا ہے کائنات کا نظامِ حیات اس بات پر دلیل اور حجت ہے

Marfat.com

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ ذوالجلال میں اس کا کوئی کسی طرح سے شریک نہیں ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ:۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ (الانعام۔۱۰۲)

اسی سورۃ الانعام کی آیت (۱۰۴) اہل ایمان افراد کو دعوت فکر دے رہی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:۔ بلاشبہ اب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی روشنیاں آ گئی ہیں، اب جو بینائی سے کام لے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو شخص اندھا بنا رہے گا وہ خود اپنا ہی نقصان کرے گا، اور کیا میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔ (الانعام۔۱۰۴)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں لفظ بصائر آیا ہے جو بصیرۃ کی جمع ہے۔ جو دراصل دل کی روشنی کا نام ہے لیکن یہاں اس سے مراد وہ دلائل و براہین ہیں جو قرآن کریم نے رہنمائی اور ہدایت کے لئے جگہ جگہ بار بار بیان کئے ہیں، اور جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث مبارکہ کے ذریعے بیان فرمایا ہے جو کوئی ان دلائل کو سمجھ کر ہدایت کا راستہ اپنا لے گا، اس میں اس کا ہی فائدہ ہوگا۔ اور اگر ہدایت کو نہیں اپنائے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ یہی بات سورۂ بنی اسرائیل۔۱۵ میں بھی کہی گئی ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے جو آیتِ مذکور میں ہے۔

آیتِ مبارکہ کا مضمون گو کہ کلامِ الٰہی ہے مگر اسے ادا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا گیا ہے۔ "میں تم پر نگہبان یا پاسبان نہیں ہوں۔" یعنی میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ حق کی روشنی تمہارے سامنے پیش کردوں۔ اس کے بعد تمہارا کام ہے کہ تم آنکھیں کھول کر ایمان کی روشنی سے

Marfat.com

اپنا تو پیروی کرتے ہو یا نہیں یہ دیکھنا تو تمہارا کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تو صرف اتنی خدمت کی گئی تھی کہ حق کی روشنی بندوں تک پہنچا دیں صراط مستقیم کا پتہ بتا دیں سمجھا دیں راستہ پانا اسے اپنانا راہ راست پر چلنا حق کی روشنی کو اپنانا اپنے قلب کی سیاہی دور روشنی سے منور کرنا تو اہل حق کا کام ہے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے حق کو نہیں اپناتے روشنی کو نہیں پاتے اپنی اصلاح نہیں کرتے ہیں تو ان کی گمراہی کی ذمہ داری تبلیغ والوں کا کام نہیں کہ جو کچھ وہ دیکھنا نہیں چاہتے سمجھنا نہیں چاہتے وہ زبردستی انہیں دکھائے اور سمجھائے۔ ان کی ذمہ داری تو حق کی روشنی دکھانا پہنچانا تھی جو وہ پہنچا چکے۔ اب تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس روشنی سے کس قدر فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے قلب کو کس قدر اس سے منور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتیں انسان کے لئے پیدا فرمائی ہیں کہ انسان انہیں دیکھے سمجھے اور غور وفکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کتنی بڑی قدرت و اختیار والا ہے کہ اس نے ہی انسان کی راحت و آسائش کے لئے یہ کائنات اور اس کا سارا نظام پیدا کیا ہے۔ اس کائنات کے ایک ایک ذرے سے اللہ کی حکمت و دانائی کس کس طرح سے عیاں ہے اگر انسان اپنی عقل کا استعمال کرے تو اللہ کی قدرت اس کے وجود اس کے اقتدار و اختیار کے بارے میں بہت کچھ جان سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اہلِ ایمان کی رہنمائی اور غور وفکر کے لئے قرآنِ حکیم میں جو پورا کا پورا کلامِ الٰہی ہے سب کچھ سمجھا دیا بتا دیا ہے بس سمجھنے والی فہم و عقل کے استعمال کی ضرورت ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف قصد کیا، اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو پوری

Marfat.com

طرح) جانتا ہے۔ (البقرۃ۔۲۹)

جیسا کہ البقرۃ کی اس آیتِ مبارکہ میں ربِّ کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کی ہر ہر چیز اس نے پیدا کی ہے اور سب آسمان بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ غرض، کائنات کی کونسی چیز ہے جو اس کے پیدا کرنے سے پیدا نہیں ہوئی۔ انسان اگر اس حقیقت ارضی کو ہی سمجھ لے تو اسے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کا' اس کی قدرت کا مشاہدہ ہو جاتا ہے' اگر خود انسان اپنی ذات' اپنی جسم و جاں پر غور و فکر کرے تو اسے ذاتِ الٰہی کا کمال و اختیار اور ذاتِ الٰہی کا شدید احساس و نظارہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر میں ارشاد فرمایا۔

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۲۹

ترجمہ:۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں' اور اس میں اپنی روح سے پھونک دوں' تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر جانا۔ (الحجر۔۲۹)

یہ آیتِ مبارکہ انسان کو غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے۔ آیتِ مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ جس میں کسی قسم کا کوئی ابہام یا شک نہیں کہ انسان میں جو روح پھونکی گئی وہ ذاتِ الٰہی صفاتِ الٰہی کا ایک عکس ہے ایک پرتو ہے انسان میں جو کچھ صلاحیتیں' حیات' علم' قدرت' ارادہ' اختیار اور دوسری تمام صفاتِ انسانی جن کے مجموعے کا نام روح ہے۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے پھونکی گئی روح کا بالکل ہی ہلکا سا پرتو ہے اسی روح کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا جو دراصل انسان کو نہیں اس روح کو سجدے کا حکم تھا جو روحِ الٰہی کا حصہ ہے۔ انسان میں اللہ نے جو اپنی روح میں سے پھونکا وہ ایسا ہی ہے جیسے سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لی جائے انگلی سے جو قطرہ ٹپکے وہی یا اتنی ہی مقدار روحِ الٰہی کی ممکن ہے اور پھر خود قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے انسان کو ایک ٹپکے ہوئے قطرے سے پیدا کیا' اس طرح ساری انسانیت اسی ایک معجزاتی قطرے کا تسلسل ہے جو حضرت آدم سے نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے۔ یہی قطرہ روح انسان کو متحرک و فعال

Marfat.com

رکھتا ہے اور جب یہ قطرۂ روح انسانی جسم سے نکل جاتا ہے تو جسم مردہ، بے جان ہو جاتا ہے اور وہ جسم بے روح انسانی معاشرے کے لئے تمام تر اہم رشتوں، تعلق کے بے کار ہو جاتا ہے اسے پھر جلد از جلد سپرد خاک کر دیا جاتا ہے یعنی وہ مٹی جو اس جسم انسانی کی اصل اور تخلیق کا سامان تھی اسی میں اسے ملا دیا جاتا ہے۔

جس طرح انسان ذاتِ الٰہی کو نہیں دیکھ سکتا اسی طرح انسان تمام تر جدید ترین آلاتِ سائنس اور ترقی کی تمام تر کوشش کے اس قطرۂ روح کو نہیں دیکھ سکا نہ اس کا سراغ ہی پا سکا ہے اور تمام کوششوں اور تجربات کے باوجود اسے سوائے حیرانی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکا جب انسان روحِ الٰہی کے ایک ہلکے سے قطرے کا سراغ نہیں لگا سکا، نہ اسے کسی بھی طرح دیکھ سکا تو ذاتِ الٰہی کا دیدار کیسے ممکن ہے ہاں اللہ کو ہم اس کائنات کے ذرے ذرے میں خود اپنی ذات میں دیکھ سکتے ہیں اس کی قدرت وحکمت کے تمام نظارے اس ذاتِ عالی کے ہی نظارے تو ہیں جو انسان رات ودن ہر لمحہ ہر آن دیکھ رہا اور سمجھ رہا ہے۔ اللہ ہمارے قلوب کو روشن کر دے۔

یہ کائنات اور اس کا سارے کا سارا نظام بہت ہی عظیم ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، اس کا نظام نہایت مستحکم اور دقیق ہے اس کی ساخت متوازن ہے، جوں جوں اس کائنات کے بارے میں معلومات ہو رہی ہیں اور انسان غور کر رہا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ کائنات اور اس کا سارا نظام ایک ایسی مضبوط دلیل ہے کہ جس کی شہادت سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کائنات جس کی تخلیق کا دعویٰ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی دوسری قوت نہیں کر سکتی۔ انسان غور کرے تو اس ذاتِ عالی کو تسلیم کرنے اس کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی راستہ کوئی چارہ نہیں۔ سورہ لقمان کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تخلیق کائنات اور اس دنیا کے بارے میں تفصیل سے آگاہ فرما رہا ہے تاکہ انسان اس پر غور کرے اور سوچے سمجھے کہ ذات باری تعالیٰ کیسی عظیم الشان خالق ومالک ہستی ہے۔

Marfat.com

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ اُسی نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا کیا ہے، تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اُس نے زمین میں پہاڑوں کو جما دیا ہے تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے، اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے، اور اُس نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفس کے جوڑے اگا دیئے۔ (القمان۔۱۰)

تفسیر:۔ آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا بھرپور اظہار ہے، اللہ کی حکمت وتدبر اور دانائی کا اظہار ہے، اللہ تبارک نے صرف انسان کو ہی پیدا نہیں کیا بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کا وہی خالق ہے کائنات کا یہ سارا عظیم ترین نظام جس میں وسیع تر بے کنار آسمان جس کے نیچے سینکڑوں کہکشائیں محورقص ہیں، ان ہی کہکشاؤں کی ایک کہکشاں کا ایک سیارہ یہ ہماری زمین ہے۔ یہ دیگر سیاروں کی نسبت بہت مختصر سی ہے لیکن یہ بھی انسان کے لئے وسیع اور طویل وعریض ہے کہ انسان اپنی مختصر عمر میں اس کی پوری طرح سیر نہیں کرسکتا۔ ذرا سوچو تو سہی کہ یہ ساری کائنات کس قدر وسعت لئے ہوئے ہے، کیسے کیسے عجائباتِ عالم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اللہ نے اس زمین کی گردش کو متوازن کرنے کے لئے ہی اس زمین پر پہاڑوں کو جمایا ہے تاکہ انسان سہولت سے رہ سکیں۔ اس کائنات کے عجائبات میں زمین ایک حیرت انگیز عجوبہ ہے۔ اس زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ایک رنگارنگ زندگی کو پھیلا دیا ہے۔ اللہ کی تمام مخلوقات جو جاندار ہیں ان کی حیات کے راز پر بھی اللہ نے ایسے پردے ڈال رکھے ہیں کہ اسے کوئی نہیں پا سکا، اس کی بوقلمونی اور رنگا رنگی تو بڑی چیز ہے، انسان تو حیات کی سادہ ترین صورت کو بھی نہیں پا سکا ہے، اللہ نے لاتعداد اقسام کے چرند پرند اور دیگر جانور پیدا فرمائے ہیں۔ انسان ان کی اقسام سے بھی

Marfat.com

پوری طرح آشنا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جس نے قسم قسم کی حیات او. جاندار پیدا کیے ہیں اور عمدہ عمدہ چیزیں پیدا کی اور اگائی ہیں۔ آسمانوں سے پانی برسا کر ان کی حیات و پرورش کا بندوبست کیا ہے' بارش کے بعد زمین سے مختلف اقسام اور شکل وصورت کی نباتات اگاتا' اور ایک عجیب نظام کے تحت ایک چھوٹے سے بیج سے پودا' پھول اور پھر درخت بنا دیتا ہے۔ اور پھولوں کے اندر مختلف رنگ بھر دیتا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے ایک نمو اور افزائش کا ایک عجیب وغریب نظام اپنی تمام مخلوقات میں رکھ دیا ہے ان میں نر مادہ تخلیق فرما کر ان کی نسل وافزائش کا خودکار نظام قائم کر دیا ہے۔ انسانوں اور حیوانوں کا تولیدی نظام واضح ہے' ایسے ہی نباتات میں بھی یہ نظام موجود ہے' اسکی تصریح قرآنِ حکیم میں کی گئی ہے اور اس آیت میں بھی موجود ہے۔ یہ سب کچھ انسان کو خالقِ کائنات کی عظیم قوتوں کا ادراک اور فہم عطا کرنے کے لئے ہے تاکہ وہ ان پر غور وفکر کرے اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کتنی قوت واقتدار والی ہے' کتنے اختیار وحکمت والی ہے' انسان جب اللہ کے احکام وہدایت پر فکر کرتا ہے تو اس کا ایمان پختہ اور گہرا ہوتا چلا جاتا ہے۔

اکثر لوگ بحث مباحثہ کرتے ہیں لیکن دلائل فطرتِ الٰہی کو نہیں سمجھتے اور اس عظیم ترین کائنات کے ہوتے ہوئے بھی عقیدہ توحید پر یقین نہیں رکھتے' حالانکہ کائنات کا یہ سارا نظام اور اس کا ایک ایک ذرہ چیخ چیخ کر اللہ کی وحدانیت کا اعلان کر رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ اللہ اس کائنات کا خالق ہونے کے ناطے اس کل کائنات کا تنہا مالک ومختار ہے۔ اس حصے کا بھی جسے اس نے اپنی قدرت واختیار سے انسانوں کے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس حصے کا بھی جسے انسانوں کے لیے مسخر نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس زمین وآسمان اور اس کے درمیان موجود ساری مخلوق کے لیے غنی ہے وہ تو اپنی ذات میں خود محمود ہے۔ اس کا علم بے پناہ بے حد وحساب ہے اس کی قدرت بے انتہا ہے' اس کی مشیت کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں ہے وہ اپنی تمام مخلوقات پر قادرِ مطلق ہے۔ تمام اختیارات اسی کو حاصل ہیں جن میں کوئی دوسرا کسی طرح نہ شریک ہے نہ ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ

قرآن بتاتا ہے کہ اللہ کا قیام کہاں ہے؟

اسلام کا نظریہ توحید ایسا عقیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں ہر قسم کے انسانی تصورات کا راستہ روکتا ہے' ان کا قلع قمع کر دیتا ہے اور یہ عقیدہ توحید اللہ کے افعال کی کیفیات کے تجسس کی بھی نفی کرتا ہے کیونکہ انسانی تصور اللہ کی کسی بھی طرح کوئی تصویر نہیں کھینچ سکتا' انسانی تصور اور عقل وادراک وہی تصوراتی خاکے اللہ کی ذات پر چسپاں کرے گا جو وہ اپنے ماحول سے اخذ کرے گا اور ان میں اُن اشکال کا دخل ہوگا' جو انسان دیکھتا ہے کہ اللہ کی ذاتِ الٰہی ایسی ہے۔ جیسا کہ ہندو مذہب میں یا دیگر بت پرستی کے مذاہب میں ہوا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عظیم کوئی ایسی ہستی نہیں ہے۔ جس کا ادراک وتصور انسانی ذہن کسی شکل وصورت میں کر سکے یعنی ذاتِ الٰہی کا تصور انسانی دائرہ تصویر کشی سے قطعی باہر ہے اور اللہ کے تمام افعال کی کیفیات بھی دائرہ عقل سے باہر ہیں۔

چنانچہ ایسے تمام سوالات' سوچ وفکر کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات زمین وآسمان کو کس طرح پیدا کیا؟ اور پھر عرش پر کیسے تشریف فرما ہوا؟ اور وہ عرش کیسا ہے۔ جس پر رب ذوالجلال متمکن ہوا؟ یہ تمام سوالات اسلامی تصورات وعقائد کے اصولوں کے خلاف ہیں۔ انسان کی

Marfat.com

معلومات اور علم کے لیے جتنا کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مبارک قرآنِ حکیم میں بتایا اور سمجھایا ہے بس وہی کافی وشافی ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا حکیم ودانا کوئی نہیں' اس ذاتِ باری نے جتنا بتانا مناسب سمجھا' بہتر جانا بتادیا ہے' سمجھادیا ہے اور ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ بلاحیل وحجت بلاتردد' کے اللہ کی آیات پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پہ آیات پر بالکل ویسے ہی عمل کیا جائے' یقین کیا جائے جیسا کہ ان کے بارے میں ہدایت کی گئی ہے۔

یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنی پر تدبر' غور وفکر اور عمل کا حکم دیا ہے لیکن اس کے لئے بھی اللہ نے حدود مقرر فرمادی ہیں' اس سے باہر نہیں جایا جاسکتا۔ قرآنِ حکیم اہلِ ایمان کو اطلاع دے رہا ہے کہ اللہ کا قیام عرشِ عظیم پر ہے' ساتھ ہی یہ بھی بتارہا ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ بظاہر یہ دو مختلف باتیں ہیں لیکن حقیقت یہی ہے اس پر اہلِ ایمان کا ایمان ویقین ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جو شرف وامتیاز عطا فرمایا ہے اسے خلیفہ فی الارض کے عظیم ترین منصب پر فائز کیا ہے اور تمام انسانوں میں ممتاز ترین اور اللہ کی محبوب ترین شخصیت نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارک ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب ترین اور ممتاز ترین بندے نبی کریم ﷺ کے واقعہ معراج کے ذریعے تمام انسانیت کے لیے بہت سے ایسے رازوں سے پردہ اٹھادیا جو انسانی فہم سے ماوراء تھے۔ بلکہ اپنی ذاتِ عالی پر پڑے پردے بھی کسی حد تک سرکادیئے اور پوری انسانیت کی ممتاز ترین اشرف ترین شخصیت کی شہادت کا اہتمام بھی فرمادیا کیونکہ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے جن سے وہ اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت وشفقت فرماتا ہے ان کی ہی سطح پر آکر بات کرتا ہے۔ ان کو ان کے ہی لہجے وانداز میں سمجھاتا ہے تاکہ انہیں احکامِ الٰہی

Marfat.com

ہدایاتِ الٰہی کو سمجھنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کو واقعہ معراج کے ذریعے ان مقامات و واقعات کا نظارہ کرا دیا جو ذاتِ الٰہی کے پردے میں پوشیدہ تھے، ہیں اور رہیں گے۔ یہ صرف اللہ کا کرم و احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایمان پر جم جانے، قائم ہو جانے کے لیے ان کے تجسس کو دور کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے واقعہ معراج کے ذریعے اس کی تکمیل فرمائی۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل مین خود ربِ کائنات ارشاد فرما رہا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۱﴾

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (بنی اسرائیل۔ 1)

معراج نبی کریم ﷺ کے دو حصے ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں۔ پہلا حصہ اسرا کہلاتا ہے جس کا ذکر آیت طیبہ میں کیا گیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کے نام ہے۔ مسجد اقصیٰ پہنچ کر آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ اس طرح آپ ﷺ کو امام الانبیاء کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ یہ سفر معراج کا دوسرا حصہ ہے جس کو معراج کہا گیا ہے۔ معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کا حصہ بنایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''مجھے آسمان پر لے جایا گیا یا چڑھایا گیا۔'' اس دوسرے حصۂ سفر کا ذکر قرآن حکیم میں سورۃ نجم

Marfat.com

میں کیا گیا ہے۔ابتدائی بارہ آیات میں جبرائیل علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کی ملاقات کا اور پیغام الٰہی پہنچانے کا اور انہیں دیکھنے کا ذکر آیا ہے۔اس کے بعد آیت ۱۳ میں جو منظر پیش کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔اسی کے پاس جنت الماوٰی ہے۔جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی۔نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔ (النجم الآیتا تا ۱۸)

آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ان کا ایک پر مشرق و مغرب کے درمیان جتنے فاصلے کا تھا۔

سدرۃ المنتہٰی ایک بیری کا درخت ہے جو ساتویں آسمان کی آخری حد پر ہے۔اس سے اوپر کوئی فرشتہ نہیں جا سکتا۔یہ وہی مقام ہے جس کے لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ''جلتے ہیں پر جبرائیل کے جس مقام پر'' فرشتے اللہ کے تمام احکامات اسی مقام سے وصول کرتے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کے توسط سے سدرۃ المنتہٰی کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے اور شب معراج آپ ﷺ کو جو مشاہدہ ہوا' ذکر کیا گیا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سدرۃ المنتہٰی کے گرد سونے کے پروانے منڈلا رہے تھے۔فرشتوں کا عکس اس پر پڑ رہا تھا اور رب کی تجلیات کا مظہر بھی وہی تھا' (ابن کثیر)۔اس مبارک مقام پر آپ ﷺ کو تین چیزوں سے نوازا

Marfat.com

گیا۔ (1) پانچ وقت کی نمازیں (2) سورۃ البقرۃ کی آخری آیات (3) اور ہر اس مسلمان کی مغفرت کا وعدہ جو شرک کی آلودگیوں سے پاک ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب ایمان)

قربِ الٰہی کی منظر کشی آیاتِ مبارکہ میں اس طرح کی گئی ہے "نہ نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی" یعنی بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت اللہ کے محبوب رسول کریم ﷺ کی نگاہیں اس حد سے جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادی تھی، سے تجاوز نہیں کیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ انہوں نے مقررہ حد سے تجاوز کرکے ذاتِ الٰہی کے دیدار کی کوشش نہیں کی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر اپنے رب سے ہم کلام ہوتے وقت اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

واقعہ معراج سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عرشِ عظیم کہیں سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہی واقع ہوگا جس پر وہ مالک الملک جلوہ افروز ہے جیسا کہ ذیل کی آیات میں ارشادِ الٰہی ہوا ہے۔

(۱) ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

ترجمہ:۔ پھر اپنے تخت پر جلوہ فرما ہوا۔ (الاعراف۔۵۴)

(۲) تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ:۔ میں نے اُسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ (التوبہ۔۱۲۹)

(۳) ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

ترجمہ:۔ پھر وہ اپنے عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ (یونس۔۳)

(۴) اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر (کسی) ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر تشریف فرما ہے۔ (الرعد۔۲)

(۵) فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب پاک ہے ہر اس وصف سے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔(الانبیاء۔۲۲)

(۶) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔ ان سے دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں اور بہت باعظمت عرش کا مالک کون ہے؟ (المومنون۔۸۶)

(۷) رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ

ترجمہ:۔ پھر آپ ہی (کائنات کے تخت سلطنت) ''عرش'' پر جلوہ افروز ہوا وہ رحمٰن ہے اُس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھو۔(الفرقان۔۵۹)

(۸)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔ پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں ہے کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔(السجدہ۔۴)

(۹) رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ

ترجمہ:۔ وہ بلند درجات والا مالک عرش ہے۔(المومن۔۱۵)

(۱۰) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:۔ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا فرماں روا، عرش کا مالک، اُن ساری باتوں سے جو یہ لوگ (مشرکین) اس کی طرف منسوب (بیان) کرتے ہیں۔(الزخرف۔۸۲)

(۱۱) ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ

ترجمہ:۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا، اس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے۔(الحدید۔۴)

Marfat.com

(۱۲) وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىٕهَاؕ وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَىٕذٍ ثَمٰنِیَةٌؕ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔فرشتے اُس کے (اللہ) اطراف و جوانب (چاروں اطراف) ہوں گے اور آٹھ فرشتے اس روز تیرے پروردگار کا عرش اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الحاقہ۔۱۷)

(۱۳) ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُۙ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُؕ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔عرش کا مالک ہے (جو بڑی) عظمت و بزرگی والا ہے۔اور جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ (البروج۔۱۵۔۱۶)

یہ آیات متشابہات میں سے ہیں جن کے معنی متعین کرنا بہت مشکل ہے۔نہ انسان یہ جان سکتا ہے کہ عرشِ عظیم کیا ہے؟ کیسا ہے اور کہاں ہے اور نہ ہی یہ سمجھ سکتا ہے کہ قیامت کے روز عرش کو اٹھانے والے اُن آٹھ فرشتوں کی کیا کیفیت ہوگی۔

عرشِ عظیم جس پر اللہ ذوالجلال قائم ہے۔وہ کیا ہے؟ عرش کے معنی تخت یا چھت کے ہیں۔اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب سات آسمان بنائے جو ایک دوسرے کے اوپر نیچے واقع ہیں۔ساتواں آسمان جو سب سے بلند ہے اس سے بلند تر عرش ہے یہی مقامِ الٰہی اور ربِّ کائنات کا مستقر ہے۔بعض علمائے حق کے خیال میں عرش در حقیقت کوئی مادی جگہ نہیں ہے یہ الوہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت اور جاہ وجلال کا مظہر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا بلند پایہ ہونا مقصود ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ لوگ عرش کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتے (کیونکہ عرش انسانی فہم وادراک سے بہت ہی بلند مقام ہے) عرش کی تکوین کا ذکر ساتوں آسمانوں کی تخلیق کے ساتھ کیا گیا ہے۔انسان صرف اتنا ہی سمجھ سکتا ہے کہ فرش جس قدر نیچے ہے عرش اُسی قدر بلند تر ہے کہ اس کی رفعت اور وسعت کا قیاس انسانی فہم سے ماوریٰ ہے۔

ثم استوٰی علی العرش۔یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی تفصیل کو سمجھنا انسان کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد کسی

Marfat.com

مقامِ خاص کو اپنی لامحدود سلطنتِ الٰہی کا مرکز قرار دیا ہو اور اپنی تجلیات کو وہاں مرتکز کر دیا ہو اور اس کا نام عرش ہو، جہاں سے سارے عالم پر وجد اور قوت کا فیضان ہو رہا ہو اور تدابیر امر فرمائی جا رہی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرش سے مراد اقتدار فرماں روائی ہو اور اس پر جلوہ فرما ہونے سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو تخلیق فرما کر اس کا نظامِ حیات، نظامِ پرورش و نگہداشت نافذ کر کے اس تمام کا نظامِ سلطنت و بادشاہی اپنے ہاتھ میں لیا ہو۔ استویٰ علی العرش کا تفصیلی مفہوم چاہے کچھ ہی ہو قرآن کریم میں اس کے ذکر کا مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالقِ کائنات ہی نہیں ہے بلکہ مدبر کائنات بھی ہے۔ وہ اس ساری کائنات زمین و آسمانوں کو پیدا کر کے ان سے بے تعلق ہو کر نہیں بیٹھ گیا۔ بلکہ عملاً وہی خالق و مالک سارے جہانوں کے جزو کل پر حکمرانی کر رہا ہے۔ نہ کسی چیز کو بھی بے مقصد بے کار پیدا کیا ہے نہ اسے یونہی چھوڑ دیا ہے۔ اپنی ہر ہر مخلوق کی وہ پوری پوری نگہداشت و پرورش بھی مسلسل کر رہا ہے۔ ذرہ ذرہ اس کا مطیع و فرماں بردار ہے۔

قرآن کریم خالق اور مخلوق کے باہمی رشتوں کو ایک اکیلے اللہ کی حکمرانی اور تمام مخلوقاتِ الٰہی جن میں اشرف المخلوقات انسان بھی شامل ہے کو ایک اللہ کی اطاعت فرماں برداری اور بندگی کرتے ہوئے دائمی اور ابدی حقیقت کو پیش کر رہا ہے تاکہ انسان ان کو سمجھے کہ اللہ تعالیٰ محض خالق و مالک ہی نہیں ہے بلکہ وہ آمر و حاکم بھی ہے۔ اس نے اپنی مخلوقات کو پیدا کر کے نہ تو دوسروں کے حوالے کیا ہے، نہ ہی اپنی مخلوق کو یا اس کے کسی حصے کو خودمختار بنا دیا ہو کہ وہ جس طرح چاہے خود زندگی گزارے، اپنے کام اپنی مرضی و اختیار سے کرتا رہے۔ بلکہ عملاً تمام کائنات کی تمام تدابیر اُس نے اپنے پاس رکھی ہیں چاہے وہ رات و دن کا ہونا ہو یا کسی خردبینی جرثومے کی پیدائش، یہ سب اُس احکم الحاکمین کے کرنے اور چاہنے سے ہو رہا ہے کہ وہ جب چاہے اسے روک سکتا ہے اور جب چاہے اس سارے نظامِ کائنات کو تبدیل کر سکتا ہے۔ یہ سورج، چاند، ستارے خود کسی طاقت کے نہ مالک ہیں نہ اپنی

Marfat.com

مرضی سے اپنے کاموں میں کسی قسم کی تبدیلی لا سکتے ہیں بلکہ تمام مخلوقاتِ الٰہی اللہ کے ہاتھوں مسخر اور مجبور ہے' بس وہی کام کئے جارہے ہیں جو اللہ چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اُس کی مخلوقات ویسے ہی کرتی ہیں۔

یہ عظیم کائنات جو ہمیں نظر آتی ہے اور جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے' یہ نہایت وسیع و عریض ہے' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس پر حاوی اور سر بلند ہے۔ وہ اپنی قدرت وحکمت اور تدبیر سے اسے چلا رہا ہے۔ سورج' چاند' ستارے' رات ودن کیسے آگے پیچھے چلے آرہے ہیں' یہ سب کے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں' وہی ان کا نگہبان' متصرف ومدبر ہے' وہی ہم سب کا رب ہے' وہی اپنے طبعی نظام کے ذریعے ہماری تربیت کرتا ہے' وہی ہمارے لیے قوانین بناتا اور نافذ کرتا ہے' انسانوں کو سمجھنا چاہیے کہ الوہیت' ربوبیت' سیاسی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ سب کچھ ایک اکیلے اللہ کا ہے۔

سورۂ ھود میں عرش سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ زمین وآسمان پیدا کرنے سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

ترجمہ:۔اور اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ (ھود۔۷)

یہی بات صحیح احادیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیر لکھی اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم کتاب القدر۔ صحیح بخاری' کتاب بدء الخلق) سورۂ ہود کی اسی آیت مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ارض وسماء کی تخلیق سے پہلے پانی کی تخلیق ہو چکی تھی اور یہی اصل کائنات ہے اور یہی منبع حیات ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے" کہ ہم نے پانی کے ذریعے ہر چیز کو زندگی کا سامان فراہم کیا۔ اس پانی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا وہ یہی پانی تھا یا کوئی اور مائع یعنی بہنے

Marfat.com

والی کوئی سیال چیز جسے پانی سے مناسبت دی گئی ہو۔ (ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ الازہری)

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ تصور کہ اللہ کی ذاتِ عالی جسم، جہت اور مقام سے پاک ہے اللہ کی ہستی کا کسی جگہ متعین ہونا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ انسانوں کا خالق ہے وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کو کس طرح سمجھایا جاسکتا ہے۔ اس لئے ہی قرآنِ حکیم میں تمام مثالیں اور واقعات تشبیہات کو زمینی واقعات و عمل کے مطابق پیش کیا گیا ہے تاکہ انسان جب موازنہ کرے تو بہ آسانی اس کی سمجھ میں بات آسکے۔ اس لئے قرآنِ کریم میں بھی وہی نقشہ پیش کیا گیا ہے جو دنیا میں حکمرانی و بادشاہی کا انسان دیکھتا اور سمجھتا ہے یہ سب صرف اصل حقیقت کو انسانی فہم سے قریب تر کرنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو کسی ایک جگہ متعین کرنا ممکن ہی نہیں، ربّ کائنات خود ہی سورۂ ق میں ارشاد فرما رہا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے (خیالات) وسوسوں تک سے ہم خوب واقف ہیں اور ہم اس کی شہ رگ (رگ جاں) سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ (ق۔۱۶)

تفسیر:۔ آیت مبارکہ میں بڑی وضاحت و فصاحت سے ربّ کائنات اپنے بندوں کو مطلع کر رہا ہے کہ وہ نہ صرف اُن کا خالق ہے بلکہ اُن کے انتہائی قریب بھی ہے۔ یعنی اُن کی رگِ جان سے بھی قریب تر ہے اگر انسان قرآنِ حکیم پر ہی غور و فکر کرتا ہے تو اللہ کی اس قربت کا بھرپور اندازہ کرسکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بھی آچکا ہے کہ سورۂ الحجر ۲۹ میں ہے کہ تخلیقِ انسان یعنی آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہوا کہ

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور (اس میں) اپنی روح پھونک دوں، تو تم سب اس

Marfat.com

کے لئے سجدے میں گر جانا۔(الحجر۔۲۹)

اللہ تعالیٰ کا انسان سے اس سے زیادہ قرب اور کیا ہوگا کہ خالقِ عظیم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا جو اس کی حیات کا سبب ہے' اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تو مجھے کہیں اور نہ تلاش کر میں تو تیری شہ رگ کے قریب سے قریب تر ہوں۔ اس قربِ الٰہی سے مراد قربِ علمی ہے یعنی علم کے لحاظ سے اللہ انسان کے بالکل قریب' اتنے قریب ہے کہ اس کے نفس کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ امام شوکانی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام احوال کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔(فتح القدیر)

شہ رگ سے بھی قریب ہونے کا مطلب اگر انسان سمجھ لے اور اس پر فکر کرے تو اسے اللہ کی موجودگی کا احساس ہر دم رہے اور وہ کبھی کسی غلطی یا گناہ وجرم کا مرتکب نہ ہو۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ انسان اور اس کے خالق کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ ہر چیز اللہ کے سامنے ظاہر ہے۔ جب اس کے دل کے خفیہ ترین ارادوں وباتوں سے بھی اس کا خالق ومالک واقف ہے تو اس کے رات ودن کی تمام مصروفیات حرکات وسکنات کیسے اس سے پوشیدہ اور چھپی رہ سکتی ہیں' انسان کے ایک ایک لمحے کا وہ پوری طرح نگراں ونگہبان ہے۔ جب مالکِ کائنات مالکِ کون ومکاں یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح اس کی شہ رگ جس میں اس کا خون دوڑ رہا ہے سے بھی وہ قریب ہے تو یہ اللہ کے براہ راست قبضہ وملکیت کا اعلان ہے اگر انسان اس حقیقت کا تصور ہی کرلے تو اس کا رواں رواں کانپ اٹھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے اس کے لئے جو منصوبہ بندی فرمائی وہ اس نے لوحِ محفوظ پر تحریر کردی یا کرادی' اس کے حکم سے "قلم" نے سب کچھ تحریر کردیا۔ کائنات کے ذرے ذرے کی تقدیر اس کی تخلیق یعنی پیدائش سے لے کر اس کی آخرت تک کا ہر قسم کا حساب کتاب ہر حرکت تحریر کردی گئی' جیسا کہ سورۃ القلم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ:۔ن قسم ہے قلم کی اور جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔ (القلم۔۱)

آیتِ مبارکہ میں ربِّ کائنات نے ن کہہ کر جو حروف مقطعات میں سے ہے، جیسے اس سے قبل ص، ق اور دیگر فواتح سور گزر چکے ہیں قلم کی قسم کھائی ہے جس سے قلم کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ سید شریف جرجانیؒ نے اپنی کتاب "التعریفات" میں تحریر کیا ہے کہ النون سے مراد وہ دوات ہے جو علمِ اجمالی سے عبارت ہے یہاں ن سے مرادعلمِ اجمالی ہے جو مرتبہ احدیت میں ہوتا ہے اور قلم تفصیل کا مرتبہ ہے اور واو قسم کے لئے ہے۔" (ضیاء القرآن) بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ خاص قلم ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا اور اس کو تقدیر لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے ازل سے لے کر ابد تک ہونے والی تمام مخلوقات اور چیزوں کے بارے میں لکھ دیا۔ (سنن ترمذی)

یسطرون سے مراد اصحاب قلم ہیں، جن پر لفظ قلم دلالت کرتا ہے۔ اور القلم سے مراد جنس قلم ہے۔ علوم وفنون، نظریات وافکار کی تعلیم واشاعت میں بے شک زبان کی قوتِ اظہار کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ لیکن اس کی افادیت زمان ومکان تک محدود رہتی ہے لیکن قلم کے ذریعے لکھی گئی تحریر زمان ومکان کی قید سے نکل کر دور دور تک چلتی پھیلتی چلی جاتی ہے۔ اور مسافت در مسافت طے کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صدیوں پرانی تحریریں آج بھی محفوظ ہیں اور صاحبانِ علم کے لئے کار آمد ومفید ہیں۔ اس طرح دور دراز کے علماء وحکما کے اقوال، افکار ونظریات دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ جاتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے قلم کو علم کی نشر واشاعت کا موثر اور بے مثال ذریعہ کہا ہے اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہی قلم کی قسم کھائی گئی ہے۔ تاکہ قرآنِ حکیم کے ماننے والے قیامت تک اس قلم کے ذریعے حکمت ودانش کے کارواں کی قیادت کرتے رہیں اور تحریر کی روشنی سے علمِ انسانیت کو منور کرتے رہیں۔

Marfat.com

قلم سے لکھی گئی تحریر کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۱﴾

ترجمہ:۔اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی، مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔(یونس۔۶۱)

آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے احوال سے پوری طرح واقف ہے، اور ہر لحظہ ہر گھڑی انسانوں پر اس کی نظر ہے، زمین و آسمان کی کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ایسا ہی مضمون قرآن میں سورۂ انعام کی آیت ۵۹ میں آ چکا ہے۔جس میں ارشاد ہوا ہے۔''اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں وہی جانتا ہے۔اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے، اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے، اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں مگر کتابِ مبین میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' ایسے ہی سورۂ انعام کی آیت ۳۸ اور سورۂ ھود کی آیت ۶ میں بھی اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے۔جب یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں موجود ایک ایک ذرے اور ہر شے کی حرکت تک سے باخبر و واقف ہے تو وہ انسانوں اور جنوں کی حرکات و اعمال، اقوال سے کیسے اور کیونکر بے خبر رہ سکتا ہے جو اللہ کی اطاعت و عبادت کے پابند و مامور ہیں۔

یہی بات سورۂ النمل کی آیت نمبر ۷۵ میں اس طرح آئی ہے۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔آسمان و زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب (لوحِ محفوظ) میں نہ ہو۔(النمل۔۷۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر اور اس کا ہر ہر عمل اپنے قانونِ الٰہی کے مطابق پوری

Marfat.com

منصوبہ بندی کے ساتھ لوحِ محفوظ پر تحریر فرما دیا ہے۔ ازل سے لے کر ابد تک کے تمام احکام بطور تقدیر تحریر فرما دیئے ہیں کہ کون کب اور کیسے پیدا ہوگا اور کیسے اس کی واپسی ہوگی' یعنی کب مرے گا کون کیا کرے گا' کیا نہیں کرے گا۔ کیسے جئے گا کیسے مرے گا' یہ سب یہاں تک کہ کسے کتنا اور کیسے رزق مہیا کیا جائے گا۔ پورے اہتمام وانتظام کے ساتھ تحریر شدہ ہے' یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کے تدبر' حکمت ودانائی اور قدرت واختیار کا مظہر ہے' اُس کی ذاتِ عالی شان بڑی بلند وبرتر ہے' سب کچھ اس کے ہی اختیار واقتدار میں ہے۔ ایک معمولی حقیر ترین ذرّے سے لے کر پورا نظامِ کائنات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِـهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں' تو وہ ضرور مالکِ عرش کے مقام تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ (بنی اسرائیل' ۴۲)

تفسیر:۔ اگر اُس کی اس بے پناہ اور بے حد وسیع سلطنت کا انتظام واقتدار سنبھالنے میں کوئی کسی بھی طرح اُس کا شریک ہوتا یا اس کے اقتدار واختیار میں حصہ دار ہوتا تو کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی معاملے یا بات پر اختلاف بھی ہوسکتا تھا جیسے دو بادشاہوں میں دو سلطنتوں کے حکمرانوں میں اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے پر لشکر کشی کرتے ہیں اور دوسرے حکمران کے اقتدار کو اس کے اختلاف کی وجہ سے ختم کر دینا یا اس پر قبضہ کر لینا چاہتے ہیں۔ (جیسے آج کی دنیا میں اُمریکہ جو خود کو سپر پاور مانتا ہے۔ ذرا سے اختلاف پر اس کا کہنا ماننے پر اس نے عراق پر قبضہ کر کے اس کے حکمران کو ختم کر دیا) ایسے ہی یہ دوسرے معبود بھی اللہ پر غلبے کی کوئی نہ کوئی راہ ڈھونڈنے نکلتے' لیکن کھربوں سال گزرنے کے باوجود اب تک ایسا نہیں ہوا۔ جبکہ اللہ کے ساتھ اشرف المخلوق انسان اپنی ناسمجھی' کم فہمی کے باعث آج بھی طرح طرح کے معبودوں کی پوجا و پرستش کر رہا ہے' ان

Marfat.com

معبودانِ باطل کی پرستش کو بھی صدیاں بیت رہی ہیں۔ تو کیا ان مشرکین نے ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیا ہے یا کر سکے ہیں۔

سورۃ الانبیاء میں بھی رب کائنات اس بات کو اس طرح دہرا رہا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔ اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔ (الانبیاء۔۲۲)

یعنی اگر کائنات کا نظام واقعی دو معبود چلاتے اور کائنات میں تصرف کرنے والی دو ہستیاں ہوتیں، ان کی مرضی اور شعور کارفرما ہوتی تو نظامِ کائنات اس طرح قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا، جو ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے قائم ہے اور چلا آ رہا ہے۔ اگر دو یا کئی شریک ہوتے تو ان کی مرضی کا آپس میں تصادم ہوتا، اختیارات ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوتے جس سے سارا نظام متاثر اور درہم برہم ہو جاتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا، نہ ہو سکتا ہے۔ اس کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہوئے کہ کائنات صرف ایک ہی ہستی کے زیر اقتدار اور اختیار ہے، وہی جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اس کی منصوبہ بندی کی اور اس کے لئے تمام قوانین نافذ کئے۔ اور اگر اللہ کے شریک ہوتے تو ایسا ہی ہوتا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔ نہ تو اللہ کا کوئی کسی طرح سے شریک ہے نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے بنا رکھا ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ
وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٩١﴾

ترجمہ:۔ نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور پھر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک

Marfat.com

(اور بے نیاز) ہے۔ (المومنون۔۹۱)

تفسیر:۔آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کی ایک مضبوط دلیل کے ذریعے اہلِ ایمان کے یقین اور ایمان کو پختہ فرمایا ہے کیونکہ یہ بات ہرگز ہرگز ممکن ہی نہیں ہے کہ کائنات کی مختلف قوتوں اور مختلف حصوں کے الگ الگ خالق و مالک ہوتے' اگر ایسا ہوتا تو ان کے درمیان باہمی تعاون اور اتحاد کیسے ممکن تھا۔ کائنات جس میں کروڑوں کہکشائیں موجود ہیں اور بے حد وحساب چیزیں جن میں ان گنت ستارے وسیارے گردش کر رہے ہیں' جن کی وسعت سے آج بھی انسان آشنا نہیں ہوسکا۔ انسان صرف اپنی ہی ایک کہکشاں جس میں چاند سورج اور دیگر سیاروں کے ساتھ زمین بھی محوِ گردش ہے کو پوری طرح نہیں سمجھ سکا ہے جبکہ دیگر کہکشاؤں کے نظام بھی قائم اور متحرک ہیں۔ ان سب نظاموں کی ہم آہنگی باقاعدگی اور ان سب اجزائے نظام کی ہم آہنگی اقتدار کی مرکزیت و وحدت اس بات کا واضح اعلان ہے کہ کائنات کا نظام کسی طرح سے بھی بٹا ہوا یا تقسیم نہیں ہے یہ دلائل اللہ کے ایک اکیلے ہونے کے روشن اور تابندہ دلائل ہیں۔ توحیدِ الٰہی کے' جسے انسان تمام تر ادراک وفہم ہونے کے باوجود نہیں سمجھتا اور راہ حق سے بھٹک کے گمراہی کی راہ اپنا کر اپنی آخرت خراب کر لیتا ہے۔ اس امر کی تو اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ حکیم میں اپنے ارشادات سے وضاحت فرمادی ہے کہ اس کا کسی طرح سے کوئی شریک نہیں ہے۔

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:۔زمین اور آسمانوں میں جو بھی مخلوق ہے وہ اللہ کی ہے۔ اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ نہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس کی بندگی سے سرتابی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن ورات اس کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ دم تک نہیں لیتے۔ (الانبیاء۔۱۹۔۲۰)

تفسیر:۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تمام کائنات جس میں سیکڑوں کہکشائیں اپنے اپنے مدار میں

Marfat.com

گردش میں ہیں جبکہ ہمیں تو صرف اپنی زمین و آسمان ہی نظر آتے ہیں یا وہ کہکشاں جس میں یہ زمین، چاند، سورج اور دیگر سیارے محو گردش ہیں یہ تمام نظامِ کائنات ایک ایسے قانونِ قدرت پر قائم ہے جس کے سبب تمام اجزائے کائنات کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور رابطہ قائم ہے۔ کسی بھی ایک جزو کائنات کی حرکت کل کائنات سے مربوط و منسلک ہے اور یہ سب قانون ایک قانون نافذ کرنے والے، قانون بنانے والے خالق کے ارادے و اختیار کا مرہونِ منت ہے۔

اگر کہیں اس عظیم ترین کائنات کی تدبیر و قوانین بنانے والی ایک ہستی کی جگہ کئی اور ہستیاں ہوتیں تو متعدد قانون ساز اپنے اپنے قوانین نافذ کرتے، کیونکہ ارادہ کرنے والی ذات کا مظہر کچھ اور ہوتا ہے اور کوئی قانون اور ضابطہ نافذ کرنے والی ذات کے ارادے کا مظہر کچھ اور ہوتا ہے اور اگر ایسا ہوتا تو کائنات کا یہ مکمل نظام و انتظام کب کا بکھر چکا ہوتا۔ اول تو اس سارے نظام میں ہم آہنگی، یہ ربط و ضبط کبھی پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور کائنات میں آئے دن تصادم ہوتا رہتا اور قیامت اس کی آفرنیش کے فوری بعد ہی برپا ہو جاتی۔ چونکہ پوری کائنات کے عظیم ترین نظام کو ایک ہی ہستی اپنے اختیار و ارادے سے چلا رہی ہے اس اکیلیکی منصوبہ سازی و سارا انتظام و اہتمام ہے یہ کائنات اپنے ایک اکیلے خالق و مالک کے اختیار و ارادے کے مطابق سرگرم عمل ہے، اس سارے نظام سے سمجھنے والے بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارا اور تمام کائنات کی ہر قسم کی تمام مخلوقات کا خالق و مدبر ایک ہی ہے۔ اسی لئے اس کے انتظام و انصرام میں، ساخت و اختیار میں کبھی کوئی فساد برپا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات اللہ کی بندگی اور حمد و تسبیح کرتی ہے اور تمام فرشتے جو اس مالک و خالق کے پاس ہیں وہ کبھی بندگی سے سرتابی نہیں کرتے نہ وہ بندگی سے ملول ہوتے ہیں، وہ تو رکے بغیر شب و روز ہر دم اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں، نہ کبھی وہ کسی طرح کی برائی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اس کا مکمل علم صرف باری تعالیٰ کو ہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

ہے جو ہر چیز کا احاطہ کرسکتا ہے وہ علیم ہی انسانوں اور جنوں اور دیگر تمام مخلوقات کے بارے میں یقین سے جانتا ہے۔اہلِ ایمان کو حکم ہے جنوں اور فرشتوں پر ایمان لانے کا' لیکن ان دونوں کے بارے میں انسان صرف اس قدر ہی جانتا ہے جس قدر خالقِ کائنات نے علم عطا کیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کے علاوہ بھی کواکب ہیں کچھ اور ذی عقل مخلوق بھی ہوں' ان کی شکل وصورت اسی سیارے کے ماحول کے طبعی ماحول وحالات کے مطابق ہوں۔ یہ علم بھی اسی ذاتِ علیم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد مخلوق رات ودن اللہ کی عبادت میں مصروف ہے۔لیکن انسانوں میں سے بہت سے ایسے ہیں خصوصاً مشرکین جو اللہ واحد کی عظمت واطاعت اور بندگی نہیں کرتے۔حالانکہ اس زمین وآسمان کی ایک ایک چیز ایک ایک حرکت رات ودن کا ہونا اور پوری کائنات میں چلنے والا نظامِ فطرت اس بات پر روشن دلیل ہے کہ مدبّرِ کائنات واحد ولاشریک ہے اور اللہ تعالیٰ ہی معبود واحد ہے۔یہی تعلیم قرآن کریم اور اس سے پہلے کی تمام کتب آسمانی نے دی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صفاتِ الٰہی

جس طرح دنیا میں حکومت چلانے اور اسے قائم رکھنے کے لئے ہر حکومت تین مضبوط ستونوں پر قائم ہوتی ہے (۱) مقننہ یعنی قانون ساز ادارہ (لیجسلیٹو کونسل) (۲) عدلیہ' جو نافذ قوانین کی روشنی میں عدل وانصاف کرے۔ (۳) انتظامیہ۔ جو نافذ قوانین اور ان کی روشنی میں عدل وانصاف کے مطابق فیصلوں پر عمل درآمد کرے اور کرائے اور حکومتی انتظام انصرام کو قوانین کے مطابق چلائے۔

ربِ ذوالجلال کی ذاتِ عالی جو خود قانون ساز اور عادل ونگہبان ومنتظم بھی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام صفاتِ عالی جن کے باعث یہ عظیم ترین کائنات کا سارا نظام قائم ودائم ہے اور بغیر کسی نقص کے مسلسل چل رہا ہے۔ ان تمام صفاتِ الٰہی کے لئے بھی بنیادی عنوانات قائم کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحیمی وکریمی (۲) اللہ تعالیٰ کا جاہ وجلال (۳) تنزیہ وکمال۔ ایسی تمام صفاتِ الٰہی جن سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی' کبریائی' عظمت وجلال' بزرگی وبرتری' رحم وکرم' پرورش ونگہداشت غرض ہر وصف میں اس کا کامل ہونا اس طرح سے ان صفات کا مزید پانچ اقسام میں تعین ہوسکتا ہے۔ ایک وہ جن میں وحدانیتِ الٰہی ثابت ہے' دوسری وہ جو وجود باری تعالیٰ سے متعلق ہیں' تیسری وہ جو اس ذاتِ عالی کے علم سے وابستہ ہیں' چوتھی صفاتِ الٰہی اس کی قدرت کاملہ سے تعلق رکھتی ہیں اور پانچویں صفاتِ باری وتعالیٰ وہ ہیں جو اس کی تنزیہ وپاکی سے آراستہ ہیں۔ انہیں علمائے تفسیر نے مندرجہ ذیل طریقہ پر رقم کیا ہے۔

(۱)۔ "جمالی" صفاتِ الٰہی۔ ایسی صفات جن سے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم اور شفقت کا اظہار

Marfat.com

ہو رہا ہو۔

(۲)۔ ''جلالی'' صفاتِ الٰہی۔ وہ صفاتِ الٰہی جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی، کبریائی اور شہنشاہی کا اظہار ہو۔

(۳)۔ ''وحدانی اور وجودی'' صفاتِ الٰہی۔ ایسی صفات جو اللہ کی یکتائی اور بے مثالی کی مظہر ہو، جن سے اللہ کا وجود، بقاء ودوام ازلیت اور لازوالی ظاہر ہو۔

(۴)۔ ''قدرت'' کی صفاتِ الٰہی۔ ایسی صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کا اظہار ہو۔

(۵)۔ ''تنزیہ'' صفاتِ الٰہی۔ وہ صفاتِ الٰہی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بزرگی، بڑائی، پاکی، نیکی اور ہر عیب ونقصان سے اس کی برات کا مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا عقیدہ دین اسلام میں محض نظری نہیں بلکہ عملی حیثیت رکھتا ہے یعنی اس کے اوصاف اخلاقِ انسانی کا معیار ہیں، ان اوصاف کو چھوڑ کر جو ربِ ذوالجلال کے لئے خاص ہیں اور جو بندے کی اوقات، حیثیت وطاقت سے زیادہ ہیں۔ بقیہ اوصاف انسان کے لئے قابل نقل وعمل ہیں کہ وہ اوصافِ الٰہی سے دور کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے انسان پر لازم آتا ہے کہ اگر اسے اپنے مالک وخالق سے نسبت پیدا کرنا ہے تو اپنے اندر اس ذاتِ عالی سے نسبت کے اوصاف پیدا کرے اور ان اوصاف کی خوبیوں کو اپنا معیار جان کر اس کی پیروی کی خواہش کرے۔ تاکہ قربِ الٰہی کی لذت سے قلب ونظر آشنا وشادکام ہوسکیں۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو تمام انسانیت کے لئے آیا ہے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین اور عظیم ترین نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاص قوم یا کسی خاص علاقے کے لئے مبعوث نہیں فرمایا، تمام عالم کے لئے بھی نہیں بلکہ تمام عالموں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرتاجِ رسالت بنا کر آپ کو تکمیل دین کا فریضہ عطا فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العلمین جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے نے رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے جو اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس وجہ سے دینِ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ انسانوں کو تہذیب سکھاتا ہے' انہیں ایک ایسا نظامِ حیات' ایک ایسا نظامِ معاشرت وتہذیب سے روشناس کرتا ہے جس میں انسان کا ہر عمل' ہر قدم ایک قانون اور ضابطے کے دائرے میں رہے' وہ انسان کا رخ ایک اکیلے اللہ کی طرف پھیرتا ہے اور انسان کو اعترافِ نعمت کے جذبے سے سرشار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور قدر شناسی کا تقاضا ہے کہ انسان احسان شناسی کے اظہار کے طور پر ہر دم اللہ کی تعریف میں رطب اللسان رہے۔ تمام حسن وخوبی تمام کمالات وہنر مندی کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اللہ کی کسی مخلوق کا کمال اس کا ذاتی کمال نہیں ہوتا وہ بھی اللہ کا ہی عطیہ ہوتا ہے۔ صفاتِ الٰہی تو بے شمار بے حد وحساب ہیں لیکن محققینِ قرآنِ کریم نے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں صفاتِ الٰہی کے طور پر اسماء الحسنٰی کی تعداد کو طاق عدد کے باعث ۹۹ تک محدود رکھا گیا ہے جبکہ خود قرآنِ کریم میں اس سے کہیں زیادہ اسماء الحسنی یا صفاتِ الٰہی موجود ہیں۔ صفاتِ الٰہی کا جاننا' ان کا سمجھنا بھی عین عبادت ہے اور عبادت کے معنی ہیں اطاعت' فرمانبرداری' بندگی' غلامی اور یہ سب الفاظ واعمال صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ خاص سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارا یعنی تمام انسانوں کا تعلق محض عبادات کا ہی نہیں ہے بلکہ استعانت یعنی مدد مانگنے' دعا مانگنے کا بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جو اکیلا تمام کائنات کا مالک ومختار ہے' ساری طاقتیں' ساری نعمتیں' اور ان نعمتوں کا اپنی مخلوقات کے لئے اجرا سب کچھ ایک اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ہی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اور اشرف الخلوق انسان کو زندگی کے ہر ہر شعبے میں رہنمائی فرماتا ہے اور خیال وعمل اور برتاؤ کے طریقہ بتاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تمام صفاتِ عالیہ کو اسماء الحسنٰی کہا ہے جیسا کہ سورۂ الاعراف میں ارشاد

Marfat.com

باری تعالیٰ ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

ترجمہ۔اور تمام اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں اس لئے اچھے ناموں سے ہی اللہ کو پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں۔ان لوگوں کو ان کے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔(الاعراف۔۱۸۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تمام صفات کے لیے کام کی اہمیت اور نوعیت کے اعتبار سے نام عطا فرمائے ہیں جس طرح کسی حکومت میں مختلف وزارتیں، مختلف کاموں کو سرانجام دینے کے لئے مختلف محکمے ہوتے ہیں، جیسے کوئی وزارت تجارت کی ہوتی ہے، کوئی انصاف وقانون کی تو کوئی صنعت وتجارت اور زراعت کی ہوتی ہے پھر اُن کے ذیلی محکمہ جات ہوتے ہیں کیونکہ ذاتِ الٰہی اکیلی مقتدر ومختار ہے وہی سب کام دیکھ اور چلا رہی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نظام قدرت چلانے کے لئے اپنی مختلف خصوصیات وصفات کے نام تجویز فرما رکھے ہیں جیسا کہ آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ سارے اچھے نام اللہ کے ہیں اس سے مراد یہی ہے کہ ہر اچھا کام اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا مظہر ہے۔

اسماء الحسنیٰ یعنی اچھے نام اسمائے الٰہی ہیں، جو بقول امام راغب اصفہانیؒ ہر لحاظ سے اچھے، مرغوب اور دل پسند ہیں۔عام طور پر ان کی تعداد ننانوے تسلیم کی جاتی ہے۔قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے ایک سو پچاسی (۱۸۵) ناموں کی فہرست دی ہے جبکہ بعض علماء کے نزدیک اسماء الحسنیٰ کی تعداد تین سو ہے اور بعض کے نزدیک ایک ہزار ہے۔اکثر علماء اور صحابہؓ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ان صفاتی ناموں کی تعداد انبیاء کرام علیہم السلام کے برابر ہے۔کیونکہ ہر نبی کو ایک خاص اسم عطا کیا گیا ہے جس کے ذریعے وہ بارگاہ الٰہی میں مدد کا طالب ہوتا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام چاہے ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کا مظہر ہیں اور یہ تمام صفات و نام اللہ تعالیٰ کی ذات کا لاشریک ہونے کی غمازی کرتے ہیں ان سے اللہ کی وحدت کو تقویت ملتی ہے۔

مختلف مذاہب میں اپنے معبودوں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے لیکن اسلام میں معبود حقیقی کے لئے "اللہ" کہا گیا ہے اور یہی اسم ذات ٹھہرا دیگر اسماء الٰہی اس کی صفات اور کاموں کی بنا پر صفاتی اور فعلی کہلاتے ہیں۔ اکثر صوفیا اور علماء کے نزدیک "اللہ" اسم اعظم ہے۔ اب چلتے ہیں صفاتِ الٰہی کے دوسرے ناموں کی طرف جن کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ "جمالی، جلالی، وحدانی وجودی، قدرت، تنزیہ اس درجہ بندی کے مطابق صفاتِ الٰہی کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ صفاتِ الٰہی کی تشریح کی طرف بڑھیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان کی درجہ بندی کے تعین کے مطابق ان کی ترتیب کرلیں۔

(1)۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جمالی۔

وہ صفاتِ الٰہی جن سے اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم، شفقت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱)۔ **اللہ**۔ یہ اسم ذاتِ الٰہی، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں اسم ذات نہیں ہے۔

(۲)۔ **الرحمٰن**۔ نہایت رحم کرنے والا۔ سب سے زیادہ مہربانی کرنے والا۔ بخشنے والا، یہ صفتِ الٰہی بے پناہ ہے اور مومن و کافر پر یکساں حاوی ہے، ہر انسان چاہے وہ اطاعت گزار ہو کہ باغی سب کے لئے سامان زیست مہیا کرتا ہے۔

(۳)۔ **الرحیم**۔ بہت مہربان۔ یہ صفت بھی اللہ کی رحمت، مہربانی، شفقت اور رحیمیت سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عمومی حالات میں مسلسل سامانِ نشو و نما پہنچاتے رہنا۔

(۴)۔ **الرب**۔ پرورش کرنے والا۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ یا صفت بکثرت استعمال ہوئی ہے۔ اس کے معنی ہیں مسلسل پالنے والا، سب سے بہتر پالنے والا، درجہ بدرجہ ترقی دینے والا، درجہ کمال

Marfat.com

کو پہنچانے والا۔

(۵)۔**اللطیف**۔باریک بین۔مہربان۔لطف ومہربانی کرنے والا' نیکی اور نرمی کرنے والا' کرم کرنے والا' نیتوں کا جاننے والا۔

(٦)۔**العفو**۔معاف کرنے والا۔درگزر کرنے والا' نامۂ اعمال سے گناہوں کو ختم کرنے والا' بخشنے والا' چھوٹ دینے والا' ترک کردینا' چھوڑ دینا۔

(۷)۔**الودود**۔محبوب۔محبت کرنے والا' دوستوں کا دوست' وہ ذات جو محب بھی ہے' اور محبوب بھی۔یہ خاص صفتِ الٰہی ہے۔

(۸)۔**السلام**۔امن وسلامتی' آشتی' ہر عیب سے پاک' مخلوق کو سلامتی دینا' راحت وسکون دینے والا' وہی ہے جو سلامتی دیتا ہے اور اسلام پر چلاتا ہے' سلامت رہنے والا۔

(۹)۔**المجید**۔عالی شان' اپنی ذات وافعال میں بزرگ' ہر حمد وثنا کا اکیلا مستحق' بے حد بہادر' بے حد دلاور اور جوانی والا' عظمت والا۔

(۱۰)۔**المُحِبُ**۔محبت والا' پیار والا' چاہنے والا'

(۱۱)۔**الباطن**۔پوشیدہ صفات کا مالک' اپنی صفات وکمال کے باعث اپنی مخلوق سے چھپا ہوا' اور تمام چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا۔

(۱۲)۔**المومن**۔امان دینے والا' امن بخشنے والا' ہر خوف سے بچانے والا۔ ہر مصیبت سے نجات دینے والا' حفاظت کرنے والا' اپنی ذات کی گواہی دینے والا' فساد کو مٹانے والا۔

(۱۳)۔**الشکور**۔اپنے بندوں کے نیک عمل قبول کرنے والا' اور پسند کرنے والا' قدردان' زیادہ اجر دینے والا' شکر قبول کرنے والا' توفیقِ شکر دینے والا' بڑا قدردان۔

(۱۴)۔**الغفور والغفار**۔معاف کرنے والا' گناہ بخشنے والا' درگزر کرنے والا' مغفرت کرنے والا' چشم پوشی کرنے والا' مطلق بخشنے والا' بے انتہا بخشش کرنے والا' قصور معاف کرنے والا۔

Marfat.com

(۱۵)۔**الحفیظ والحافظ**۔حفاظت کرنے والا' نگہبان'بچانے والا' زندگی کے لوازم دینے والا' قسمتوں کے فیصلے کرنے والا' ہر بات جاننے والا' قوت دینے والا' تقویت دینے والا۔

(۱۶)۔**الوھاب**۔دینے والا' عطا کرنے والا' بخشنے والا' بلا معاوضہ بہت کچھ اور مسلسل دینے والا۔

(۱۷)۔**الرازق والرزاق**۔روزی دینے والا' نشوونما کا سامان بہم پہنچانے والا' ہر ایک کو اپنی مشیت کے مطابق دینے والا۔

(۱۸)۔**الولی**۔دوست' حمایتی' طرف دار' دوستوں کا مددگار' ساتھی' مالک ومحافظ' قریبی' محبت کرنے والا' بلند درجے کا مالک۔

(۱۹)۔**الرؤف**۔مہربان' نرمی اور شفقت کرنے والا' رحم دل' بوجھ ہلکا کرنے والا' نہایت ہی مہربان' مہربان ہونا' برتنا' بے تحاشا مہربانی کرنے والا۔

(۲۰)۔**المقسط**۔انصاف کرنے والا۔عادل' میزان کرنے والا' مساوی کرنے والا' حقوق کا پورا پورا ادا کرنے والا' عدل وانصاف سے کام لینے والا۔

(۲۱)۔**الھادی**۔راہ دکھانے والا۔رہنما' ہدایت دینے والا' ہر قسم کی مخلوق کی اس کے انجام کی طرف رہنمائی کرنے والا۔

(۲۲)۔**المتعالی**۔کارساز۔بلند غلبے والا' ہر عالی مرتبہ سے بلند' بلندی والا' بہت ہی بزرگ و برتر' بلندی اختیار کرنے والا۔

(۲۳)۔**الکافی**۔اپنے بندوں کی ہر ضرورت کے لئے کافی' پورا کرنے والا' کفایت کرنے والا' جس کے سوا کوئی اور ذات احتیاج نہ کر سکے۔

(۲۴)۔**الولی**۔کارساز' مالک' دوست رکھنے والا' تسلط رکھنے والا' تصرف رکھنے والا' سب سے بڑھ کر رفیق۔

Marfat.com

(۲۵)۔**المجیب**۔قبول کرنے والا۔دعاؤں کا سننے والا' پکارنے والوں کی مدد کو پہنچنے والا' دعا سننے والا' دوست' محافظ' سرپرست۔

(۲۶)۔**ذوالجلال والاکرام**۔تمام عالموں کا مالک' تمام مخلوقات کا مالک' تمام عالم پر خودمختار' اقتدار کا مالک' جلالت والا' بزرگی وعزت والا' بے پناہ شان والا' عظمت وغضب والا' جلال والا۔

(۲۷)۔**الحلیم**۔بردبار۔بندوں کی برائیوں سے چشم پوشی' درگزر کرنیوالا' حلم والا' گناہوں کو معاف کردیے والا' جلد عذاب نہ دینے والا۔

(۲۸)۔**التواب**' وقابل التوب۔توبہ قبول کرنے والا' گنہگار کے گناہوں سے درگزر کرنے والا' توبہ کرنے والوں کی طرف دوبارہ رجوع ہونے والا۔

(۲۹)۔**الحنان**۔ماں کی طرح بچوں پر شفقت کرنے والا' شفیق' رحمت کرنے والا۔

(۳۰)۔**المنان**۔احسان کرنے والا' جس کے کثیر انعامات کا بار مخلوق پر ہے۔

(۳۱)۔**النصیر**۔مدد کرنے والا' نصرت دینے والا' فتح عطا کرنے والا۔

(۳۲)۔**ذوالطّول**۔کرم کرنے والا' جودوسخا والا' مہربان' رحیم۔

(۳۳)۔**ذوالفضل**۔فضل کرنے والا' بزرگی والا' افضل' متفضل۔

(۳۴)۔**الکفیل**۔بندوں کی کفالت کرنے والا' ذمہ داری لینے والا' حاجتیں پوری کرنے والا۔

(۳۵)۔**الوکیل**۔بندوں کی ضرورتوں کا ذمہ لینے والا' سامان کرنے والا' بندوں کا کارساز' مرادیں پوری کرنے والا' نعمتیں دینے والا۔

(۳۶)۔**المقیت**۔روزی پہنچانے والا' قسمتوں کے فیصلے کرنے والا' ہربات کا جاننے والا' قوت دینے والا' تقویت عطا کرنے والا۔

Marfat.com

(۳۷)۔**المغیث** ۔فریاد کو پہنچنے والا' فریاد سننے والا۔

(۳۸)۔**المجیر** ۔پناہ دینے والا۔

(۳۹)۔**المغنی** ۔بندوں کو اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز کرنے والا' غنا کرنے والا' مخلوق کو اس کی ضروریات دینے والا' مخلوق کو اس کے کمال تک پہنچانے والا۔

(۴۰)۔**النور** ۔روشن' ظاہر' اپنی گواہی خود دینے والا' ہر شے کو وجود بخشنے والا' انسانی فکر و بصیرت کو روشنی دینے والا' منبع نور' بصیرت کی غیر فانی روشنی والا۔

(2)۔اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی۔

ایسی صفاتِ باری تعالیٰ جن سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی' کبریائی' شہنشاہی کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱)۔**الملک والملیک** ۔فرماں روا' شہنشاہ' عالموں کا مالک' تمام مخلوقات کا کامل مقتدر' جسے سارے عالموں پر خود مختارانہ اقتدار حاصل ہے' قادرِ مطلق۔

(۲)۔**العزیز** ۔غالب جس پر کوئی دسترس نہ چاہئے' عزت والا' بے نظیر' صاحب قوت' یکتا' امام غزالی کے نزدیک ایسا نادر' مشکل الحصول جسے چاہے جو سزا دے۔

(۳)۔**القاھر والقھار** ۔جس کے حکم سے کوئی باہر نہیں جا سکتا' سب کو اپنی طاقت سے دبا کر اپنے قابو میں رکھنے والا' مغلوب کرنے والا' جس کی قدرت کے سامنے تمام عاجز و مغلوب ہیں۔بلند مرتبہ رکھنے والا قہار۔

(۴)۔**المنتقم** ۔سزا دینے والا' برائیوں کی جزا دینے والا' انتقام لینے والا' خوب بدلہ لینے والا' سرکشوں اور کافروں سے خوب بدلہ لینے والا۔

(۵)۔**الجبار** ۔جبروت والا جس کے سامنے کوئی دوسرا دم نہ مار سکے' جس سے کوئی سرتابی نہ کر سکے' سب سے بڑا حاکم' بڑی قوت والا' بگڑے کام بنانے والا' جس کی حکومت کو سمجھنا بڑا مشکل ہے' شکستہ دلوں کو سنبھالنے والا۔

Marfat.com

(۶)۔ا۔المھیمن ۔سب پر شاہد اور گواہ اور دلیل، چھپا لینے والا، نگہبان، مخلوق کے رزق اور موت سے واقف اور خیال رکھنے والا، اپنی رحمت میں مخلوق کو چھپا لینے والا، نگہداشت کرنے والا۔

(۷)۔المتکبر۔اپنی بڑائی دکھانے والا، کبریائی والا، سخت سزا دینے والا۔

(۸)۔شدید العقاب۔سخت سزا دینے والا، قوی تر، غالب، شدت رکھنے والا۔

(۹)۔شدید البطش ۔بڑی گرفت والا، جس سے کوئی نہ چھوٹ سکے نہ بچ سکے۔

قرآن حکیم میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی کا ذکر آیا ہے اس کے ساتھ ہی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے عادل، حکیم وعلیم ہونے کا ذکر آتا ہے۔ جیسے عزیز (غالب) کے ساتھ حکیم (حکمت والا) ہمیشہ قرآن حکیم میں آیا ہے اور اللہ کے عذاب کے ذکر کے ساتھ اس کی رحمت کا تذکرہ آیا ہے۔دوزخ کے بیان کے ساتھ جنت کا ذکر بھی لازماً آیا ہے۔ جہاں دردناک عذاب دینے والا بیان کیا گیا ہے وہیں مغفرت وبخشش والا بھی کہا گیا ہے۔غرض اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی کے ساتھ ہی آگے پیچھے اللہ کی صفات جمال کا ذکر بھی آیا ہے۔خوف وخشیت کے ساتھ اس کے لطف وکرم اور محبت کے جذبات کا اظہار ہوا ہے۔تاکہ صفاتِ جلالی سے جو نعوذ باللہ بے رحمی اور ظالمانہ سخت گیری کا شبہ پیدا ہوسکتا ہے وہ دور ہو جائے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی صفاتِ وحدانی

ایسی صفات الٰہی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے مثال یکتائی کو ظاہر کرتی ہیں۔

وحدانی صفات:۔

(۱)۔الواحد۔ایک۔اکیلا، تنہا، منفرد یکتا، بے نظیر، جس کے سوا کوئی نہیں۔

(۲)۔الاحد۔ایک، بے مثال، یکتا، تنہا، منفرد، نرالا، یگانہ، جس کی مثال کو کوئی کسی طرح نہ پہنچ سکے۔یہ دونوں نام بھی اسمائے ذاتِ الٰہی میں شامل ہیں۔

(۳)۔الوتر۔طاق، جس کا کوئی جوڑا نہیں۔واحد، یکتا۔

Marfat.com

(۴)۔صفاتِ وجودی

ایسی تمام صفاتِ الٰہی جن سے اللہ تعالیٰ کے وجود بقاودوام ازلیت اور لازوالی کا اظہار ہورہا ہے۔

(۱)۔**الموجود**۔موجود حاضر۔

(۲)۔**الوارث**۔ہر چیز کے خاتمے کے بعد اس کا اصل مالک اس کے قبضے میں ہر شے ہر مخلوق اس کی ہی طرف جائے گی مالک ووارث کائنات کی ہر چیز کا وارث۔

(۳)۔**الحی**۔ہمیشہ زندہ غیر فانی (یہ صفتِ ذاتی ہے اسم ذات کی مانند)

(۴)۔**القدیم**۔وہ جس سے پہلے کوئی دوسرا وجود نہیں وہ ہمیشہ سے موجود ہے۔سب سے قدیم ذات۔

(۵)۔**القیوم**۔وہ جو اپنے سہارے تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔اپنی ذات پر قائم خود بخود قائم ہمیشہ قائم رہنے والا تھامنے والا نگران پابند بے مثال۔

(۶)۔**الباقی**۔سدا رہنے والا۔جس کو ہمیشہ بقا ہے۔جو کبھی تبدیل نہ ہو۔دوام والا ہر شے کے خاتمے کے بعد باقی رہنے والا ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا۔

(۷)۔**الصبور**۔صبر سے کام لینے والا سزا دینے میں دیر کرنے والا درگزر کرنے والا متحمل صابر بخشش پر قادر گناہ گاروں کے ساتھ نرمی کرنے والا (یہ نام صرف حدیث شریف میں ہے)۔

(۸)۔**الدائم**۔ہمیشہ رہنے والا فنا نہ ہونے والا۔

(۹)۔**الاوّل**۔وہ پہلا جس سے پہلے کوئی نہیں سب سے پہلا مقدم عمدہ تر آغاز شروع میں آنے والا۔

(۱۰)۔**الآخر**۔سب کے فنا ہونے کے بعد بھی ہمیشہ باقی رہنے والا۔سب کے بعد جس کے بعد کوئی شے نہیں سب کے بعد باقی اور زندہ رہ جانے والا۔

Marfat.com

(۱۱)۔**المقدم**۔سب سے آگے سے بھی آگے، ہر کسی کو آگے بھیجنے والا، ہر کام کا آغاز کرنے والا، بے پناہ بہادری والا، قوت وطاقت والا، قریب کرنے والا، نزدیک رکھنے والا، سب سے آگے۔

(۱۲)۔**المؤخر**۔سب سے پیچھے رہ جانے والا۔(جب قیامت کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا، اللہ اس کے بعد بھی موجود زندہ رہے گا) دور رکھنے والا، سب کے بعد اور دور کرنے والا۔

(۱۳)۔**الظاہر**۔جس کا وجود کھلا اور نمایاں ہے(جو اپنے کاموں اور قدرت کے لحاظ سے ظاہر ہے) کھلا ہوا، معلوم۔

(۱۴)۔**الباطن**۔وہ جو چھپا اور پوشیدہ ہے(اپنی ذات کے لحاظ سے پوشیدہ ہے۔انسانی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی) پہچانا ہوا، ظاہر اعمال کو جاننے والا۔

(۵)علم

وہ صفاتِ عالی جو اللہ تعالیٰ کے ہر چیز سے باخبر اور آگاہ ہونے کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱)۔**الخبیر**۔خبر رکھنے والا۔سب کچھ جاننے والا، ہر شے سے واقف و آگاہ، بڑا خبردار اور جاننے والا، تمام بھید جاننے والا، ظاہر و پوشیدہ ہر بات، ہر کام سے آگاہ، تمام کی خبر رکھنے والا۔

(۲)۔**العلیم**۔ ہر بات، جاننے والا۔ بے انتہا علم والا، بہت زیادہ اور ہر طرح کا علم رکھنے والا، بے پایاں علم والا، ہر شے کا پورا پورا علم و پتہ رکھنے والا، وہ ذات جو جزئیات سے لے کر مستقبل کا پورا علم رکھنے والی ہے۔

(۳)۔**علام الغیوب**۔ہر پوشیدہ سے پوشیدہ بات کا جاننے والا۔کوئی چیز، کوئی علم اس سے چھپا نہیں رہ سکتا۔

(۴)۔**علیم بذاتِ الصدور**۔دلوں کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جاننے والا۔

(۵)۔**السمیع**۔ سننے والا۔مخفی سے مخفی، ہلکی سے ہلکی، بلند سے بلند آوازوں اور خیالات تک کو سننے والا، حق و باطل، خیر و شر سب کو سننے والا، ہر مخلوق کی بات سننے والا۔

Marfat.com

(۶)۔**البصیر**۔دیکھنے والا۔بینا' ہوشیار' ماہر' واقف' شاہد' مخلوق کی نگرانی کرنے والا' بصارت رکھنے والا' ہر اچھے برے کام کو دیکھنے والا' اور ادراک رکھنے والا۔

(۷)۔**المتکلم**۔بولنے والا' اپنے علم وارادے کو ظاہر کرنے والا۔

(۸)۔**الواجد**۔پانے والا' جس کے علم سے کوئی چیز گم نہ ہو۔غنی' وجود میں لانے والا' وجود دینے والا' بات نکالنے والا' ایسا بے پروا جو کسی چیز کا محتاج نہیں' اس کے پاس ہر شے ہے۔

(۹)۔**الشھید**۔گواہ' شاہد' حق کی گواہی دینے والا' حاضر' جس کے سامنے کوئی چیز غائب نہیں۔ واقف' علم وخبر رکھنے والا' خبر دینے والا۔

(۱۰)۔**الحسیب**۔حساب کرنے والا۔حساب لینے والا' یعنی جن چیزوں کا علم حساب کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے یعنی وزن ومقدار کا بھی جاننے والا' بازپرس کرنے والا۔

(۱۱)۔**المحصی**۔صاحب ادراک۔ہر چیز کو احاطہ علم کرنے والا' گننے والا' شمار کرنے والا' گنتی شمار کرنے والا' دریافت کرنے والا' تمام امور اعمال وافعال کا شمار کرنے والا۔

(۱۲)۔**المدبر**۔تدبیر کرنے والا۔انتظام کرنے والا' منتظم' پس پردہ فاعل حقیقی۔

(۱۳)۔**الحکیم**۔حکمت والا۔عقل والا' حقائق واسرار کا جاننے والا' تدبیر کرنے والا' دانش وحکمت دینے والا' سب کام مصلحت سے کرنے والا۔

(۱۴)۔**المرید**۔ارادہ کرنے والا' مشیت والا۔

(۱۵)۔**القریب**۔نزدیک' جو اپنے علم کے لحاظ سے گویا سب کے پاس ہے۔ساتھی' ہمدرد' دوست جس سے قریب تر کوئی اور ذات نہ ہو۔

(۶) قدرت

اللہ تعالیٰ کی ''قدرت'' کی صفات جن سے اس کی قدرت کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱)۔**الفاتح والفتاح**۔ہر مشکل کو کھولنے والا' فتح ونصرت کے دروازے کھولنے والا' دل ودماغ

Marfat.com

روشن کرنے والا' حکم سنا کر فیصلہ کرنے والا' فتح مند' رحمت کا دروازہ کھولنے والا۔

(۲)۔**القدیر والقادر**۔قدرت والا' غالب آنے والا' اندازہ کرنے والا' قیمت رکھنے والا' سب پر غالب۔طاقت رکھنے والا' اختیار رکھنے والا' قابو رکھنے والا' مختار۔

(۳)۔**المقتدر**۔اقتدار والا' جس کے سامنے کوئی چون وچرا نہیں کرسکتا۔سب پر غالب' طاقت' قوت' اقتدار' قدرت' زبردست' زور آور' مختارِ مطلق۔

(۴)۔**القوی**۔ایسا زبردست جس کے سامنے کسی کا بس نہ چلے' ایسی قوت والا جس کے زیر قوت ہر چیز ہے' قوت دینے والا' تمام قوتیں اس کی ذات سے ہی حاصل ہوں۔

(۵)۔**المتین**۔مضبوط' جس میں کوئی کمزوری نہیں' استوار' مستحکم' جسے ہٹایا نہ جاسکے' جس کے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں' ٹھوس بنیادوں پر قائم' مہذب اور مضبوط۔

(۶)۔**الجامع**۔جمع کرنے والا۔اختلافات اور تضادات کو ختم کرنے والا' یوم آخرت سب کچھ جمع کرنے والا' خلقت کو جمع کرنے والا' ایک مقام اور وقت پر سب کو حاضر کرنے والا' سب پر حاوی۔

(۷)۔**الباعث**۔اُٹھانے والا۔مُردوں کو قبروں سے اٹھانے والا۔خوابِ غفلت سے جگانے والا' ہر واقع وحادثہ کا اولین محرک' آزادانہ نقل وحرکت میں حائل رکاوٹ دور کرنے والا۔

(۸)۔**مالک الملک**۔تمام عالم کا مالک جس کے سامنے کسی کی کوئی ملکیت نہیں' جس کے سوا کوئی مالکِ حقیقی نہیں' وہی سچا اور حقیقی بادشاہ ہے' صاحب ثروت بادشاہ' ہر شے کا مالک۔

(۹)۔**البدیع**۔نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والا' خالقِ اول' ہر شے کی ابتدا کرنے والا' ہر شے کی تخلیق سے پہلے موجود' کسی بھی چیز کو بغیر نمونے کے بنانے والا' بلا اعتبار زمان ومکان ایجاد کرنے والا۔

(۱۰)۔**الواسع**۔فراخ۔ہر جگہ موجود' بڑی وسعت والا' بڑی گنجائش والا' ہر بات تک پہنچنے والا'

Marfat.com

کائنات کی ہر شے پر قادر، جس کا علم اور رحمت ہر شے پر محیط ہے۔

(١١)۔**المحیط**۔احاطہ کرنے والا۔جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، کوئی اس کے احاطہ سے باہر نہیں ہے۔

(١٢)۔**الخالق**۔خلق کرنے والا۔اپنی مشیت وحکمت کے مطابق پیدا کرنے والا۔کائنات اور اس کی ہر ہر چیز کو پیدا کرنے والا، عدم سے وجود میں لانے والا۔

(١٣)۔**المحیی**۔زندہ کرنے والا، حیات دینے والا، زندگی دینے والا، احیاء کرنے والا، نعمت بخشنے والا۔

(١٤)۔**الممیت**۔مارنے والا، موت دینے والا، خالق جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔مُردہ کرنے والا۔

(١٥)۔**القابض**۔سمیٹنے والا، بندوں کی روزی محدود کرنے والا، روکنے والا، قبضے میں کرنے والا، کائنات کی ہر شے پر محیط۔

(١٦)۔**الباسط**۔کشادہ کرنے والا، رزق وسیع کرنے والا، علم وطاقت پھیلانے والا، اضافہ کرنے والا، وسعت دینے والا، دینا، زندگی بخشنا، خوشحالی۔

(١٧)۔**المعز**۔عزت دینے والا، اپنی مخلوق کو طاقت اور عزت دینے والا، توقیر وشرف بخشنے والا، سب پر غالب وفائق۔

(١٨)۔**الباری**۔مخلوق کو پیدا کرنے والا، عدم سے وجود میں لانے والا۔

(١٩)۔**المذل**۔ذلت دینے والا، کافروں کا درجہ گھٹانے والا، ذلیل کرنے والا۔

(٢٠)۔**المصور**۔صورت بنانے والا، ترتیب وتزئین کرنے والا، وہ ذات جس نے سب کی الگ الگ صورتیں بنائیں، گناہ بخشنے والا۔

(٢١)۔**الخافض**۔نافرمانوں کو پست کرنے والا، کافروں کو عاجز کرنے والا، نیچا دکھانے والا، خود

Marfat.com

ساختہ غرور کو توڑ کر پست کرنے والا۔

(۲۲)۔**الرافع**۔ بلند کرنے والا' اوج وعروج عطا کرنے والا' رفعت و بلندی دینے والا' منزلت بخشنے والا' درجات بلند کرنے والا۔

(۲۳)۔**المعطی**۔ عطا کرنے والا' بخشش کرنے والا' انعام دینے والا' فضل وکرم کرنے والا' مہربانیاں کرنے والا۔

(۲۴)۔**المانع**۔ یہ نام صرف حدیث شریف میں آیا ہے۔ مخلوق کے مصائب کو روکنے والا۔ مخلوقات کی حفاظت کرنے والا' بچانے والا' باز رکھنے والا' روکنے والا' منع کرنے والا۔

(۲۵)۔**النافع**۔ نفع پہنچانے والا' بھلائی پہنچانے والا' فائدہ پہنچانے والا' عمدہ ثمر دینے والا' بہتر نتیجہ دینے والا' اس صفتِ الٰہی کا ذکر صرف حدیث شریف میں آیا ہے' قرآن میں براہ راست نہیں آیا۔

(۲۶)۔**الضار**۔ ضرر پہنچانے والا' نقصان پہنچانے والا' نقصان سے دوچار کر دینے والا' نقصان وتباہی کا باعث بننے والا' غرور گھمنڈ توڑنے والا' (یہ نام صرف حدیث میں آیا ہے)

(۲۷)۔**المبدء**۔ پہلی بار پیدا کرنے والا' خالقِ مطلق' جو چیز پہلے سے موجود نہ ہو اس کو وجود میں لانے والا۔

(۲۸)۔**المعید**۔ دوسری بار پیدا کرنے والا' دوبارہ زندہ کرنے والا' جو چیز فنا کر دی گئی ہو اسے دوبارہ وجود میں لانے والا' بار بار پیدا کرنے والا' ایک معنی اس کے قیامت کے اور دوسرے جہاں کے بھی ہیں۔

یہ وضاحت گزشتہ صفحات میں بھی آ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام ایسی صفات جن میں اس کے غضب وجلال کی صفات کا بیان ہوا ہے' ان کے ساتھ ہی صفاتِ جمالی کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی صناتِ عالی میں کئی صفات جن کا تنہا استعمال چونکہ غلط فہمی پیدا کرنے کا باعث

Marfat.com

بن سکتا ہے اس لئے جب تک ان کے ساتھ ان کی مدمقابل مثبت صفت نہ بولی اور لکھی جائے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو صرف الضار جس کے معنی نقصان پہنچانے کے ہیں کہنا یا لکھنا درست نہیں الضار کے ساتھ النافع لکھنا ہوگا ایسے ہی الخافض کے ساتھ الرافع آئے گا۔ یعنی نیچا کرنے والا اونچا کرنے والا۔ یعنی ایسی صفاتِ الٰہی جن سے انسانی ذہن میں کسی طرح بھی ذاتِ الٰہی کے لیے ذرا سا بھی منفی تاثر پیدا ہونے کا امکان ہو اس کے ساتھ اس تاثر کی مثبت صفتِ الٰہی کا استعمال کرنا ضروری ہوگا۔ قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں ان صفاتِ الٰہی کے استعمال میں یہ رعایت رکھی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ربِ کائنات نے خود یہی اسلوب اپنایا ہے۔ نفع ونقصان کو ایک ساتھ لایا گیا ہے کیونکہ وہ ذاتِ عالی جو نقصان پہنچانے پر بھی پوری طرح قادر ہے وہ اگر کسی باغی نافرمان کو نفع پہنچا رہی ہے تو اس کا مقصد قطعی یہ نہیں کہ وہ ذاتِ عالی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ صرف اس کے رحم وکرم اور فضل کی علامت ہے کہ اس طرح اپنے بندوں کو اپنے پیار شفقت سے راہ راست پر لانا چاہتا ہے۔

(۷) اللہ تبارک وتعالیٰ کی تنزیہ صفات

ایسی صفاتِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کی بڑائی کبریائی پاکی نیکی اور ہر عیب ونقصان سے اس کی برأت کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایسی صفاتِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے پاک رکھتی ہیں جو اس کی شایان شان نہیں۔

(۱)۔ **العلی**۔ مرتبہ والا بلند مرتبہ۔ بلند ترین درجے والا جہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ہو جو سب سے برتر ہے۔ سب سے اعلیٰ سب سے بزرگ وعظیم بڑا ہی عظیم برتر قوی تر۔

(۲)۔ **الکبیر**۔ بڑا سب سے بڑا بزرگ ترین ہستی زمان ومکان میں ارفع واعلیٰ ایسی یکتا بڑائی اور جلالت والا جس کا کوئی شریک اور مدمقابل نہیں سب رعب والوں سے بڑا رعب والا۔

(۳)۔ **الجلیل**۔ بزرگ۔ پرشکوہ صاحب جلال جمال وجلال کا سرچشمہ جلیلِ مطلق جلالت

Marfat.com

اس قدر کہ جتنی بھی صفات ہیں سب سے وہ موصوف ہے۔

(۴)۔**الغنی**۔ بے نیاز' جسے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں' عزت' دولت' اولاد سے خاندان سے پاک ہستی' غیر محتاج' ساری کائنات اس کی محتاج' اس کی کسی سے کوئی غرض نہیں سب کو اس سے ہی غرض ہے۔

(۵)۔**الماجد**۔عزت والا' بزرگ' درجے میں بلند ترین' بڑی شان والا' عظمت والا' وقار و توقیر والا' جو معنی ماجد کے ہیں وہی قریب قریب "مجید" کے ہیں۔

(۶)۔**القدوس**۔ پاک ومنزہ' ہر عیب سے پاک' سب سے الگ ذات' روح اور ملائکہ سے بھی ارفع اور پاک ہستی' ایسی پاک و منزہ ہستی جو اپنی صفاتِ کمال میں ہر سوچ سے ارفع ہو۔

(۷)۔**الجمیل**۔اچھا' حسین' خیر کثیر عطاء کرنے والا حسنِ کثیر' خیر محض۔

(۸)۔**العدل**۔ عادل' انصاف کرنے والا' سب سے بڑا منصف' اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کے باعث کائنات میں عدل وانصاف کا نظام قائم ہے۔

(۹)۔**الصمد**۔ بے نیاز' بے پروا' بلند اور محکم' ہر آمیزش سے پاک' اس کی ذات سے کوئی چیز نہیں نکلی' جس کی سب کو احتیاج ہے اسے کسی کی کوئی ضرورت نہیں' جس کی طرف حاجات میں رجوع کیا جائے۔

(۱۰)۔**العظیم**۔عظمت والا' بزرگ برتر' سب سے بڑا' جس کی بڑائی کو انسانی فہم بھی نہ پہنچ سکے۔ ایسی عظمت والا جس کے سامنے ہر بڑائی' ہر بڑی سے بڑی شے ہیچ ہے۔ بلند و بالا مرتبے والا۔

(۱۱)۔**الرفیع**۔ بلند' رفعت والا' بلندی عطا کرنے والا' بلندیوں والا۔

(۱۲)۔**الکریم**۔شریف' کرم کرنے والا' مہربان' بخشش و عطا کرنے والا' فیاض خطا معاف کرنے والا' صاحبِ کرامت' تکریم والا' بڑی عزت والا' بے حد سخی' صاحب کرم۔

Marfat.com

(۱۳)۔ **الصادق**۔ سچا' راست باز' حق' وعدہ کا پکا۔

(۱۴)۔ **الحمید**۔ تعریف والا' شکر اور تعریف کے لائق' ثناء کا مستحق' اپنی ذات کی صفات کی تعریف والا' تمام تعریفیں اُسی ذات کے لئے ہیں۔

(۱۵)۔ **الحق**۔ سچا اور اصل' حقیقی' معبودیت کے لائق' واجب الوجود' سچائی کا مالک جس کے سوا ہر شے باطل اور معدوم ہے' ایسا ثابت کہ جس کے ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔

(۱۶)۔ **البر**۔ نیک۔ خیر مطلق' نیکی کا منبع' نیکی کی ترغیب دینے والا' زندگی میں کشادگی کی راہیں پیدا کرنے والا' بے حد وحساب وسعتوں کا مالک' فراخی وکشادگی والا۔

(۱۷)۔ **سبوح**۔ ہر عیب سے پاک۔

(۱۸)۔ **الرشید**۔ سیدھی راہ چلنے والا' نہ بھٹکنے والا' راستے پر ڈالنے والا' راہ دکھانے والا' ہدایت دینے والا' سب سے بھلا سب سے اچھا' ہدایت یافتہ' نیک' پرہیز گار۔

ان اسمائے الحسنیٰ کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ پاک کو اور بھی کئی نام سے پکارا جاتا ہے۔

(۱)۔ **الناظر**۔ دیکھنے والا' نگران' نگہبان' محافظ' منتظم۔

(۲)۔ **الفاطر**۔ فطرت پیدا کرنے والا' خالقِ کائنات' پہلی بار پیدا کرنے والا۔

(۳)۔ **البرہان**۔ روشن اور واضح۔

(۴)۔ **القائم**۔ باقی رہنے والا' قائم رہنے والا' حفاظت کرنے والا۔

(۵)۔ **الواقی**۔ بچانے والا' ہر قسم کے شر سے ٹوٹ پھوٹ سے بچانے والا۔

(۶)۔ **المنیر**۔ روشن کرنے والا' نور دینے والا' روشنی کا خالق' نور کا منبع۔

(۷)۔ **السامع**۔ سننے والا' سمیع' دعاء اور ہر فریاد کو سننے والا۔

(۸)۔ **التام**۔ مکمل' جس میں کوئی نقص کوئی عیب نہ ہو۔

Marfat.com

(۹)۔ الابد۔ جس کی کوئی انتہا نہیں، جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(۱۰)۔ الشاکر۔ شکر والا، تمام شکر گزاریوں کو قبول کرنے والا، شکر ادا کرنے کی توفیق و طاقت دینے والا۔

(۱۱)۔ الاکرم۔ شرف و بزرگی والا، ہر چیز پر اپنا کرم کرنے والا۔

(۱۲)۔ الخلاق۔ بہت بڑا خالق، پیدا کرنے والا، تخلیق کرنے والا۔

(۱۳)۔ المثیب۔ ثواب دینے والا، ہر نیکی اور دعا کو قبول کرنے والا۔

(۱۴)۔ العالم۔ تمام علم رکھنے والا، ہر شے کو پوری طرح جاننے والا، عالم مطلق۔

(۱۵)۔ المولیٰ۔ مددگار، احتیاج پوری کرنے والا، آقا، مالک، وہ ہستی جو اعانت و نصرت عطا کرے۔

(۱۶)۔ ذوالمعارج۔ عروج والا، بلندیوں والا۔

(۱۷)۔ المبین۔ پاس آنے والا، ہر شے اسی سے پیدا اور ظاہر ہے وہ ذاتِ عالی جس کے ساتھ پیوستگی ہے۔

(۱۸)۔ الالٰہ۔ معبود حقیقی، لائق عبادت۔

(۱۹)۔ الفرد۔ ذاتِ واحد، لاشریک، منفرد۔

(۲۰)۔ السریع۔ انتہائی سرعت کے ساتھ تیزی سے تیار۔

(۲۱)۔ المتفضل۔ فضل کرنے والا، افضل ذات۔

(۲۲)۔ الملیک۔ مالک، بادشاہ، بلاشرکت غیرے قابض۔

(۲۳)۔ المعین۔ مددگار، اعانت کرنے والا۔

(۲۴)۔ الحاکم۔ حکمت والا، اصل حاکم۔

(۲۵)۔ الغالب۔ برتر، چھایا ہوا، قابض، غلبہ کا مالک۔

Marfat.com

(۲۶)۔الاعلیٰ۔ ہر ایک سے برتر و اعلیٰ' نہایت ہی بلند اور اعلیٰ۔

(۲۷)۔الحفی۔ بہت مہربان' ساری کائنات پر مہربان۔

(۲۸)۔المنعم۔انعام دینے والا' نعمتیں دینے والا' (امام جعفر صادق کے مطابق یہ اسم الحسنیٰ سب سے اہم ہے۔)

(۲۹)۔واسع المغفرۃ۔مغفرت کو وسعت دینے والا' بخشش و کرم کرنے والا۔

(۳۰)۔اہلِ التقویٰ۔تقویٰ کا مالک۔

(۳۱)۔احسن الخالقین۔سب سے بہتر تخلیق کرنے والا۔

(۳۲)۔کاشف الضر۔نقصان دور کرنے والا۔

(۳۳)۔سرع الحاسبین۔سب سے جلد تر حساب کرنے والا۔

(۳۴)۔المجیر۔پناہ دینے والا۔

(۳۵)۔المرھوب۔ہیبت والا۔

(۳۶)۔المستجار۔جس سے پناہ مانگی جائے۔

(۳۷)۔المستعار۔جس سے عرض کیا جائے' مانگا جائے۔

(۳۸)۔المعاذ۔پناہ دینے والا۔

(۳۹)۔الملجا۔ٹھکانے دینے والا۔

(۴۰)۔المنجی۔نجات دینے والا۔

(۴۱)۔المستغاث۔فریاد سننے والا۔

(۴۲)۔دائم المعروف۔ہمیشہ سے بخشش کرنے والا۔

(۴۳)۔قاضی الامور۔تمام معاملات کا فیصلہ کرنے والا۔

(۴۴)۔مقلب القلوب۔دلوں کو بدلنے والا۔

Marfat.com

قرآنِ حکیم میں اور بھی بہت سی صفاتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے' ویسے تو پورا کلامِ پاک ہی صفاتِ الٰہی اور احکام وکلامِ الٰہی کا مجموعہ ہے اور اپنی صفاتِ عالیہ کے مطابق تو خود باری تعالیٰ کا سورۂ لقمان ۲۶ میں ارشاد ہے کہ دنیا کے تمام درختوں کے اگر قلم بنالئے جائیں اور تمام سمندروں کی روشنائی بلکہ ایسے مزید سات سمندر اور بھی ہوں تب بھی صفاتِ الٰہی رقم نہیں ہوسکتی۔ لیکن قرآنِ مجید میں پیش کردہ تصور الوہیت اور اسماء الحسنیٰ کو صفاتِ الٰہیہ سے تعبیر کرنے سے ذاتِ باری تعالیٰ کا ایک ایسا تصور قائم ہوجاتا ہے' جو ہر لحاظ سے مکمل' مغلوب اور ادراک ووجدان کے مطابق ہے۔ ہمارے حواس اور مشاہدات اس بات کی شہادت دیتے ہیں' اور یوں ایمان باللہ ایک اصولِ حیات کی صورت دلوں میں بس جاتا اور اپنی گہری چھاپ بنالیتا ہے۔

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت اور کلیہ ہے کہ علامات (آثار) کسی خاص نام کی رہنمائی کرتے ہیں۔ مثلاً کسی سائنس یا ریاضی کی کتاب پر سائنس یا ریاضی کا نام دیکھ کر انسانی ذہن فوراً سمجھ لیتا ہے کہ یہ سائنس سے متعلق کتاب ہے ایسے ہی ریاضی کی کتاب پر ریاضی کی مخصوص علامات اس کا ریاضی سے تعلق ظاہر کرتی ہیں۔ یہ علامات اس کتاب کے نام کی دلیل کہلائیں گی اور اس نام کی صفت کا ثبوت بھی ہوں گی۔ اس کتابِ کائنات کے سرورق پر جتنی علامتیں' نشانیاں' آثار ہمیں نظر آتی ہیں وہ سب کی سب صفاتِ الٰہی اور خالقِ کائنات اللہ جلِ شانہٗ کی ذاتِ عالی کا محور ہیں۔ خالقِ کائنات نے اپنا تعارف اپنے نام اور اپنے صفاتی کاموں کے ذریعے کرایا ہے' اگر انسان کھلی آنکھوں اور عقل وفہم کو کام میں لاکر دیکھے' سوچے سمجھے تو اسے کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس مالکِ کون ومکاں کی موجودگی' قوت واقتدار' ملکیت کی شہادت دیتا ہوا نظر آئے گا۔

قرآن حکیم ربِّ کائنات کا اپنا کلام ہے' گویا اللہ جلِ شانہٗ نے اپنی پہچان کے بارے میں انسان کے لئے جن ہدایات کا اہتمام فرمایا انہیں قرآن حکیم کی صورت میں محفوظ کردیا تاکہ قیامت کے دن تک کے لئے لوگوں کے پاس بطور سند محفوظ رہے اور وہ ہدایت حاصل کرتے رہیں اور کوئی

Marfat.com

بھی انسان روزِ آخرت میدانِ حشر میں یہ نہ کہہ سکے کہ یہ بات یا ہدایت تو میں نے سنی ہی نہیں تھی یا میرے پاس کوئی ہدایت نامہ یا ہدایت دینے والا نہیں پہنچا' یا جب انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے میں دنیا میں تھا ہی نہیں۔ اس لئے ہی اللہ نے قرآن حکیم کو قیامت تک کے لئے محفوظ و مامون فرمادیا' ہر تحریف وتبدیلی سے پاک اور انسانوں اور جنوں کو اپنی پہچان کے لئے اپنی صفات اور صفاتی ناموں سے آشنا کردیا تاکہ ان کا ہر ہر قدم پر جن جن صفاتِ الٰہی سے واسطہ پڑے یا سامنا ہو تو وہ اللہ جلِ شانہٗ کو یاد کریں اور اس کا شکر ادا کرتے رہیں اور اپنا سر اس کی بارگاہ میں خم رکھیں۔

آئندہ صفحات میں صفاتِ الٰہی یعنی اسماء الحسنیٰ کی تشریح مقصود ہے اس کے لئے مختلف فہرستوں کو دیکھا ان میں علامہ ابوبکر جلال الدین السیوطیؒ اور حضرت حافظ ابن حجر کی فہرست میں خاصا قرب پایا گیا یہاں ہم حضرت حافظ ابن حجر کی کتاب فتح الباری میں دی گئی فہرست کے مطابق تشریح کی کوشش کریں گے کیونکہ وہ تمام اسماء الحسنیٰ جو قرآن کریم میں آئے ہیں اس میں موجود ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱)

اللہ

(اسمِ ذات۔اسمِ اعظم)

اللہ تعالیٰ سے مراد وہ بلند ترین ہستی ہے جو انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہے اور جس کی عظمتوں سے انسانی عقل وفہم حیران و پریشان رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی وہ ہے جس کا اقتدار تمام عالموں پر قائم ہے اور جس کے چلائے سے یہ سارا نظامِ کائنات چل رہا ہے اور وہ ہر چیز' ہر ذرّے تک پر چھایا ہوا ہے اور سب اس کی مخلوق اور اطاعت گزار ہیں۔ اللہ سے تعلق انسانوں کا اور دیگر تمام مخلوقات کا اس کی دی ہوئی بخشی ہوئی حیات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو جو شرف و امتیاز بخشا ہے اس کے باعث وہ اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے بار بار رہنمائی و ہدایت دے کر اپنے رسول و پیغمبر اور نبی بھیجتا رہا ہے تاکہ اگر انسان شیطان کے بہکائے میں آ کر راہِ حق کو چھوڑ بیٹھے اور گمراہی کی راہ اپنا لے تو اسے گمراہی اور جہالت سے بچانے کا پورا پورا انتظام و اہتمام اللہ نے کیا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ وَ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ ۚۖ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنادیا' اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں' اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے' پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہان کا پرورش کرنے والا۔(المومن۔۶۴)

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کو سمیٹ دیا گیا ہے۔ انسان کی پیدائش و پرورش سے لے کر کائنات کی تخلیق' نگہداشت و پرورش اور سب کی صورت گری سب ہی کچھ تو جمع کر دیا گیا ہے جو اللہ کی ذاتِ عالی کو زیب دیتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا بے نیاز اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔(لقمان۔۲۶)

یعنی سب کا خالق بھی وہی ہے' مالک بھی وہی اور مدبّر و متصرفِ کائنات بھی وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان بڑی بے پروا اور ہر چیز سے بے نیاز ہے' ہر چیز اُس کی محتاج ہے وہ کسی بھی طرح کسی کا محتاج نہیں ہے۔ ہر تعریف کا وہی مستحق ہے کہ اُسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے' اس نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے اور اُن کے لئے جو جو احکام نازل فرمائے' اس زمین و آسمان میں صرف وہی ذاتِ عالی ہر قسم کی حمد و ثنا کی مستحق و سزاوار ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ:۔بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے۔(الاعراف۔۵۴)

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک بے عیب و پاک شہنشاہوں کا شہنشاہ حاکموں کا حاکم ہے وہ قادرِ مطلق ہے وہی خالقِ العلمین ہے۔ وہی تمام عیبوں' مشکلات و پریشانیوں' سختیوں سے محفوظ رکھنے والا ہے اور

Marfat.com

سلامتی دینے والا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک عظیم تر اور بزرگ ترین لاشریک ہستی ہے ہر قسم کے اختیار و اقتدار کا مالکِ کل ہے۔ اُسی ذاتِ عالی کو یہ قوت و ادراک حاصل ہے کہ وہ سب کو اور سب کچھ کو دیکھتا ہے۔ لیکن اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ قرآن حکیم کے مطابق ''وہ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔'' (ق۔۱۶)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کس قدر محبت کرتا ہے اور ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملے سے کتنا گہرا اور قریبی تعلق رکھتا ہے کہ ان کو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی ٹوکتا ہے' اس کی اطلاع' خبر ہمیں قرآنِ کریم کے ذریعے ملتی ہے۔ اللہ قرآنِ حکیم کے ذریعے انسان کی مختلف سرگرمیوں یعنی اعمال کے بھلے اور برے پہلو نمایاں کرتا ہے اور قدم قدم پر ہدایت دیتا ہے۔ وہ کہیں عدل' احسان اور اقربا سے محبت کی نصیحت کرتا ہے تو کہیں نفاق اور بزدلی' مفاد پرستی سے روکتا ہے۔ اور کہیں وہ مرد و زن کو گھر کی پاکیزہ فضاء قائم کرنے کا سبق دیتا ہے اور کہیں رضاعت اور میراث کے معاملات میں انسان کو پریشانیوں سے نکالتا ہے تو کہیں آدابِ مجلس سکھاتا ہے۔ اور کہیں حدود و تعزیرات اور قوانین معین کرتا ہے۔ الغرض دکھ درد میں وہ ساتھی اور مشکلات میں شفیق ترین استاد کا کردار ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے بندوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا۔ یہ سب ایک اکیلے اللہ کے خواص اور صفات ہیں۔ قرآن کریم کے پیش کردہ تصور الوہیت اور اسماء الحسنیٰ کو صفاتِ الٰہی سے تعبیر کرنے سے ذاتِ الٰہی کا ایک ایسا تصور قائم ہوتا ہے' جو ہر لحاظ سے مکمل' مرغوب' مطلوب اور انسانی ادراک و وجدان کے عین مطابق ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الاخلاص آیت ا تا ۴۔ اللہ ایک ہی تو ہے' وہ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں ہے' سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ کوئی اس سے پیدا ہوا ہے۔ نہ کوئی اس کے

Marfat.com

برابر ہے۔ (الاخلاص: ۱ تا ۴) واحد اور لاشریک ہے۔ (الانعام۔۱۹) بے نظر و عدیل ہے (الشوریٰ۔۱۱) ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔ (الزمر۔۴) جس کے لئے نہ اونگھ ہے نہ نیند۔ (البقرۃ۔۲۵۵) نہ تھکن ہے۔ (ق۔۳۸) نہ زوال ہے نہ فنا۔ (الرحمٰن۔۲۷) نہ موت (الفرقان۔۵۸) نہ ہلاکت (القصص۔۸۸) قادرِ مطلق ہے۔ (الانعام۔۶۵) صاحبِ اقتدار (الحجر۔۵۵) صاحب حکمت (الانعام۔۱۳۹) ہر شے کا رب (الانعام۔۱۶۴) ہر شے کا پیدا کرنے والا۔ (الانعام۔۱۰۱) جو چاہے پیدا کرے۔ (آل عمران۔۴۷) اور جس کا چاہے اضافہ کرے۔ (الفاطر۔۱) (اسلامی انسائیکلو پیڈیا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کے حوالے سے پورا قرآنِ کریم بھرا ہوا ہے شروع سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے ہی ذکر پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نشانیاں ہیں جن سے اظہارِ حق اور تفہیمِ الٰہی ہوتی ہے' یہ ساری نشانیاں انسان کے اپنے نفس اور ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی ازلی حقیقت کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں۔

جس طرح اللہ کی صفات بے پناہ ہیں اسی طرح اس عالی شان نام کے فضائل بھی بے حد بے حساب ہیں۔

(۱)۔ جو شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ ''یا اللہ'' پڑھے وہ صاحب یقین ہو جائے گا اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے اور عزم ویقین کی قوت نصیب ہو جائے گی۔

(۲)۔ لاعلاج مریض بکثرت ''یا اللہ'' کا ورد کرے اور اس کے بعد شفاء کی دعا مانگے تو اسے شفاء کامل نصیب ہوگی۔ ان شاء اللہ

(۳)۔ اسم ''اللہ'' کے مسلسل ورد سے بندے کو عشقِ الٰہی کا حصول آسان ہو جاتا ہے اور اگر عارضہ قلب ہو تو اس سے نجات مل جاتی ہے۔

Marfat.com

(۴)۔اگر کسی کی کمر، سینے یا پسلیوں میں درد ہو تو کوئی دوسرا شخص انگلی سے درد والی جگہ پر سات بار "یا اللہ" لکھے تو درد میں ضرور افاقہ ہوگا۔

(۵)۔کند ذہن لوگون کو اگر لفظ "اللہ" سات بار کاغذ پر لکھ کر اس تعویذ کو پانی میں گھول کر یا کسی اور چیز میں کھلایا پلایا جائے تو وہ ذہین ہو جائے گا۔

(۶)۔ہر نماز کے بعد اگر ایک تسبیح اسمِ ذاتِ الٰہی "اللہ" کی پڑھ لی جائے تو ایسا شخص غربت کا کبھی شکار نہیں ہوگا۔

(۷)۔اگر لفظ "اللہ" خوش خط لکھا ہوا ایسی جگہ رکھے کہ ہر روز اس پر نظر پڑے یا کم از کم دن میں تین بار دیکھ لے تو ایسے شخص کی یادداشت ہمیشہ بحال رہے گی اور وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲)

اَلرَّبُّ

(پالنے والا۔ پروردگار)

اَلرَّب کے معنی پالنے والا، زندگی کے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک لے جانے والا، ہر مرحلے کے لئے سامانِ زیست مہیا کرنے والا، بہت سے لاحقوں کیساتھ ''رب'' کی صفت قرآن حکیم میں آئی ہے۔ رب العلمین، ربِّ رحیم، رب العرش العظیم، ربِّ السمٰوت والارض، ربِّ المشرق، ربِّ المغرب، ربِّ ہذاالبیت، تقریباً اٹھائیس آیات میں صفتِ رب کا ذکر ہوا ہے۔

رب، پروردگار، مالک، صاحب، یہ اصل میں رب، یَرُبُّ کا مصدر ہے جس کے معنی تربیت کے ہیں اور پھر مبالغہ کے لئے عدل کی طرف بطور وصف استعمال کیا جانے لگا اور بعض علماء کے قول کے مطابق بر کی طرح صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب کا قول ہے کہ رب مصدر ہے جو فاعل کے لئے مستعار ہے۔ تربیت کی تعریف امام راغب نے اس طرح کی ہے ''کسی چیز کو یکے بعد دیگرے ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ وہ حد کمال تک پہنچ جائے، امام حلیمی نے بھی رب کی تعریف انہی الفاظ میں کی ہے۔

امام بیہقی: کتاب الاسماء والصفات میں یوں رقمطراز ہیں۔ ''حلیمیؒ نے رب کے معنی میں فرمایا ہے کہ ''رب'' وہ ہے جو ہر چیز کو جسے اس نے ایجاد کیا ہے، کمال کی اس حد تک پہنچا دیتا ہے، جو حد اس

Marfat.com

چیز کے لئے مقرر فرمادی ہے، پس وہ نطفہ کو پشت سے نکالتا ہے، پھر اس کو پھٹکی بناتا ہے پھر پھٹکی کو بوٹی پھر بوٹی سے ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے پھر بدن میں جان ڈالتا ہے، اور اس کو ایک نئی صوت میں جبکہ وہ ناتواں بچہ ہوتا ہے نکال کھڑا کرتا ہے اور برابر اس کی نشوونما کرتے رہنا، یہاں تک کہ اس کو پورا مرد کر دیتا ہے۔ اور ابتداء حال میں وہ جوان ہوتا ہے پھر اس کو ادھیڑ پھر بوڑھا بنا دیتا ہے، اور جو چیز بھی اس نے پیدا کی اس کا یہی طور و معمول ہے اس لئے رب وہ ہے جو اس کا نگران اور اس حد پر اس کو پہنچانے والا ہے جو حد اس کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

ابن خالویہ لغوی نے تصریح کی ہے کہ رب کے معنی لغت میں سید اور مالک کے ہیں۔ (کتاب الاسماء والصفات) اپنی اسی کتاب میں امام بیہقی امام خطابی کا قول نقل کرتے ہیں، کہ اگر کسی اضافت کے ساتھ رب بولا جائے تو رب بمعنی سید (آقا، خاوند) ہے اور کچھ کے نزدیک رب بمعنی مالک ہے۔ جبکہ امام راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے کہ ''رب'' مطلقاً یعنی بغیر کسی شرط کے اگر استعمال ہو تو سوائے اللہ تعالیٰ کے جو مصالح موجودات کا کفیل ہے، اور کسی کے لئے نہیں بولا جاتا جبکہ اکثر علماء کا اجتماع ہے کہ ''رب'' سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ (نوٹ) اللہ تعالیٰ کی صفت ''رب'' نہ تو حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب اسماء اعظم کی فہرست میں اور نہ ہی امام محمد الغزالی کی تصنیف شرح اسماء الحسنیٰ میں ہے۔

(۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ترجمہ:۔ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (الفاتحہ۔۱)

تفسیر:۔ رب، اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے، جس کے معنی ہر چیز یعنی ہر مخلوق کو پیدا کر کے اسے اس کی ضروریات مہیا کرنے والا اور تکمیل تک پہنچانے والا، اللہ کی اس صفت ''رب'' کا استعمال بغیر اضافت کے کسی اور کے لئے استعمال کرنا قطعی جائز نہیں ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں صرف اسی کے لئے خاص ہیں ہر قسم کی تعریف کا حقیقی مستحق وسزاوار صرف

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کسی بھی چیز میں جو حسن وخوبی ہے یا حسنِ کمال ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ لفظ اللہ اس خالق کون ومکاں کا ذاتی نام ہے جو کسی بھی طرح کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوسکتا۔

(۲) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ:۔ ترے رب کی طرف سے حق یہی ہے، خبردار شک کرنے والوں میں (شامل) نہ ہونا۔ (آل عمران۔۶۰)

(۳)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ (النساء۔۱)

ایک جان سے مراد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آیت میں مزید ارشاد ہوا ہے ''اسی سے ان کی بیوی حضرت حواؑ کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کر کے دنیا میں پھیلا دیے۔ وہی سب کا مالک حقیقی اور نگہبان ہے صرف اس سے ڈرنا چاہئے اور اس کی ہی عبادت کرنی چاہئے۔

(۴) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا پروردگار وہی ہے۔ (الصّٰفٰت۔۵)

(۵) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾

ترجمہ:۔ وہی (اللہ) پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔ (ص۔۶۶)

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رب قرآن حکیم میں تقریباً اٹھاسی مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳)

الرَّحۡمٰن

(بے حد مہربان)

رحمٰن کے معنی ہیں بڑا مہربان، بہت بخشش کرنے والا، اس لفظ رحمٰن کے معنی صرف ذات الٰہی پر ہی صادق آتے ہیں، اس لئے یہ اسم وصفت الٰہی کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مشتق ہے اور مبالغہ پر مبنی ہے، اس کے معنی رحمت والے کے ہیں، اس سلسلے میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ لفظ رحمٰن کی نہ تثنیہ ہے نہ ہی جمع ہے۔ اسلام سے پہلے یہ لفظ عربوں میں مستعمل نہیں تھا صرف یہود و نصاریٰ اور بعض دیگر مذاہب کے لوگ بولتے تھے۔ اس لئے ابتدائے اسلام کے وقت جب اللہ کا یہ نام رحمٰن لیا گیا تو قریش کو بڑی حیرت ہوئی تھی کہ یہ کونسا نیا نام ہے، صلح حدیبیہ کے وقت جب حضرت علی وجہہ رضی اللہ عنہ نے عہد نامہ کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو قریش نے اسے ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے۔

رحمٰن اور رحیم دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور ان دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ تاکید کے لئے ہے یا باعتبار تعلق، دونوں میں باہم مغائرت یعنی اجنبیت ہے۔ صفتِ رحمٰن دنیا کے لئے ہے اور رحیم آخرت کے لئے ہے، کیونکہ دنیا میں اللہ کی رحمت مومن، کافر سب

Marfat.com

کے لئے عام ہے اور آخرت میں صرف مومن کے لئے مخصوص ہوگی' مغائرت کسی اور پہلو سے ہے۔ رحمٰن تو اس حیثیت سے زیادہ بلیغ ہے کہ وہ بڑی بڑی نعمتوں اور ان کے اصولوں پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن خالویہ لغوی کے مطابق رحمٰن کو رحیم پر اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کا اسمِ خاص ہے اور رحیم اسمِ مشترک ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دو ایسے اسم ہیں جن میں رقت کے معنی ہیں اور ایک میں دوسرے کی نسبت رقت کا مفہوم زیادہ ہے۔ رحمٰن میں مدح زیادہ ہے رحیم میں رقت زیادہ ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں نعمتیں ہیں۔ رحمٰن کا اشتقاق رحمت سے ہے اور یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ لفظ اللہ کی طرح ذاتِ باری کا علم ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ ترپن (۵۳) مقامات پر آیا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اس کا استعمال بطور صفت نہیں بلکہ بطور علم ہوا ہے۔ (لغات القرآن)

(۱)

جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ﴿۶۱﴾

ترجمہ:۔ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں جن کا غائبانہ وعدہ' اللہ مہربان نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے ہی والا ہے۔ (مریم۔۶۱)

یعنی جو لوگ اللہ کے غائبانہ وعدے پر ہی اس کے حصول کے لئے ایمان وتقویٰ کا راستہ اپنا لیتے ہیں یہ ان کے ایمان کی پختگی اور یقین کی علامت ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا بھی نہیں اور صرف اللہ کے وعدے پر ہی سیدھی راہ اختیار کر لی۔

(۲) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾

ترجمہ:۔ جو رحمٰن ہے' (وہ) عرش پر قائم ہے۔ (طٰہٰ۔۵)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ رحمٰن کے ساتھ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس نے اس عظیم کائنات کو پیدا کیا اور جا کر اپنے تخت پر آرام کرنے بیٹھ گیا ہو بلکہ اپنے تخلیق کردہ اس کارخانۂ قدرت کو اس کے سارے انتظام کو خود چلا رہا ہے، خود اس بے کراں سلطنتِ الٰہی کی فرمانروائی کر رہا ہے۔ وہ خالق ہی نہیں بالفعل حکمران بھی ہے۔

(۳) اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ:۔ رحمٰن نے، قرآن سکھایا (تعلیم دی) اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے بولنا سکھایا۔ (الرحمٰن۔ ۱ تا ۴)

دور دور تک پھیلنے والی یہ آواز الرحمٰن نہایت بلند آواز ہے۔ یہ تمام مخلوقاتِ الٰہی سے مخاطب ہے۔ زمین آسمان کو اپنی گونج سے بھر دیتی ہے اور ہر کان اور ہر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ گنگناتی بے قید آواز پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، یہ مطلع ہے اس لفظ کا جو اسم ذاتِ الٰہی ہے۔ رحمت وہ صفتِ الٰہی ہے جو اس کے رحم و کرم، اس کی بخشش و عطا سے منسلک ہے، اللہ الرحمٰن کے بے پناہ انعامات اور نعمتوں کی بخشش و عطا کا مظہر ہے۔ اللہ رحمٰن کا انسانوں پر یہ بھی احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انہیں زندگی بسر کرنے کے لئے قرآنِ حکیم کی صورت میں ایک ضابطۂ حیات ایک ضابطۂ اخلاق اور نظام قانون کی صورت عطا کیا۔ درحقیقت قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں پر ایک عظیم رحمت اور نعمت ہے۔ قرآنِ حکیم الٰہی فطرت کا ترجمان ہے اور تمام انسانیت کے لئے ایک روشن ہدایت ہے جو انسان کو فطرتِ الٰہی سے قریب کرتا ہے، ناموسِ فطرت کے ساتھ مفاہمت اور ہم آہنگی عطا کرتا ہے۔ قرآن نے ہی انسان کو آگاہ کیا کہ وہ زمین پر رحمٰن کا خلیفہ ہے اور اللہ کے نزدیک اشرف و مکرم ہے۔

انسان کیا ہے؟ اُس کی اصلیت کیا ہے؟ اسے کس طرح پیدا کیا گیا ہے اور کیسے بولنا

Marfat.com

سکھایا ہے؟ انسان رحمان کی مصنوعات میں سے ایک ہے۔ انسان کی تمام صلاحیتیں' دیکھنا' سونگھنا' چھونا' شعور والہام یہ سب کچھ اُسے رحمٰن سے ملا ہے' یہ سب اُس کی عطاومہربانی و بخشش ہے۔

(۴) رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ

ترجمہ:۔ اس نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے جو زمین اور آسمان اور ان کے درمیان ہر چیز کا مالک ہے۔ (النباء۔۳۷)

یہ اُس عظیم حقیقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت زمین وآسمان پر حاوی ہے۔ اللہ کی رحمت' ربوبیت بڑی ہی رحیمانہ ہے۔ اہلِ تقویٰ' اہلِ ایمان کو ان کے اعمال وافعال کی جزا' اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے اور احکامِ الٰہی سے انحراف وبغاوت کا نتیجہ سزا' یہ اللہ کی رحمت کا ہی تقاضہ ہے کہ سرکشوں کو جہنم میں جھونکا جائے۔ کیونکہ یہ عین رحمت ہے کہ سرکشوں کو ان کے شر کی سزا ملے' اس لئے کہ خیر وشر برابر نہ ہو ورنہ تو ظلم ہوگا۔ اللہ کی رحمت اپنے اندر جلال لئے ہوئے ہے۔

فضائل واعمال۔ روز ہر نماز کے بعد ایک تسبیح (سومرتبہ) یارحمٰن پڑھنے والے کے دل سے ہر قسم کی سختی اور غفلت اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے اور ذہانت اور یادداشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴)

الرَّحِیۡمُ

(بڑا مہربان)

رحیم، آخرت کے لیے ہے اور آخرت میں صرف مومن کے لیے مخصوص ہے کیونکہ دنیا میں اُس کی رحمت مومن اور کافر سب کے لئے عام ہے، مسلسل رحم کرنے والا اس کے معنی ہیں بڑا مہربان، نہایت رحمت والا، مبالغہ کا صیغہ ہے، اسماء الحسنٰی میں یہ ایسی صفتِ الٰہی ہے جس کا استعمال غیر اللہ کے لئے بھی ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ حکیم میں ''رؤف ورحیم'' کہا گیا ہے۔ ابنِ مبارک کا قول ہے کہ ''رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے مانگا جائے تو وہ عطا فرمائے، اور رحیم وہ ذات ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے تو غضب میں آئے۔ حضرت ابو عبیدہ'' کہتے ہیں کہ رحیم، رحمت ہے بروزن فعیل اور رحمٰن بروزن فعلان ہے۔ اہلِ عرب کے نزدیک عربی زبان میں وسعت ہے اس لئے ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ الرحمٰن کے معنی ہوئے وہ ذات جس میں رحمت ہے اور الرحیم کے معنی یہ ہوئے وہ ذات نہ صرف رحمت ہے بلکہ اس کی رحمت اپنا فعل ظہور بھی رکھتی ہے اور تمام کائنات اسی سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ (ترجمان القرآن)

رحیم رحمت کے بروزن ہے اور رحمت کے معنی بخشش، مہربانی، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ رحمت وہ رقت ہے جو مرحوم کی طرف (یعنی جس پر رحم کیا گیا ہو) احسان کی متقضی ہو اور اس کا

Marfat.com

استعمال مجرد رقت کے معنی میں آتا ہے تو کبھی صرف احسان کے معنی میں۔ اور جب اس سے ذاتِ باری تعالیٰ کو موصوف کیا جائے تو صرف احسان مراد ہوگا۔ رقت مراد نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت انعام و فضل اور انسانوں کی طرف سے رحمت رأفت، شفقت مراد ہوگی۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تشریح کی ہے کہ عربی میں رحمت عواطف کی ایسی رقت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے لئے احسان و شفقت، فضل، احسان سب کا مفہوم داخل ہے اور مجرد محبت لطف و فضل سے زیادہ وسیع ہے۔ (ترجمان القرآن)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔ (آپ) کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ (آل عمران:۳۱)

تفسیر:۔ دینِ اسلام ایک حقیقت اور ماہیت ہے اور جب تک حقیقت و ماہیت موجود نہ ہو تو دین نہیں ہوگا اور حقیقت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے، شریعت کا اتباع ہے۔ اللہ کی محبت صرف زبانی دعویٰ نہیں ہے اور نہ ہی وہ کوئی وجدانی امر ہے۔ اس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔ اپنی زندگی میں اسلامی نظام رائج کرنا ضروری ہے۔ ایمان صرف چند کلمات ادا کرنے کا نام نہیں ہے نہ یہ شعور اور جذبات سے عبارت ہے۔ ایمان تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا نام ہے، اس طریقے پر عمل کرنے اور چلنے کا نام ہے جس کی ہدایت اللہ کے محترم و محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ پھر اس کے بعد جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے (توبہ کی توفیق بخش

Marfat.com

دے) اللہ ہی بخشش و مہربانی (رحم) کرنے والا ہے۔ (التوبہ۔ ۲۷)

اسلام چونکہ ایک تہذیب و شائستگی کا مذہب ہے، وہ دشمنوں کے ساتھ بھی فیاضی اور کریم النفسی کا درس دیتا ہے، جب جنگ حنین میں فتح حاصل ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست خوردہ دشمن کے ساتھ کریم النفسی کا برتاؤ فرمایا تو اس کے نتیجے میں بیشتر قیدی مسلمان ہو گئے۔ اسلام کی بلند اخلاقی اقدار اور حسنِ سلوک نے ان شکست خوردہ لوگوں کے دلوں پر براہِ راست اثر کیا اور انہوں نے خود بخود اسلام کے دامنِ رحمت میں پناہ لینے اور مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ:۔ اور بے شک آپ کا پروردگار بڑے غلبے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (الشعراء۔ ۱۲۲)

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾

ترجمہ:۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا زبردست غالب اور بہت ہی رحیم۔ (السجدہ۔ ۶)

اللہ تعالیٰ کی ہستی ایسی عظیم اور باخبر ہستی ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے، اس پر ہر ہر چیز عیاں ہے اس سے کچھ پوشیدہ یا چھپا ہوا نہیں ہے، جو کچھ گزر چکا ہے، جو کچھ موجود ہے اور جو کچھ آنے والا ہے سب کچھ اس پر روشن ہے اور وہ پوری کائنات کی ایک ایک بڑی سے بڑی اور چھوٹے سے چھوٹے ذرے پر پوری طرح غالب اور چھایا ہوا ہے۔ کائنات میں کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کے مقابل آسکے اپنی اس قوتِ قاہرہ اور غلبے کے باوجود وہ قطعی ظالم نہیں ہے بلکہ اپنی مخلوق پر بڑا ہی رحیم و شفیق ہے۔

جو شخص ہر روز نماز کے بعد سو مرتبہ یارحیم کا ورد کرے گا ان شاء اللہ وہ تمام دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور تمام مخلوق مہربان ہو جائے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵)

الملک

(صاحبِ اقتدار۔ بادشاہ)

الملک کے معنی بادشاہ، بااقتدار حکمران، حاکم اعلیٰ صیغہ صفت مرفوع معرفہ بطور اسم فاعل مضاف اس کے ایک معنی مالک کے ہیں۔ سارے جہاں کا حکمران ہر ذرہ پر قدرت اور قابو رکھنے والا، ایسا بادشاہ وحکمران جس کے ہاتھ میں امرونہی کی طاقت ہوتی ہے۔ اسے ہر چیز پر مکمل تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے، تمام مخلوقاتِ الٰہی اسی کی رعایا ہے۔ وہ ایسا بادشاہ ہے جو پوری کائنات پر قابو رکھتا ہے۔ الملک وہ ہے جو اپنی ذات وصفات میں ہر موجود سے بے نیاز ہے اور ہر موجود اس کا محتاج ہے۔ اس کی اپنی ذات کے سوا ہر چیز اپنی ذات وصفات میں اس کی مملوک ہے اور ہر چیز سے بے پرواو پاک ہے۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ

ترجمہ:۔ پس اللہ عالی شان والا سچا اور حقیقی بادشاہ ہے۔ (طٰہٰ۔۱۱۴)

تفسیر:۔ وہ سبق جو اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی پیدائش کے آغاز کے وقت انسان کو دیا تھا جسے انسان بھولا ہوا ہے اسے قرآن حکیم کے ذریعے مالکِ کائنات یاد دلا رہا ہے اس سبق کو وہ بار بار یاد دلاتا رہتا ہے، انسان شیطان کے بہکائے میں آ کر بھولتا ہے، انسان اپنی یہ کمزوری روزِ آفرینش سے

Marfat.com

ہی دکھا رہا ہے۔ سب سے پہلی بھول انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام سے ہوئی۔ اللہ جو مالک الملک ہے تمام کائنات کا حقیقی مالک وحکمران ہے اس نے آفرینش کے وقت پوری نسل انسانی سے عہد لیا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" (سورۃ الاعراف۔١٧٢) سب نے یک زبان ہو کر کہا تھا۔ "بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں" اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے جو وعدے کئے ہیں سب کے سب حق و سچ ہیں اسی طرح وعید کا وعدہ بھی سچ، حق ہے، جنت و دوزخ بھی حق و سچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر بات حق و سچ ہے۔ کیونکہ زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کی سب مملوک ہے، سب اس کے تابع فرمان ہے۔" (الروم۔٢٦) زمین و آسمانوں کی بادشاہی اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سارے معاملات رجوع کئے جاتے ہیں۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿١١٦﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا ملک ہے۔ (المومنون۔١١٦)

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد سے پیدا فرمایا ہے کہ بندہ اللہ کو اپنا معبودِ حقیقی مان کر اُس کی عبادت کرے۔ ایسا بالکل نہیں ہے کہ انسان دنیا میں کچھ بھی کرتا پھرے اس سے کسی قسم کی کوئی باز پرس ہی نہیں ہوگی یا اسے بس یونہی بے کار پیدا کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی بڑی بلند مرتبہ ہے وہ کوئی کام بے مقصد و بے کار محض نہیں انجام دیتا، وہ بڑا ہی حکیم دانا ہے اس کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ انسان کو ارادے کا اختیار دے کر زمین پر بھیجا گیا ہے اسے اپنی زندگی گزارنے کے لئے صرف اتنا ہی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے حق پہچانے اور سیدھی راہ پر چلے یا اپنے ارادے کو کام میں نہ لا کر شیطان کی راہ اپنا لے۔ اس کے اس ارادے کے غلط یا صحیح استعمال کی ہی روز آخرت باز پرس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا ہی سچا حقیقی بادشاہ وحکمران نہیں ہے بلکہ وہ تو عرش کریم جہاں سے ہر قسم کی رحمتوں نعمتوں کا نزول واجرا ہوتا ہے

Marfat.com

کا بھی وہی مالک ہے۔

مَلِكِ النَّاسِ ﴿٢﴾

ترجمہ:۔لوگوں کا مالک۔(الناس۔۲)

تفسیر:۔سورۂ الناس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ صرف تمام انسانوں کا پروردگار ہے' پرورش ونگہبانی کرنے والا ہے۔ بلکہ وہی سب انسانوں کا مالکِ حقیقی بھی ہے وہی ذاتِ عالی انسانوں کی حکمران وبادشاہ ہے نہ صرف تمام انسانوں پر بلکہ تمام کائنات پر اُسی حکمرانِ اول وعالی کی بادشاہی قائم ہے وہ ایسا حاکم وبادشاہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں نہ صرف تمام انسانوں کی زندگی وموت ہے بلکہ جزا وسزا کا پورا پورا اختیار بھی اُسی مالک الملک کے پاس ہے اس کے پاس بادشاہ ہونے کے ناطے پورا پورا اختیار واقتدار ہے' اس لئے وہی سب کا معبودِ حقیقی بھی ہے اور کوئی نہیں اس کے سوا جو کسی بھی طرح کسی عبادت واطاعت کے لائق ہو۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾

ترجمہ:۔(ساری چیزیں تمام مخلوقاتِ الٰہی) جو آسمانوں اور زمین میں ہیں (سب) اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں (جو) بادشاہ نہایت پاک (ہے) غالب وباحکمت ہے۔(الجمعہ۔۱)

تفسیر:۔آیتِ مبارکہ میں تمام مخلوقاتِ الٰہی کی اجتماعی تسبیح کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے جس میں تمام مخلوق رات ودن مصروف رہتی ہے' اپنے مالک وآقا کی حمد میں مشغول رہتی ہے لیکن انسان جو تمام مخلوقاتِ الٰہی میں ممتاز واشرف ہے اس کے لئے اللہ نے خصوصی اہتمام وانتظام فرمایا اس کی تعلیم اور حمد وثنا کے طریقے سکھانے' بتانے کے لئے اس نے ہر دور میں اپنے نبی بھیجے' اسی طرح اس آخری امت کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنے محبوب اور آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تعلیم کا بندوبست کیا پورا قرآن یوں تو اللہ کی حمد وثنا لئے ہوئے ہے' نبی کریم کے اعمالِ سنت ہیں ان پر عمل بھی حمدِ الٰہی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶)

اَلۡقُدُّوۡسُ

(نہایت پاک)

القدوس یہ مبالغے کا صیغہ ہے اس کے معنی بہت پاک، برکت والا، ذاتِ مبارک اس کا مادہ قدس ہے، جس کے معنی تمام بری صفات سے پاک ومنزہ ہونا۔ اور قدوس کا مطلب ہے کہ وہ اس سے بدرجہاں بالا وبرتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی عیب یا نقص یا کوئی قبیح صفت پائی جائے۔ وہ ایک ایسی پاکیزہ ہستی ہے جس کے بارے میں کسی برائی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ قدوسیت درحقیقت حاکمیت کے اولین لوازم میں سے ہے۔ انسان کی عقل اور فطرت یہ مانتی ہے کہ حاکمیت کی حامل کوئی ایسی ہستی ہو جسے حاکیت کا مرکز قرار دیا جاسکے جس کے اقتدار میں محکوموں کو بھلائی نصیب ہو، کسی قسم کی برائی کا قطعی خطرہ لاحق نہ ہو۔ کیونکہ قدوسیت کے بغیر اقتدارِ مطلق ناقابلِ تصور ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا درحقیقت کوئی بھی نہ مقتدرِ اعلیٰ اور نہ قدوس ہوسکتا ہے۔ شخصی بادشاہی یا جمہوری حاکمیت میں یا اشتراکی نظام کی فرمانروائی یا انسانی حکومت کی کوئی دوسری شکل، چاہے کسی کی بھی حکومت ہو ان سب میں قدوسیت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

القدوس۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ جمالی ہے، اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے۔ اس سے

Marfat.com

بڑھ کر پاکیزہ کوئی اور ہستی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کو اس کی پیدا کی ہوئی کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاکیزگی تو اس کی صفتِ رحمانیت اور وجاہتِ سبحانی ہے کہ جس کے باعث وہ سب سے زیادہ پاک' طاہر' صاف' ستھرا ہے اس کی پاکیزگی میں حسن و جمال بھی شامل ہے اور ندرت و پاکیزگی بھی۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

ترجمہ:۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ بادشاہ ہے نہایت پاک۔ (الحشر۔۲۳)

تفسیر:۔ آیتِ مبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوٹوک انداز میں ارشاد فرمادیا ہے کہ اس ذاتِ عالی کے سوا کوئی معبود نہیں' کوئی کسی بھی طرح سے' کسی بھی طرح کی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم صفت الملک استعمال ہوئی ہے جس کا مطلب اصل بادشاہ کے ہیں یعنی مطاتما بادشاہی کے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور نہ اصل حکمران ہے نہ معبود وہ جو ہر چیز کا مالک ہے' بلاشرکت پوری کائنات پر پورا پورا تصرف اسی کو حاصل ہے' وہی ذات ہے پاک یعنی قدوس۔ اس کی پاکی کی صفت بھی سب سے منفرد و اعلیٰ ترین ہے وہ ایسا عظیم ترین پاکیزہ بادشاہ ہے کہ اس کی بادشاہی' اس کی عظیم ہستی کسی بھی قسم کے معمولی سے معمولی عیب و نقص سے بھی ہر طرح پاک و منزہ ہے۔ یہ لفظ انتہائی پاکی کا مظہر ہے' طہارت مطلقہ' اللہ تعالیٰ قدوس ہے۔ تو اللہ کے بندوں کا دل بھی پاک و صاف ہونا چاہئے تاکہ اس پاک صاف دل میں اللہ تعالیٰ کی پاک تعلیمات بیٹھ سکیں اور اس پر اللہ کی جانب سے فیوض و برکات کا نزول ہو سکے اور بندہ اپنے پاک دل' پاک زبان سے اللہ تعالیٰ کی پاکی پورے اخلاص سے بیان کر سکے۔

آیتِ مبارکہ میں اللہ جلِ شانہٗ نے اپنی بادشاہی' اپنی پاکی اور اپنے معبودِ حقیقی ہونے کا

Marfat.com

اعلان فرمایا ہے' ایک اہلِ ایمان ایک ایسے عظیم ترین بادشاہ جو احکم الحاکمین ہے کا جب تصور کرتا ہے' ذکر کرتا ہے تو اسے ایک یقین و اعتماد حاصل ہوتا ہے' تحفظ کا' حفاظت و پرورش کا' اس کا ذاتِ الٰہی پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ سب بادشاہوں کے بادشاہ کا غلام ہے' بندہ ہے' ایسے عظیم بادشاہ کا خوف اس کے دل سے تمام قسم کے زمینی بادشاہوں حکمرانوں کا خوف ختم کر دیتا ہے وہ کسی سے مرعوب نہیں ہوتا۔ پوری یکسوئی سے اپنے معبودِ حقیقی اپنے بادشاہ کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے اور ہر قسم کی مدد و دعا اس ایک اکیلے احکم الحاکمین سے مانگتا ہے۔

ہر روز نمازِ فجر کے بعد اگر کثرت سے ''یاقدوس'' کا ورد کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا افلاس دور کر دیتا ہے اور وہ غنی ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دل ہر قسم کی گندگی ناپاکی سے پاک صاف ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اس صفتِ الٰہی کا مسلسل ورد کرنے والا اللہ کے حکم سے ہر قسم کے گناہ کبیرہ صغیرہ سے بالخصوص جھوٹ' چوری' زنا' بے ہودہ گفتگو' شراب نوشی سے بچا رہتا ہے۔ ہر قسم کے حسد' عداوت و کینہ سے خود کو بچانے محفوظ رکھنے کے لئے یاقدوس کا ورد صبح و شام کرے تو اس کی مراد بر آئے گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷)

اَلسَّلَامُ

(پناہ دینے والا)

السلام = امان، سلام، سالم یہ سلم یسلم کا مصدر ہے، اس کے معنی عیوب و آفات سے سلامت رہنے، اس سے چھٹکارا پانے اور بری ہونے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں تحریر کیا ہے کہ سلم اور سلامت کے معنی ظاہری اور باطنی آفتوں سے الگ رہنے کے ہیں۔ حقیقی سلامتی جنت کے سوا کہیں اور نہیں ہے کیونکہ وہاں بقاء ہے، فنا نہیں ہے۔ غناء ہے احتیاج نہیں ہے۔ عزت ہے ذلت نہیں ہے، صحت ہے بیماری نہیں ہے، اللہ جل جلالہ کو سلام کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام خلق کے لئے اختلال اور تفاوت سے۔ سالم رہنے کو وسیع و عام کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر چیز نظامِ حکمت پر چل رہی ہے اسی طرح تمام جن و انس حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے کسی ظلم و جور کے ہونے سے سلامت ہیں۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تمام افعال میں سلام ہے۔ مفسرین نے اس اسم سلام کے متعلق تحریر کیا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ وہ تمام عیوب و آفات سے سالم ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام آفتوں کے واقع ہونے اور ہر قسم کے نقائص کے آنے سے

Marfat.com

پاک و محفوظ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو السلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاتِ الٰہی سراسر سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس کی ذاتِ عالی تمام آفات' کمزوری ہر خامی سے پاک ہے اس کے کمال کو زوال نہیں ہے۔ مومن اپنے رب کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک اللہ کے جوارِ رحمت میں امن پاتا ہے' اس کی ہر قسم کی بے اطمینانی دور ہو جاتی ہے اور وہ کائنات کی ہر چیز کا دوست بن جاتا ہے۔

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ:۔ ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ (الانعام۔۱۲۷)

آیتِ مبارکہ کے مخاطب ایسے اہلِ ایمان ہیں جو شیطان کے بہکانے' پھسلانے میں نہیں آئے اور راہِ حق پر جمے رہے اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں لگے رہے۔ ایسے ہی نیک متقی صالح بندوں کو خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ کے پاس سلامتی عافیت و حفاظت کا گھر موجود ہے اور اللہ اپنے ایسے پرہیز گار بندوں سے ان کے اعمال صالحہ کی وجہ سے محبت و شفقت کا معاملہ فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ (یونس۔۲۵)

انسان تو اس ناپائیدار زندگی کی رنگا رنگ دل فریبی جسے شیطان اور دل فریب بنا کر پیش کرتا ہے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تمام شیطانی حربوں سے خود کو بچانے' محفوظ کرنے کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دے دی' سمجھا دی ہے۔ اس فانی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے تمام بہترین طریقے جو آخرت کی دائمی زندگی کو بہتر بنانے اور انسان کو دار السلام یعنی سلامتی

Marfat.com

والے گھر کا مستحق بنائے اس کی ہدایت دے دی ہے۔ سلامتی کا گھر وہ جگہ ہے جہاں اہلِ ایمان کی دائمی زندگی گزرے گی یعنی جنت' دنیا میں راہِ راست اختیار کرنے کے اجر میں جنتی نہیں ملے گی بلکہ مزید انعاماتِ الٰہی بھی بخشے جائیں گے۔

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

ترجمہ:۔ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں ''سلام'' کہا جائے گا۔ (یٰسین۔۵۸)

آیتِ مبارکہ میں ربِّ کائنات اپنے صالح نیک متقی بندوں کو خوش خبری سنا رہا ہے کہ اللہ مہربان اپنے پرہیزگار بندوں کو دائمی قیام کے لئے سلامتی کا گھر جنت تو عطا فرمائے گا ہی ان کے استقبال کے وقت جنت میں اللہ تعالیٰ اپنا سلام بھی پہنچائے گا بعض مفسرین کے مطابق یہ سلامِ الٰہی فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جائے گا اور کچھ کے مطابق اللہ تعالیٰ خود سلام سے نوازے گا۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو' صبر کے بدلے' کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دارِ آخرت کا۔ (الرعد۔۲۴)

یہ آیتِ مبارکہ بھی اہلِ ایمان کو خوش خبری دے رہی ہے کہ جو اللہ کی راہ پر اس دنیا کی مختصر ترین زندگی میں جم جائے گا اور راہِ حق پر چلتا رہے گا اور صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتا رہے گا۔ اسے اس راہِ حق پر قائم رہنے اور صبر اختیار کرنے پر اس کی دائمی زندگی کو خوشگوار پرسکون ماحول ہی مہیا نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی عزت وتوقیر کے اظہار کے لئے ملائکہ ہر طرف سے آ آ کر اُس کو سلام کریں گے اور ملائکہ اُسے خوش خبری سنائیں گے کہ اب تم ایسی جگہ آ گئے ہو جہاں تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اب یہاں تم ہر آفت سے' ہر تکلیف ومشقت اور خطرے سے یہاں تک کہ ہر اندیشے تک سے محفوظ ہو۔

Marfat.com

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾

ترجمہ:۔ یہ جزا (صلہ) ہے ان کے اعمال کی جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ وہاں وہ کوئی بیہودہ یا گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ (الواقعہ۔ ۲۴ تا ۲۶)

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جنت اور جنت کی نعمتوں کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے جسے قرآن کریم میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔ انسان وہاں ہر قسم کی برائی، بری بات، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، گالی، لاف وگزاف، طنز و تمسخر و طعن و تشنیع کی باتیں سننے سے محفوظ رہے گا۔ جنت ان تمام اخلاقی گندگیوں سے نہ صرف پاک ہوگی بلکہ وہاں ہر طرف سلام، سلام کی آوازیں سننے میں آئیں گی۔ فرشتوں کی طرف سے بھی اور اہلِ جنت کی طرف سے بھی۔

جو شخص بھی السلام کا ورد کثرت سے کرے گا وہ ان شاء اللہ تمام آفات سے محفوظ و مامون رہے گا۔ جو شخص اس اسم سلام کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھ کر بیمار پر دم کرے گا تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرمائے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸)

اَلۡمُؤۡمِنُ

(امن وامان دینے والا)

المومن۔ اس کا مادہ امن ہے اور امن کے معنی خوف سے محفوظ ہونا اور مومن وہ ہے جو دوسرے کو امن دے۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ مومن یوں ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو امن دینے والا ہے۔

المومن۔ اسم فاعل واحد مذکر مرفوع معرفہ ایمان کا مصدر' امن دینے والا' سکون واطمینان بخشنے والی ذات' اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وہ ذاتِ عالی ہے جو ہر خوف سے محفوظ کر کے امن بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مومن اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات کو امن دیتا ہے۔ اس کی تمام مخلوق اس خوف واندیشے سے قطعی محفوظ ہے اور اہلِ ایمان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی بھی مخلوق پر کسی بھی طرح ظلم وزیادتی نہیں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت مومن اس کی ذات کی یہ خوبی واضح کرتی ہے کہ وہ ایسی ذاتِ عالی ہے جو نہ تو ظالم ہے نہ کسی طرح اپنی مخلوق پر ظلم کرتی ہے' نہ ہی ان کا کسی طرح حق مارتی ہے'

Marfat.com

نہ ان کا اجر کسی طرح ضائع کرتی ہے اور جو وعدے وہ اپنی خلق سے کرتی ہے وہ سچے ہوتے ہیں ان وعدوں کی خلاف ورزی نہیں ہوتی' المومن کا مفہوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ساری کائنات کی ہر ہر چیز کو امن دیتی ہے۔

اہلِ ایمان اور متقی بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے مومن کہہ کر پکارا ہے۔ جس کے معنی ایمان رکھنے والے کے ہیں' یقین اور تصدیق کرنے والے کے ہیں۔ اس طرح ایمان کے معنی ہوئے امن وسلامتی' اس صفتِ الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی کیا اہمیت ہے' مومن جو اللہ کے دین پر یقین کرتا ہے اور اللہ کا دینِ اسلام جو ایک تہذیب ہے بھائی چارے امن وسلامتی کی اس طرح مومن ہو کر انسان اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کو اپنا لیتا ہے۔ اور اس پر مومن ہونے کی حیثیت سے لازم آتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں نظم وضبط امن وامان کی ذمہ داری ادا کرے' یوں وہ اپنے مومن ہونے کا فرض ادا کرتا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں' لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان ملاپ کرا دیا کرو' اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات۔۱۰)

تفسیر:۔ مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں کیونکہ ان سب کی اصل ایمان ہے اس لئے ان کے ایمان کا تقاضہ ہے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں بلکہ وہ ایک دوسرے کے دست بازو' ہمدرد غم گسار' مونس وخیر خواہ بن کر رہیں۔ دینِ اسلام تو مومنین (مسلمانوں) کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتا ہے' اسلام ایک تہذیب ہے شائستگی کا نظام ہے جو معاشرے

Marfat.com

میں بھائی چارہ میل ومحبت کوفروغ دیتا ہےاورایک عالم گیر برادری قائم کرتا ہے۔مسلمان ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کوسکھ چین پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اوریوں اسلام اپنے ماننے والوں'ایمان والے مومنین کے ذریعے ایک پرامن پرسکون معاشرہ تشکیل دیتا ہےاور ہرقسم کے داخلی فتنہ وفساد کوروکتا ہے۔اس لئے ہی آیت میں ارشاد ہے تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں'اگرکسی بھی وجہ سے کسی مومن بھائی کا دوسرے مومن بھائی سے اختلاف یا کوئی جھگڑا ہو جائے تو ان میں ملاپ کرادو یعنی فتنہ وفساد ختم کر کے امن وامان کی فضاء قائم کردواور اللہ کی ذاتِ عالی جو بڑی رحیم وکریم ہے اس سے ڈرتے رہواور احکامِ الٰہی پرعمل پیرارہو۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ''گروہِ اہلِ ایمان کے ساتھ مومن کاتعلق ایسا ہی ہے جیسے سر کے ساتھ جسم کا ہے۔وہ اہلِ ایمان کی ہر تکلیف کواسی طرح محسوس کرتا ہے جس طرح سر جسم کے ہر حصے کا درد محسوس کرتا ہے۔(مسند احمد)

جوشخص کسی خوف کے وقت اس صفتِ الٰہی''المومن'' کاورد'۶۳ مرتبہ کرے گاان شاء اللہ وہ خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹)

اَلۡمُھَیۡمِنُ

(نگہبان)

المھیمن:۔ اسم فاعل واحد مذکر مرفوع۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اس کے تین معنی ہیں، ایک نگہبان اور حفاظت کرنے والا، دوسرے شاہد جو دیکھ رہا ہو کہ کون کیا کرتا ہے۔ تیسرے قائم باموِر الخلق، یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات اور حاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام کائنات اور اس کی تمام مخلوقات کی نگہبانی اور حفاظت کر رہا ہے، سب کے اعمال دیکھ رہا ہے اور کائنات کی تمام مخلوقات کی خبر گیری اور پرورش اور ان کی ضروریات کی فراہمی کر رہا ہے۔ اس صفتِ الٰہی سے اس پوری کائنات کے ذرّے ذرّے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بادشاہی اور اقتدار کی خبر مل رہی ہے۔

اِذۡ یَتَلَقَّی الۡمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الۡیَمِیۡنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِیۡدٌ ﴿۱۷﴾ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز لکھ رہے ہیں کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا کہ جسے محفوظ کرنے کے لئے نگہبان تیار نہ ہوں۔ (ق ۱۷۔۱۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ممتاز اور اشرف المخلوقات تخلیق انسان کی نگہبانی کے لئے اس کے

Marfat.com

دائیں بائیں ایک ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے' جو انسان کی ہر ہر طرح سے نگرانی و نگہبانی کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کے اچھے برے اعمال کے علاوہ اس کی سوچوں تک کو وہ لکھتے رہتے ہیں' آیت میں لفظ رقیب استعمال ہوا ہے جس کے معنی محافظ و نگران کے ہیں اور انسان کے قول و عمل کا اظہار کرنے والا اور لفظ ''عتید'' کے معنی حاضر اور تیار کے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کی نگہبانی کے لئے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نگہبانی میں ہر ایک کا ریکارڈ تیار ہوتا رہتا ہے جو قیامت کے روز حساب کتاب کے وقت کام آئے گا' یہ انسان کا اعمال نامہ ہوگا جس میں انسان کا ایک ایک لمحہ ایک ایک پل کا حساب درج ہوگا' وہی ہمارے خلاف یا موافقت میں شہادت ہوگا۔ اگر اس میں انسان کے اچھے ہی اچھے اعمال ہوں گے' گناہ کبیرہ نہ ہوں گے تو وہ نامہ اعمال اُس کی مغفرت میں مددگار ہوگا' ورنہ اس کے خلاف گواہی ہوگا۔

جو شخص غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور پورے خلوص نیت و صدق دل سے ایک سو مرتبہ اس صفتِ الٰہی کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا ظاہر و باطن پاک فرما دیں گے ان شاءاللہ۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۱۰)

اَلعَزِیزُ

(قوت و غلبے والا)

عزیز کے معنی غالب زبردست، قوی، گرامی قدر، مشاق، دشوار، مبالغہ کا صیغہ ہے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں عزیز وہ ہے جو غالب ہو مغلوب نہ ہو۔ عزیز حق تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء الحسنٰی میں شامل ہے، زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں "ایسا زبردست جس پر کوئی چیز غالب نہ ہو سکے" اور دیگر لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ "ایسا قوی جو ہر شے پر غالب ہو" اور بعض کے نزدیک "عزیز" وہ ہے جس کی مثل کوئی نہ ہو۔"

امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں "حلیمیؒ نے کہا کہ عزیز کے معنی ہیں "اس ذات تک رسائی نہ ہو سکے اور کسی نامناسب بات کا عمل دخل اس پر ممکن نہ ہو" کیونکہ عزیز عربی میں عزہ سے مشتق ہے جس کے معنی صلابت یعنی سخت ہونے کے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو عزیز کہنے کا مطلب ہے اس کے قدیم ہونے کا اعتراف کرنا اس طرح کہ جس قدرت اور جس قوت کے ساتھ وہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اس میں ذرا تبدیلی کی گنجائش نہیں

Marfat.com

جس کا نتیجہ ہے اللہ کو پاک سمجھنا' ان تمام باتوں سے جو مخلوق میں ہو سکتی ہیں۔

حضرت ابوسلیمان' امام خطابیؒ صاحب معالم انس شرح سنن ابی داؤد کہتے ہیں کہ "عزیز ایسا غالب ہے جو مغلوب نہ ہو۔" عز کے معنی کبھی تو غلبہ کے آتے ہیں اور کبھی اس کے معنی شدت کے آتے ہیں اور قوت کے آتے ہیں' کبھی گرامی قدر ہونے کے لئے آتا ہے۔ وہ ذات جس کا کوئی عدیل و مثیل نہ ہو" (لغات القرآن مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ)

العزیز سے مراد ایسی زبردست ہستی جس کے مقابلے میں کوئی سر نہ اٹھا سکے' جس کے فیصلوں کی کوئی مزاحمت نہ کر سکے' جس کے سامنے سب بے بس ہوں اور بے زور ہوں۔ وہ پیارا بھی ہے اور سب پر غالب بھی ہے' اللہ کے غلبہ میں پیار ہے تباہی نہیں' یہ ایسی صفتِ الٰہی ہے جس سے اللہ کی گرفت اور غلبے کا اظہار ہوتا ہے۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

ترجمہ:۔ جو صاف صاف ہدایات تمہارے پاس آچکی ہیں' اگر اُن کو پالینے کے بعد پھر تم بہک جاؤ' تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔ (البقرۃ۔۲۰۹)

تفسیر:۔ وہ عزیز ہے' غالب ہے' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی قوت و غلبے کی مالک ہے' اگر انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات جو تمام انسانیت کو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مل چکی ہیں' انسان اُن کی خلاف ورزی کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کی قوتِ قاہرہ کا سامنا کرنا ہو گا۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ زبردست قوت و طاقت رکھتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ اپنے مجرموں کو سزا کس طرح دینی ہے۔ وہ حکیم ہے' صاحبِ حکمت

Marfat.com

زمین اور آسمانوں کے تمام لشکر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی زبردست حکمت کا مالک ہے وہ ہر قسم کی قوتوں والا ہے اور حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی تسبیح (پاکی بیان) کر رہے ہیں' وہ زبردست ہے' حکمت والا ہے۔ (الحدید۔۱۔الحشر۔۱)

کائنات کی ہر چیز اس حقیقت کا اظہار و اعلان کر رہی ہے کہ اس کا خالق و پروردگار ہر عیب' نقص و کمزوری' خطا اور برائی سے پاک ہے' اس کی ذات پاک ہے' صفات پاک ہیں' افعال پاک ہیں' کائنات کا ذرّہ ذرّہ ہمیشہ اپنے خالق و رب کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کرتا رہے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہستی ہی وہ عظیم ترین ہستی ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ اللہ کے نافذ کردہ فیصلے کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی' اس کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکتا' سب کو اس کی اطاعت کرنا ہی کرنا ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے' کوئی بھی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ کرتا ہے' اس کی تخلیق اس کی تدبیر اس کی فرمانروائی' اس کے احکام و ہدایات سب کے سب بڑی حکمت و دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔ (التغابن۔۱۸)

تفسیر:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے وہ اپنی تمام مخلوقات کے نہ صرف ہر عمل سے

Marfat.com

ہے۔اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے جو نظامِ زندگی تجویز کیا ہے وہی بہترین ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے وہ دراصل انسان کے لئے بُرا ہے۔اور اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہیں کرے گا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچے گا تو سخت خسارے میں رہے گا۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴

ترجمہ:۔جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب (بے پناہ طاقت والا ہے) اور بدلہ لینے والا ہے۔(آل عمران۔۴)

آیتِ مبارکہ میں اللہ جلجلالہٗ نے اپنے بندوں کو بڑی سخت تنبیہ کی ہے جولوگ بغیر حجت کے بغیر دلیل کے اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے ہیں انہیں بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے وہ عزیز ہے اور اس کی پکڑ بڑی ہی شدید ہے وہ کبھی اگر انتقام لیتا ہے تو بڑا ہی خوفناک وعبرتناک ہوتا ہے۔جولوگ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں درحقیقت وہ دینِ حق کا انکار کرتے ہیں۔ایسے ہی لوگوں کو عذابِ الٰہی اور انتقامِ الٰہی کی دھمکی دی گئی ہے تاکہ انسان سوچ سمجھ کر راہِ راست اختیار کرے اور اللہ کے خوف سے لرزاں رہے۔

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷

ترجمہ:۔زمین وآسمان کے (تمام) لشکر اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔(الفتح۔۷)

آیت میں نہ صرف اہلِ ایمان کو آگاہ کیا جارہا ہے بلکہ تمام انسانیت کو خصوصاً اللہ کے منحرفین کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ دشمنانِ اسلام کی کوئی بات ذاتِ الٰہی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

Marfat.com

زمین اور آسمانوں کے تمام لشکر اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی زبردست حکمت کا مالک ہے وہ ہر قسم کی قوتوں والا ہے اور حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝١

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی تسبیح (پاکی بیان) کر رہے ہیں، وہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔ (الحدید۔۱۔ الحشر۔۱)

کائنات کی ہر چیز اس حقیقت کا اظہار و اعلان کر رہی ہے کہ اس کا خالق و پروردگار ہر عیب، نقص و کمزوری، خطا اور برائی سے پاک ہے، اس کی ذات پاک ہے، صفات پاک ہیں، افعال پاک ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ ہمیشہ اپنے خالق و رب کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کرتا رہے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہستی ہی وہ عظیم ترین ہستی ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ اللہ کے نافذ کردہ فیصلے کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اس کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکتا، سب کو اس کی اطاعت کرنا ہی کرنا ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے، کوئی بھی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ کرتا ہے، اس کی تخلیق اس کی تدبیر اس کی فرمانروائی، اس کے احکام و ہدایات سب کے سب بڑی حکمت و دانائی پر مبنی ہوتے ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝١٨

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور زبردست حکمت والا ہے۔ (التغابن۔۱۸)

تفسیر:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے وہ اپنی تمام مخلوقات کے نہ صرف ہر عمل سے

Marfat.com

بلکہ ان کی سوچ وفکر سے بھی پوری طرح باخبر رہتا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ اپنے نافرمانوں کو جب چاہے پکڑ لے، مگر یہ اس کی شانِ عفوودرگزر ہے جس کی وجہ سے وہ ظالموں کو مہلت پہ مہلت دیتا رہتا ہے۔ اہلِ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ خصوصی ہے کسی تنگ دل آقا کا سا نہیں ہے جو بات بات پر گرفت کرتا ہو اور ذرا ذرا سی خطا پر ساری خدمات اور وفاداری پر پانی پھیر دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی فیاض اور کریم آقا ہے جو بندہ اس کا وفادار ہو اس کی خطاؤں پر چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جو کچھ بھی خدمت بندے سے بن آئی اس کی قدر فرماتا ہے۔ یعنی نہ صرف ان کے قصور معاف فرمادیتا ہے بلکہ ان کے تھوڑے عمل کی بھی وہ بہت زیادہ قدر کرتا ہے اور اس کی پوری پوری جزا عطا فرماتا ہے۔

یعنی جان بوجھ کر نافرمانی کرنے والے مجرمین کے برعکس، نیکی کی کوشش کرنے والے اپنے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ بڑے ہی کرم وفضل کا معاملہ فرماتا ہے۔ بندہ جتنی کوشش اپنی طرف سے نیک بننے کی کرتا ہے اللہ اس کو اس سے زیادہ نیک بنا دیتا ہے اس کے کاموں میں جو کوتاہیاں رہ جاتی ہیں یا نیک بننے کی کوشش کے باوجود جو گناہ اس سے سرزد ہو جاتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے چشم پوشی فرماتا ہے اور جو تھوڑے سے عمل کی پونجی وہ لے کر آتا ہے، اللہ اس کی قدر افزائی کرتے ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ اجر عطا فرما دیتا ہے۔

فضائل: جو شخص چالیس دن تک ہر روز اسم صفتِ الٰہی یا عزیز کا ورد کرے گا، اللہ تعالیٰ ان شاء اللہ اسے معزز ومستغنی بنا دے گا اور جو کوئی ہر فجر کی نماز کے بعد اکتالیس مرتبہ اس صفتِ الٰہی کا ورد کرے گا وہ اللہ کے سوا کسی کا کبھی محتاج نہ ہو گا اور ذلت کے بعد عزت نصیب ہو گی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۱)

الجَبَّارُ

(سب سے زبردست)

جبار: مبالغہ کا صیغہ ہے، اہلِ لغت کی تصریح کے مطابق ''جبر'' کے معنی دراصل زبردستی کسی شے کی اصلاح کرنے کے ہیں، جبکہ جبر کا استعمال صرف اصلاح یا محض زبردستی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ لغت میں اس کے معنی سرکش، زور کرنے والا، زبردست دباؤ والا، معاملات کو درست کرنے والا، قوت واقتدار کے ساتھ نقصان کو پورا کرنے والا، جس کے ارادے کے سامنے سب مجبور ہوں۔

صفاتِ باری تعالیٰ میں صفتِ جبار کے معنی ہیں بارِی تعالیٰ کے فیضانِ نعمت سے سب لوگوں کی حالت درست کرنا اوران کے نقصانات کو پورا کرنا ہے اس لئے اللہ کی یہ صفتِ جبار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے اور وہی ذاتِ الٰہی اپنی مخلوقات کے تمام نقصانات پورا کرنے پر پوری طرح قادر ہے، وہی فقیر کو تونگر کرنے والا ہے۔

امام بیہقیؒ نے محمد بن کعبؒ سے روایت کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اس لئے جبار ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو اپنے ارادے سے مجبور کردیتا ہے۔''

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی حکمتِ الٰہی سے بندوں کو بہت سی چیزوں پر مجبور کر رکھا ہے جن سے ان کی رہائی ممکن نہیں ہے جیسے بیماری، موت، حشر پر سب مجبور و بے بس ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ہر بندے کو ایک خاص فطرت اور خاص طریقے سے اخلاق و اعمال پر مسخر کر رکھا ہے۔ وہ اسی کی انجام دہی میں مصروف اور اسی دھن میں مگن رہتا ہے، وہ اسے چھوڑنا ہی نہیں چاہتا اور اگر کوئی شخص اپنی روزی روٹی کے حصول کے لئے جو کام کر رہا ہوتا ہے اس سے بے زار ہونے کے باوجود اسے نہیں چھوڑتا ہے وہ سوچتا رہتا ہے اس کے معیار کا کوئی دوسرا کام اسے دکھائی ہی نہیں دیتا ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے ''ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی کو تقسیم کیا اور بعض کو بعض پر فوقیت دی۔

امام ابوسلیمان خطابیؒ فرماتے ہیں کہ جبار وہ ذات ہے جس نے اپنی مخلوق کو اپنے امر و نہی پر جس طرح چاہا مجبور کر دیا اور بعضؒ کے نزدیک ''جبار'' وہ ذات ہے جس نے اپنی مخلوق کی ضرورتوں حاجتوں کو پورا کیا اور ان کے معاش اور روزی کے اسباب کا بندوبست کیا جبکہ کچھ دیگر علما کے خیال کے مطابق ''جبار'' کے معنی اس ذات کے ہیں جو مخلوق سے اوپر ہے۔ (لغات القرآن)

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝

ترجمہ:۔ یہ تھی قومِ عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش نافرمان کے حکم کی تابعداری کی۔ (ھود۔۵۹)

وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝

ترجمہ:۔ اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا (تو یوں ان کا فیصلہ ہوا) اور تمام سرکش ضدی لوگ نامراد ہو گئے۔ (ابراہیم۔۱۵)

جب اہلِ حق اور اہلِ باطل کے درمیان مکمل جدائی ہو جاتی ہے تو پھر سرکشوں اور آمروں

Marfat.com

کی اس حقیر دنیاوی قوت کے مقابلے میں اللہ جبار وقہار اور مکمل گھیر لینے والے کی عظیم ترین قوت سامنے آتی ہے۔ آیات مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے احکام کو اپنے غرور و تکبر کے باعث رد کرتے ہیں اس سے انحراف و کفر کرتے ہیں اور اپنی سرکشی و بغاوت کا برملا اظہار کرتے ہیں اور وہ دنیا میں دی گئی رعایت و مہلت میں جتنا چاہے سرکشی و ضد کا روّیہ اپنا لیں لیکن ایک روز مرنا انہیں بھی ہوگا اور مر کر جب وہ اللہ جبار کے حضور حاضر ہوں گے تو وہاں انہیں جس عذاب کا سامنا کرنا ہوگا' وہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ اللہ جو تمام زبردستوں سے زبردست وقوی ہے۔ جب وہ کسی کو سزا دے گا تو کون ہوگا جو انہیں بچا سکے گا۔ ان ہی آیات میں وہ منظر بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ دنیا کے شکست خوردہ جبار و سرکشوں کے اُخروی انجام کی خوفناک تصویر کشی کر دی گئی ہے کہ انہیں جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ وہاں انہیں غلیظ بدبودار خون آلود پانی پینے کو ملے گا جو گرم کھولتا ہوا ہوگا وہ اگر نہ پینا چاہیں تو بھی انہیں وہی زخموں سے رستا ہوا مادہ پینا ہی پڑے گا' اللہ جبار و قہار کا دیا ہوا فیصلہ ہوگا جس کی وہ اپنی دنیا کی زندگی میں طلب کیا کرتے تھے جسے وہ ہنس کر اڑا دیا کرتے تھے۔ اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھا کرتے تھے۔

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔ (ان کا روّیہ) اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک بہت سخت ناراضگی کی چیز ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (المومن۔۳۵)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام سے انحراف کرتے ہیں اور غرور و تکبر کا رویہ اختیار کرتے ہوئے احکامِ الٰہی سے کفر کرتے ہیں اور انہیں معروف' معروف اور منکر' منکر نظر نہیں آتا' تکبر سے مراد انسان کا جھوٹا پندار اور جھوٹی انا ہے جس کی بنا پر وہ حق کے آگے سر نہیں جھکاتا اور اس کو اپنی حیثیت سے کم تر سمجھتا ہے اور جباریت یا سرکشی

Marfat.com

سے مراد خلقِ الٰہی پر ظلم کرنا اور اللہ کا خوف دل سے نکل جانا ایسا انسان شریعتِ الٰہیہ کی پابندی قبول کرنے سے بھاگتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہاں وعید سنائی جا رہی ہے کہ ان کے دلوں پر لعنت کی مہر لگا دی جاتی ہے' پھر ان کے دل میں ہدایت پانے کی کوئی جگہ ہی نہیں رہتی اور ان کا دماغ حقیقت کے ادراک سے محروم ہو جاتا ہے۔

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:۔ سب پر غالب' اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور تمام بڑائی والا' پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اُس کا شریک بناتے ہیں۔ (الحشر۔۲۳)

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ ایسی عظیم الشان صفات ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی گرفت' غلبے اور جبر کا اظہار ہوتا ہے جس سے ایسی برتری' قوتِ علو کا اظہار ہوتا ہے جس کا اور کوئی شریک نہ ہو اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام تر صفات میں اس کے اقتدار و حکمرانی میں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات میں کوئی بھی کسی طرح شریک نہیں ہے صرف وہی عزیز ہے وہی جبار ہے اور وہی متکبر ہے۔ ان صفاتِ الٰہی کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے سوا کسی پر قطعی نہیں ہوتا' وہ سب پر غالب ہے سب پر اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے اور سب سے بڑا ہو کر رہنا ہی اس کی صفت اور شان ہے۔

فضائل: الجبار' اس صفتِ باری تعالیٰ کا جو شخص روزانہ صبح وشام بعد نماز ۲۲۶ بار ورد کرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ وہ ظالموں کے ظلم وقہر سے محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۲)

اَلۡمُتَکَبِّرُ

(عظمت وبزرگی والا)

متکبر کے معنی ہیں، سر بلند، عظمت کی آخری حد کو پہنچا ہوا، جس کے سامنے تمام مخلوقات حقیر ہوں، عظمت وجلال والا، اسم فاعل مفرد مرفوع تکبر مصدر (مدارک) ہر نامناسب صفت سے برتر (محلی) تکبر دو طرح کا ہوتا ہے۔(۱) فی نفسہ کسی میں خوبیاں اور صفاتِ حسنہ سب سے زیادہ ہوں (۲) واقع میں تو صفاتِ حسنہ سے خالی ہو اور مدعی ہو کمالِ صفت کا، اول محمود ہے اور دوسرا مذموم ہے اس لئے پہلے معنی کے اعتبار سے متکبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے وہ محمود ہے۔ دوسرے معنی کا اطلاق کافر اور مغرور انسان پر ہوتا ہے، جو مذموم اور قبیح ہے۔ تکبر کی بدترین قسم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرکشی اختیار کرتے ہوئے خودسر بن جائے۔ بڑائی کا گھمنڈ کرنا دراصل اللہ کی بندگی سے منہ موڑنا اور شیطان کے پیچھے لگنا ہے غرور وتکبر، گھمنڈ، بڑائی یہ سب شیاطین کا کام ہے جس کا نتیجہ تنزلی پستی ہے۔ بخلاف اس کے اللہ کے آگے جھکنا، اس کی بندگی واطاعت کرنا اور ثابت قدم رہنا، متقی وپرہیزگار رہنا ملکوتی عمل ہے جس کا نتیجہ ترقی وبلندی اور قربِ الٰہی ہے اور غرور وتکبر باعثِ ذلت ورسوائی ہے اس لئے ہی قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے غرور وتکبر، گھمنڈ سے

Marfat.com

بچنے کی ہدایت فرمائی ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

ولاتمش فی الارض مرحا انک لنا تخرق الارض ولن تبلغ الجبار طولا۔

ترجمہ:۔اورزمین پر اکڑ کر نہ چلو کہ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔(بنی اسرائیل۔۳۷)

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ہدایت فرمارہا ہے کہ اے انسانو' جباروں متکبروں کی روش سے بچو۔اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت انفرادی طرزِ عمل اور قومی رویوں' دلوں پر یکساں اثر انداز ہوتی ہے۔اللہ کی ایسی ہی ہدایات کا اثر تھا کہ خلافتِ راشدہ اور اسلامی مملکت کے گورنروں' سپہ سالاروں کی زندگی میں اپنی قوت اور اقتدار کا ذرہ برابر نہ گھمنڈ تھا نہ غرور وتکبر' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایک سے ایک قوی' بہادر پائے جاتے تھے لیکن ان کی زندگی میں کسی بھی طرح' کسی بھی قسم سے نہ جباری کی جھلک تھی نہ کبریائی کی بوباس کا شائبہ تھا۔یہاں تک کہ عین حالتِ جنگ میں بھی ان کی زبان سے کبھی غرور وفخر کی کوئی بات نہیں نکلتی تھی۔ان کا طرزِ زندگی ان کی نشست وبرخاست' چال ڈھال' لباس مکان' سواری' تمام بول چال اور برتاؤ وانکسار' تواضع' سب میں فقیری درویشی کی شان نمایاں پائی جاتی تھی۔وہ کوئی ایسا کام کبھی نہیں کرتے تھے جس سے اللہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کردیا ہو۔غرور وتکبر کو اللہ ناپسند فرماتا ہے۔تمام بڑائی' تمام غرور وتکبر اللہ جلِ شانہٗ کی صفتِ عالی ہے' صرف اُسے ہی زیب دیتی ہے کسی اور کو ہرگز ہرگز نہیں اور جو لوگ غرور وگھمنڈ کرتے ہیں اللہ انہیں پسند نہیں کرتا جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ

ترجمہ:۔میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں۔

(الاعراف۔۱۴۶)

Marfat.com

تکبر کا مطلب ہے احکام الٰہی اور آیاتِ الٰہی کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور لوگوں کو حقیر گردانا۔ بڑا بننا یا تکبر کرنا' قرآن مجید میں ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو بندگی کے مقام سے بالاتر سمجھے اور احکامِ الٰہی کی پروانہ کرے' اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرے گویا وہ اللہ کا بندہ نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ اس کی اس خودسری کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اس زمین میں رہتے ہوئے اللہ کے احکام سے انحراف کرے اور اللہ کی بندگی کا اقرار نہ کرے۔ تکبر انسان کو زیبا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو خالق و مالک ہے اور انسان اس کی مخلوق ہے اور کوئی بھی مخلوق اپنے خالق کے مقابل کیسے آ سکتی ہے۔ اسی لئے خالق کا مقابلہ کرنا' اس کے احکام نہ ماننا اور ان سے اعراض برتنا' انسان کے لئے کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ اس لئے ہی آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ میں ایسے لوگوں کو جو تکبر' گھمنڈ و غرور کرتے ہیں اپنے احکام سے دور ہی رکھوں گا کیونکہ انسانوں کا تکبر اللہ تبارک وتعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ یہی ارشاد سورۂ یونس (۹۶۔۹۷) میں بھی ہوا ہے کہ ''جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی' وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ چاہے ان کے پاس ہر طرح کی نشانیاں آجائیں۔ حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔''

آج ہم ہر جگہ اور ہر معاشرے میں حتیٰ کہ مسلمان معاشروں میں بھی بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ نیکی منہ چھپائے پھر رہی ہے اور بدی کو ہر کوئی لپک لپک کر اختیار کر رہا ہے۔ احکامِ الٰہی سے اعراض واجتناب کرنے والوں کی ایک عادت یا نفسیات یہ بھی ہے کہ وہ ہدایت کی بات کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح گمراہی کی بات کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ اسے فوراً اپنا لیتے ہیں۔

خواص: شیخ عبدالمجید مغربیؒ کا فرمانا ہے کہ جو شخص صالح اس ''اسم المتکبر'' کا ذکر کرے گا اس میں شائستگی اور اس کے کاموں مین باقاعدگی پیدا ہو جائے گی اور وہ عوام وخواص میں عزت وحرمت پائے گا۔ ۲۳۲ دوسو بتیس مرتبہ روزانہ ''المتکبر'' پڑھنے سے بزرگی و عزت حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۳)

اَلۡخَالِقُ

(عدم سے وجود میں لانے والا)

خالق کے معنی ہیں پیدا کرنے والا، بنانے والا، مسلسل اشیاء کو تخلیق کرنے والا، خلق سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ آفرنیش، پیدائش، بنانا، پیدا کرنا، اصل میں ''خلق'' کے معنی تقدیر، مستقیم یعنی صحیح انداز ٹھہرانے کے ہیں اور اس کا استعمال کسی چیز کے نمونے اور پیروی کے ایجاد کرنے کے بھی ہوتا ہے۔ ایک شے کو دوسری شے سے بنانے اور ایجاد کرنے کے لئے بھی مستعمل ہے۔ خلق مخصوص صفتِ الٰہی ہے اور اگر کہیں عام لوگوں کے لئے استعمال ہوتی ہے تو صرف دو معنوں میں ہوتی ہے۔ ایک تو اندازہ کرنے کے لئے اور دوسرے جھوٹ گھڑنے کے لئے۔ امام راغب اصفہانی کا قول ہے کہ ''اسی بنا پر بہت لوگ قرآن کے متعلق خلق کا لفظ استعمال کرنے سے رک گئے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصریؒ مجاہد، قتادہ، سعید بن المسیب اور ضحاک رحمہم اللہ نے ''خلق اللہ'' کی تفسیر ''دین اللہ'' سے کی ہے یعنی دین کی جو وضع اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اسے بدل کر حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا۔ بعض کے نزدیک خلق اللہ سے مراد قدرِ الٰہی لیا ہے اور بعض نے احکامِ ملت اور بعض نے تبدیلِ خلقت لیا ہے۔ خلق کا استعمال بمعنی مخلوق بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔(الزمر۔۶۲)

اللہ تعالیٰ ہی ہر ہر چیز کا خالق ہے' وہی مالک بھی ہے' وہ جس طرح چاہے' تصرف اور تدبیر کرتا ہے' ہر ہر چیز اسی ذاتِ عالی کے ماتحت اور زیرِ تصرف ہے' کسی کو کسی بھی طرح سرتابی یا انکار کی مجال نہیں ہے' وہی خالق و مالک ہر چیز کی حفاظت و نگہبانی کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تدبیر کرنے والا ہے' وہ اکیلا بغیر کسی شرکت کے سب کی حفاظت اور تدبیر کرتا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے' وہ اکیلا ہے' اور زبردست غالب ہے۔(الرعد۔۱۶)

آیتِ مبارکہ میں تین صفاتِ الٰہی کا ذکر ہے پہلی خالق' دوسری واحد اور تیسری قہار' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تخلیق میں بھی واحد و یکتا ہے اور غلبے اور زبردستی زور آوری میں بھی وہی یکتا ہے۔قہار کے معنی انتہائی درجے کا غالب حکمران' عقیدہ توحید اور شرک کو بھی آیت میں سمیٹ لیا گیا ہے۔آسمانوں اور زمین کی تمام چیز اللہ تعالیٰ کی ہی خلق ہیں' وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں' خواہ کوئی چیز خوشی سے سجدہ کرے (انسان) یا مجبوری سے۔آیات میں اللہ کی قہاریت کا ذکر کر کے سلسلہ توحید کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ایسا حکمران ہے جو غایت درجہ کا غالب اور گرفت والا ہے۔پوری کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے' اس کے سامنے سجدہ [illegible] ہے اور اللہ تعالیٰ کی [illegible] تسبیح کرنے میں مصروف ہیں۔ایک انسان ہی ایسا اندھا اور پتھر دل ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اللہ کا خوف [illegible] کرنا اور اپنے [illegible] قوت کو غلط استعمال کر کے۔اپنی تباہی و بربادی کا خود اہتمام کرتا ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ یہی اللہ ہے تم سب کا پروردگار، ہر چیز کا خالق اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ (المومن۔۶۲)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے جو تمہاری ہر چیز کا، خود تمہارا خالق ہے اور جو نہایت ہی مہربان پروردگار یعنی پرورش ونگہبانی کرنے والا ہے، ہر ہر طرح سے تمہاری حفاظت ونگہداشت کر رہا ہے اور تمام تر فوائد ومنافع اللہ تعالیٰ ہی پہنچا رہا ہے۔ تمام کائنات پر اسی کی حکمرانی واقتدار ہے وہ قادرِ مطلق ہے دنیا کا تمام الٹ پھیر رات ودن کا ہونا تمام مخلوقاتِ ارضی کے لئے نافع ہونا ہی اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ وہی ایک اللہ ان تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے، اسی ذاتِ عالی نے یہ کائنات کا عظیم الشان نظام کمال درجہ حکمت ودانائی کے ساتھ اس طرح بنایا ہے کہ وہ اس کی پیدا کردہ تمام مخلوقات کے لئے نافع ہو، جس طرح اللہ کے اطاعت گزار فرمانبردار اہلِ ایمان ان تمام چیزوں سے نفع وراحت حاصل کرتے ہیں اسی طرح اس کے باغی اور منحرف بھی حاصل کرتے ہیں اور ذرا نہیں سمجھتے کہ جو راحتیں، آسائشیں انہیں میسر ہیں وہ اگر روک لی جائیں تو ان کا کیا حشر ہو، وہ تمام تر نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شب وروز اللہ کی نافرمانی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اگر ذرا سی بھی عقل سے کام لیں اور سوچ سمجھ لیں تو یہ حقیقت ان کے سامنے روشن ہو جائے گی کہ ان کی تمام تر اطاعت وبندگی، عبادات کا مستحق صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہی ذاتِ عالی ہے۔ جس کے پاس مرنے کے بعد حاضر ہونا ہی ہوگا۔

فوائد:۔ جو شخص اسم خالق ہمیشہ ورد کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اس کے لئے قیامت تک عبادت میں مشغول رہے گا اور پڑھنے والے کا چہرہ نورانی ہو جائے گا اور کوئی شخص سات دن تک متواتر اسم شریف کو سو بار پڑھے گا تو وہ تمام زمینی آفات سے محفوظ رہے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہ رہنے دے گا بلکہ وہ ریاض قدس میں لے جائے گا۔ (اسماء الحسنیٰ از جلال الدین سیوطیؒ)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۴)

البَارِیُ

(ہر چیز کا موجد)

باری کے معنی ہیں' نکال کھڑا کرنے والا' پیدا کرنے والا' باری اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخصوص صفت ہے' باری خالق کے ہم معنی ہے گو کہ خالق اور باری ربّ کائنات کی الگ الگ صفات ہیں' ان دونوں میں باہم فرق ہے لیکن ہم معنی ہونے کی صورت میں باری کو خالق کی تاکید سمجھا جاسکتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اجزاء واعضاء کے عدم تناسب سے بری پیدا کیا' یعنی یہ نہیں ہوا کہ ایک ہاتھ تو بہت چھوٹا اور پتلا ہو اور دوسرا بہت بڑا اور موٹا ہو۔ اسی طرح خاصیتوں اور شکلوں نیز خوبی اور برائی میں ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا۔ اس لئے اس اعتبار سے باری خاص ہوا اور خالق عام' یعنی خالق کے معنی صرف پیدا کرنے والے کے ہیں۔ (روح المعانی)

امام بیہقیؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ حلیمیؒ کا بیان ہے کہ باری کے دو معنی ہو سکتے ہیں' ایک تو اپنے علم کے مطابق طرح طرح کی مخلوقات کو ایجاد کرنے والا' دوسرے یہ کہ ''باری'' سے مراد قلب حقیقت اور تبدیلِ ماہیت کرنے والا ہے۔

بعض مفسرین اور صاحب لسان العرب یوں بھی کہتے ہیں کہ ''خلق'' اور ''بر'' میں ایک بنیادی فرق ہے' یعنی خلق عام اشیاء کی تخلیق کے لئے ہے اور ''بر'' حیوانات کی تخلیق کے لئے مخصوص ہے۔

Marfat.com

اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت الباری وہ صفتِ الٰہی ہے جو روح کو پیدا کرنے اور بعض اوقات جواہر اور اعراض کے پیدا کرنے کے بارے میں جس کا استعمال ہوا ہے۔

''خلق'' کے معنی تقدیر یا منصوبہ سازی کے ہیں اور ''برء'' کے معنی چاک کرنا، جدا کرنا، پھاڑ کر الگ کرنا، خالق کے لئے باری کا لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ وہ اپنے سوچے سمجھے ہوئے منصوبے یا نقشے کے مطابق کسی بھی چیز کو عدم سے نکال کر وجود دیتا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

ترجمہ:۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا۔ (الحشر۔۲۴)

اس عظیم ترین کائنات کے خالقِ عظیم نے اپنے نام اور صفات کا ذکر مختلف انداز میں فرمایا ہے تا کہ انسانی ذہن گمراہی سے بچنے کی کوشش کرے اور قربِ الٰہی حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف بہت سی آیات میں فرمایا ہے، تا کہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں پوری طرح جان لے، سمجھ لے اور اللہ کی ذاتِ عالی کو پہچان لے اور تمام صفاتِ الٰہی کو اپنے دل میں بٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ ایسی عظیم الشان قدرت کا مالک ہے کہ وہ نہ صرف انسانوں کو بلکہ تمام کائنات کی تمام مخلوقات کو پھر سے پیدا کر سکتا ہے، انہیں مار بھی سکتا ہے، ان کی نگہبانی و پرورش بھی وہی کرتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے سینوں میں پوشیدہ باتوں، ارادوں اور خیالات تک سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ وہ حاکم با اختیار ہے، قادرِ مطلق ہے اس نے ہی سب کو پیدا کیا اور ان میں روح ڈالی اور وجود بخشا۔

فضائل:۔ جو شخص ہفتے میں ایک سو بار ''یا باری'' کا ورد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے مرنے کے بعد قبر سے ریاضِ قدس کی طرف لے جائے گا۔ جو شخص اس صفتِ عالی ''یا باری'' کا کثرت سے ورد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور خیر و برکت میں اضافہ فرماتا ہے۔ بخشتا ہے۔ ہر نماز جمعہ کے بعد اگر ایک تسبیح ''یا باری'' کی پڑھنا اپنا معمول بنا لے تو وہ ان شاء اللہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۵)

المُصَوِّرُ

(صورت گری کرنے والا)

مصور: اسم فاعل واحد مذکر تصویر مصدر، صورت بنانے والا، پیدا کرنے والا، اپنی مخلوقات کے نقش ونگار اور اعضاء تشکیل دینے والا "المصور" وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس نے تمام کائنات اور اس میں موجود ہر قسم کی مخلوقات کی تصویر بنائی اور انہیں ایک خاص ترتیب دی۔ یعنی مصورِ الٰہی وہ ہستی ہے جو ہر ہر چیز کو الگ الگ اور خاص صورت اور شناخت عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی مخلوقات بے حد وحساب ہیں اپنی ان لاتعداد تخلیقات میں اُس نے جو اختلافِ صورت وشناخت رکھا ہے باوجود اس عظیم کثرت کے ان میں شناخت کی تمیز بھی رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مہتم بالشان خالق اور قادرِ مطلق مصور ہے اس عظیم اور لازوال مصور کا کمال ہے کہ کروڑوں مختلف مخلوقات کو نہ صرف جداگانہ صورت وشناخت بخشی بلکہ انہیں مختلف جنس ونوع بھی بخشی اور ان سب کا مختلف نظام افزائش بھی اس مصور عالی نے بنایا۔ اگر انسان کچھ نہ دیکھے صرف اپنی نوع انسانی کو ہی دیکھ اور سمجھ لے کہ اربوں انسان اس دنیا میں موجود ہیں جن کی نہ صرف صورتیں، شکلیں مختلف ہیں بلکہ عادات وخصائل بھی مختلف ہیں۔ ہر انسان دوسرے انسان سے مختلف بھی ہوتا ہے اور اپنی صورت میں کامل بھی ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا مصور ایسا ہے جو اپنی تمام تصویروں کو زندگی کے خوبصورت رنگوں سے سجا کر ان کو

Marfat.com

جان دار بنا کر انہیں زندگی بخش دیتا ہے۔اس کی ہر تصویر چلتا' پھرتا' بولتا ہوا ایک شاہکار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسا عظیم مصور ہے جو اپنی مشیت و مرضی سے جس طرح چاہتا ہے صورت سازی فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾

ترجمہ:۔وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے۔اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ غالب ہے' حکمت والا ہے۔(آل عمران۔٦)

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ مصوری کا ذکر آیا ہے۔ساتھ ہی یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی ایسی ہے جو رحمِ مادر میں ہی انسان کو اُس کی شکل و صورت عطا کر دیتا ہے۔جس طرح اس کی مشیت و منصوبہ بندی ہوتی ہے' وہ بناتا ہے' جب کسی نئے انسان یا کسی بھی مخلوق کو خلق یعنی پیدا کرنا چاہتا ہے تو پہلے اُس کے اسباب پیدا فرماتا ہے اور اُس کی شکل و صورت جو نہایت متناسب خصوصیات کی حامل ہوتی ہے عطا کر دیتا ہے۔اللہ کے سوا کوئی اور اس تصویر سازی میں شریک نہیں ہوتا یہ کام صرف وہ اپنے ارادے اور مشیت سے جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔وہ اس تصویر سازی کی پوری قدرت رکھتا ہے۔وہ ایسا حاکم و دانا اور عظیم مصور ہے کہ اس کے اس تمام تخلیقی عمل میں نہ کبھی کوئی رکاوٹ آتی ہے اور نہ ہی آ سکتی ہے۔وہ یہ تمام کام اکیلا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہستی بڑی قدرت والی' بڑی قوت و قبضے والی' حکمت والی برحق ہے' وہی اکیلی ہستی تمام تر عبادات اور دعاء مانگنے اور انہیں پورا کرنے کی مستحق ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ

ترجمہ:۔اور ہم نے تم کو پیدا کیا' پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی۔(الاعراف۔١١)

لفظ خلق کبھی تو قرآنِ حکیم میں صرف وجود میں لانے کے لئے آتا ہے' اسی طرح صورت یعنی تصویر کا مفہوم بھی کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز کو شکل و صورت اور خصائص دینا۔اس اعتبار سے خلق اور تصویر کی تخلیق کے دو مرحلے نہیں ہوتے بلکہ کسی تخلیق میں بیک کئی راحل وقت ہوتے ہیں۔

Marfat.com

تصویر کا یہ مطلب ہے کہ انسان کو صرف وجود ہی نہیں بخشا گیا بلکہ ایک ترقی یافتہ تصویر اور صاحب خصائص و کمالات وجود بھی دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں تخلیقِ آدم کے بارے میں جتنی بھی آیات آئی ہیں وہ اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کے انسانی خواص اور فرائض منصبی دے دیئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایسے عظیم مصور کی ہے جو نہ صرف تصویر نک سک سے درست بناتا ہے بلکہ اسے زندگی بھی دیتا ہے اور اس کے زندگی گزارنے کا نقشہ بھی وہی مصور بناتا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَکُمْ

ترجمہ:۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا' اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں۔ (المومن۔۶۴)

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ مصوری کا ذکر ہوا ہے لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے کہ میں نے ہی تمہارے ٹھہرنے کے لئے یہ زمین کا فرش بنایا اور آسمان کی چھت تمہارے سروں پر تانی ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی بے شمار نعمتوں اور سہولتوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ زمین پر انسان کو قرار حاصل ہے اور انسان کا یہ قیام اور تمام سہولتیں اس کائنات کے نقشے کے اندر باقاعدہ حساب کتاب سے رکھی گئی ہیں۔ اس کی تعمیر میں زمین و آسمان کی تخلیق کے ساتھ ہی انسان کی پیاری صورتیں اور اس کی پرورش کے لئے رزق کے خزانے بھی رکھ دیئے گئے ہیں۔ اللہ اپنی اس صفت کے ذریعے انسانوں کو آگاہ فرما رہا ہے کہ میں نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمہارے لئے نہ صرف یہ کائنات اور اس کا نظام پیدا کیا ہے بلکہ تمہیں خوبصورت شکل دے کر پیدا کیا ہے۔ اس لئے تم پر لازم ہے کہ تم ایک اکیلے اللہ جس کی بے پناہ قدرت اور صفات ہیں کی عبادت کرو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝۳

ترجمہ:۔ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو عدل و حکمت سے پیدا کیا' اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور اُسی کی طرف لوٹنا ہے۔ (التغابن۔ ۳)

Marfat.com

آیتِ کریمہ سے ایک مومن کو یہ شعور ملتا ہے کہ اس ساری عظیم تر کائنات کی تخلیق اور تدبیریں حق یعنی پوری درست منصوبہ بندی ایک بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کوئی عارضی یا غیر ضروری چیز نہیں ہے۔ اس کائنات کی تشکیل حق پر ہے جو ہستی یہ اعلان کر رہی ہے وہ کوئی معمولی ہستی نہیں وہ خود اس ساری کائنات کی پیدا کرنے والی ہستی۔ یہ اُسے ہی معلوم ہے کہ اُس نے یہ سارا نظامِ عالم کن بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کائنات بنائی اور پیدا کی اسی طرح انسان کو پیدا کیا۔ اگر انسان خود اپنی ساخت اور اپنے خدوخال اور نقشے پر غور کرے اور یہ سمجھ لے کہ انسانی جسم کا نظام کیسے قائم ہے اور کیسے کام کر رہا ہے تو اسے ادراک ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا ہے ''اور اس نے تمہاری صورت بنائی اور عمدہ بنائی'' اللہ جلِ شانہٗ اپنے بندوں کو یہ شعور عطا فرما رہا ہے کہ اللہ کے نزدیک تم کتنے محترم اور مکرم ہو کہ اللہ نے تمہیں اپنی تمام مخلوقات میں بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ نہ صرف تمہاری پیدائشی تصویر بہت حسین وجمیل ہے بلکہ تمہاری اخلاقی تصویر اور تمہاری شعوری تصویر بھی بہت اچھی اور حسین ترین ہے۔ انسان اگر فکر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کی جسمانی ساخت تمام زندہ جسمانی ساختوں سے زیادہ مکمل ہے اور روحانی وشعوری قابلیتوں کے لحاظ سے بھی ہر طرح مکمل ہے۔ ایک ایسا نقشہ ہے جس میں کمال اور جمال دونوں ہی پائے جاتے ہیں اور عدل وحکمت یہی ہے کہ وہ محسن کو اس کے احسان کی اور بدکار کو اس کی بدی کی پوری جزا دے۔ اللہ اپنے عدل کا مکمل اہتمام روزِ حشر قیامت والے دن فرمائے گا۔

فضائل:۔ اگر ''یا مصور'' کا ورد ہر روز بعد نماز کیا جائے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ حسن وخوبی سے نوازتا ہے اس کے فکروادراک میں حسن وخیر پیدا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی عورت اس اسم مبارک کا ورد معمول بنالے تو اللہ اس کے حسن وجمال میں اضافہ فرماتا ہے اور اسے برقرار رکھتا ہے۔ جو کوئی شخص نماز مغرب کے بعد اکیس (۲۱) مرتبہ اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو مضبوط وپختہ فرمائے گا ان شاء اللہ۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۶)

الغَفَّارُ

(درگزر کرنے والا)

الغفار: مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے ''غفر'' کے معنی بچانا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کے اور بندے کے درمیان یعنی گناہ کے درمیان بندے کو گنہگار ہونے سے بچانا۔ بندے کو قصور وار ہونے سے بچانا۔ غفار اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے وہی تو ہے جو اپنے بندوں کے عیبوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ الغفار میں الف لام تعریف کا ہے۔ بڑا معاف کرنے والا، چھپانے والا، درگزر کرنے والا، زیادہ سے زیادہ مغفرت کرنے والا، بہت زیادہ بخشنے والا، رہائی بخشنے والا، خلاصی ونجات دینے والا، بڑی سے بڑی خطا معاف کرنے والا، وہ قادرِ مطلق ہے جسے چاہے اس کی مغفرت فرمادے چاہے وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس صفتِ غفاری کو بے حد وحساب لامحدود رکھا ہے، اللہ تعالیٰ صرف شرک کو معاف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کے غفار ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انسان گناہوں پر جری ہوجائے اور شرک کے سوا تمام گناہ کرتا پھرے بلکہ اس غفاریت سے یہ واضح کرنا ہے کہ شرک کتنا بڑا اور شدید گناہ ہے کہ دیگر تمام گناہوں کی معافی تو ممکن ہے کہ اللہ غفار اپنی مرضی ومشیت سے معاف فرمادے، لیکن شرک ایسا عظیم گناہ ہے جسے اللہ نے خود ظلم قرار دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں کئی جگہ ارشاد ہوا ہے کہ ''جو شخص اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کر کے باز آجائے اور عملِ صالح اختیار کرلے اور راہِ راست پر قائم

Marfat.com

ہو جائے تو اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ﴿۸۲﴾

ترجمہ:۔ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں اور راہِ راست پر بھی رہیں۔(طٰہٰ۔۸۲)

مغفرتِ الٰہی کا مستحق بننے کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں کفر و شرک اور معاصی سے توبہ ایمان عملِ صالح اور راہِ راست پر چلتے رہنا۔یعنی استقامتِ دین یہاں تک کہ ایمان پر ہی خاتمہ بالخیر ہو ورنہ توبہ وایمان کے بعد پھر انسان اگر شرک کا راستہ اختیار کر لے یہاں تک کہ اسے موت آئے تو اس کی موت تو کفر و شرک پر ہی ہوگی تو ایسا انسان مغفرت کے بجائے عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرے گا۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

ترجمہ:۔جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔(صٓ۔۶۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ہستی ہی ہے جو زمین وآسمان کو بنانے والی ہے وہی ہستی اس سارے نظام کو چلا رہی ہے وہ مالک الملک وہ قادرِ مطلق جو بے پناہ صفاتِ الٰہی سے آراستہ ہے وہ احکم الحاکمین ہے وہ مقتدر ہے اسے ہی سارے اختیار حاصل ہیں تمام کائنات کا خالق و مالک ہونے کی وجہ سے اُسے یہ پورا پورا اختیار ہے کہ وہ جسے چاہے جس طرح چاہے معاف کر سکتا ہے۔بخش سکتا ہے کوئی اُسے روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے وہ بڑا ہی زبردست مہربان اور بخشنے والا ہے۔

فضائل:۔کثرت کے ساتھ یا غفار کا ورد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچاتا ہے اور سابق گناہوں پر نادم ہونے پر معاف کر دیتا ہے اور وہ نیکیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔کثرت سے اس اسم کا ورد کرنے والا ہر پریشانی اور مشکل سے دور رہتا ہے۔اللہ اس کے قلب کو سکون واطمینان بخشتا ہے۔نمازِ عصر کے بعد ایک تسبیح یا غفار پڑھنے والے کو اللہ ان شاء اللہ بخشے ہوئے لوگوں میں شامل کرے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۱۷)

القَهَّارُ

(سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا)

القہار' مبالغے کا مجرد صیغہ ہے اس کا مادہ ق ہ ر ہے یہ واحد مذکر ہے اس کے معنی ہیں سب پر پوری طرح قابو پانے والا' غالب جس کے مقابلے میں سب پست و ذلیل ہوں۔قہار سے مراد سب سے بڑا مختار ایسا قابو یا کنٹرول کرنے والا کہ جس کی مٹھی یا اختیار میں تمام مخلوقات ہیں' کوئی بھی کسی طرح اس کے قابو یا قبضے سے باہر نہ ہو سکے وہ کسی کا محتاج بھی نہیں ہے۔اس کے معنی' غلبہ قوت' زبردست' قابو' حکومت اور تسلط کے بھی ہیں۔

قہار کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ ہستی جو اپنی طاقت و قوت سے تمام کائنات پر حکم چلائے اور سب کو مغلوب کر کے رکھے۔اللہ تبارک و تعالیٰ جس کی ایک صفت قہار ہے وہ کوئی عام ہستی نہیں بلکہ وہ تو ایسی قادرِ مطلق' زور آور' زبردست مستحکم اور مضبوط ہستی ہے جس کے سامنے سب بے بس اور مغلوب ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ کہو ہر چیز کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے' وہ یکتا و زبردست ہے' سب پر غالب ہے۔(الرعد۔۱۶)

Marfat.com

آیتِ کریمہ میں صفتِ الٰہی القہار استعمال ہوئی ہے جس کے معنی ہیں وہ ہستی جو اپنے زور سے سب پر حکم چلائے اور سب کو اپنا مغلوب کر کے رکھے۔ یہ بات کہ "اللہ تعالیٰ ہی ہر ہر چیز کا خالق ہے" یہ ایسی حقیقت ہے جس کو مشرکین بھی تسلیم کرتے تھے اس سے انکار کبھی کسی نے نہیں کیا تھا۔ ان کا کفر و انکار اللہ تبارک وتعالیٰ کی یکتائی اور قہاریت سے متعلق تھا۔ حالانکہ جب اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کو مان لیا جائے اور عقل اس کو تسلیم کرلے تو یہ بات اپنے آپ پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اللہ کی ذات واحد ہے اور جو کوئی دوسری ہستی ہوگی تو وہ اس خالق واحد کی مخلوق ہی ہوگی اور مخلوق کا اپنے خالق کے زیر تسلط اور مغلوب رہنا عین تصورِ مخلوقیت کے مطابق ہے۔ اگر غلبۂ کامل خالق کو حاصل نہ ہو تو وہ اپنی مخلوق پر کنٹرول کیسے کرسکتا ہے۔ اس لئے جو بھی اللہ کو خالق تسلیم کرتا ہے اس کے لئے عقلی اور منطقی دلیل سے انکار کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اس لئے یہ بات کہ انسان اپنے خالق کی مخلوق ہونا تو تسلیم کرے لیکن اپنے خالق کو چھوڑ کر، اس تک پہنچنے، اسے پانے کے لئے، اس کی ہی کسی مخلوق کی بندگی اختیار کرلے یعنی غالب کو چھوڑ کر مغلوب کو اپنی مشکل کشائی کے لئے پکارے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾

ترجمہ:۔ کہہ دیجئے! کہ میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں اور بجز اللہ واحد غالب کے کوئی اور لائق عبادت نہیں۔ (ص۔٦٥)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات اپنے محبوب رسول مقبول نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرما رہا ہے کہ آپ تو لوگوں کو صرف باخبر کرنے کا فریضہ ادا کرنے والے ہیں کہ ان کے اعمالِ بد و صالح کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ آپ انہیں اطلاع پہنچا دیجئے کہ میں تو تمہیں تمہارے انجام سے باخبر کرنے والا ہوں، اصل طاقتور اور تمہیں تمہارے انجام تک پہنچانے والی ہستی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات اور اس کا تمام نظامِ حیات ہے، اس کو ہی تمام اختیارات حاصل ہیں وہی قادرِ مطلق ہے تمہارے انجام و آغاز کا مالک ہے، اگر تم نے

Marfat.com

اس کے احکام سے سرتابی کی اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے انکار کیا تو وہ قہار جو سب کو اپنے قابو میں رکھنے کی صلاحیت اور قوت پوری طرح رکھتا ہے تمہارا کیا حشر کرے گا میں تو صرف اس کی تمہیں اطلاع دینے والا ہوں خبردار کرنے والا ہوں تاکہ تم سیدھا راستہ اختیار کر کے اپنے انجام اور آخرت کی زندگی کا بہتر بندوبست کر سکو۔

يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔ جس دن سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گی آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی۔ (المومن۔۱۶)

آیتِ کریمہ میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے جب تمام مُردہ ہو جانے والے دوبارہ اللہ کے ایک حکم سے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن جب سب زندہ ہو کر ربِّ ذوالجلال کے سامنے میدانِ حشر میں جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور ارشاد فرمائے گا۔

"میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (صحیح بخاری۔سورۂ زمر)

جب کوئی نہیں بولے گا کہیں سے کوئی آواز نہیں آئے گی تو اس کا جواب خود ربِّ کائنات ارشاد فرمائے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ منادی کرے گا جس کے ساتھ ہی تمام کافر اور مسلمان بیک آواز یہی جواب دیں گے۔ (فتح القدیر)

فضائل:۔ جو شخص اس صفتِ ربانی "یا قہار" کا ورد کثرت سے کرے تو شیطانی وسوسوں سے بچا رہے گا اور دین ودنیا میں عزت ومرتبہ حاصل کرے گا اور اس کا دل خوفِ الٰہی کی آماجگاہ بنے گا۔ اس کے دل سے دنیا کی ہوس اور محبت ختم ہو جائے گی اور دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۸)

التَّوَّابُ

(توبہ قبول کرنے والا)

تواب: مبالغہ کا صیغہ توبہ سے مشتق ہے۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو "تواب" کہا گیا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس لئے اس کا استعمال اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندے دونوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے لغوی معنیٰ' پھر آنے والا' توبہ کرنے والا' معاف کرنے والا' توبہ قبول کرنے والا۔ جب یہ اسمِ تواب کسی بندے کی صفت کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والا ہوں گے اور جب صفتِ الٰہی کے لئے استعمال ہو تو اس کا مطلب ہوا کہ ربِ التواب کثرت سے اپنے بندوں کی بار بار توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

امام ابوسلیمان خطابیؒ فرماتے ہیں کہ "تواب وہ ہے جو اپنی بندوں پر مہربانی فرما کر ان کی توبہ کو قبولیت بخشے چاہے جتنی دفعہ توبہ دہرائی جاتی رہے اتنی ہی بار قبولیت کی تکرار ہو۔ (کتاب الاسماء والصفات۔ لغات القرآن مولانا عبدالرشید نعمانیؒ)

"تواب" اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم صفت ہے اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے وہ اپنے بندوں کی

Marfat.com

اپنی بداعمالی یا اپنی طرزِ زندگی پر اظہارِ ندامت وشرمندگی کو پسند فرماتا ہے جب بندہ اپنے کسی عمل یا طرزِ عمل پر ندامت محسوس کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کی درخواست کرتا ہے تو اُس وقت اللہ کی صفتِ توابی زور پر آتی ہے اور وہ اپنے بندے کی درخواست کو قبول فرمالیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے وقت جہاں اس میں بہت سی خاصیتیں جمع فرمادی ہیں اس میں ایک حس ایک صفت یہ بھی اس کی فطرت کا حصہ بنادی کہ ہر قسم کے خطرات کے وقت اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے' اُسے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے یا جس راہ پر چل رہا ہے وہ غلط ہے' اللہ کے حکم کے خلاف ہے' اگر اللہ نے اسے اس احساس کی نعمت سے نوازا ہوتا ہے اور اس کے دل میں خوفِ الٰہی موجزن ہوتا ہے تو وہ فوراً ہی توبہ استغفار کر لیتا ہے اور اپنے رب سے رجوع کر لیتا ہے یہ احساس اللہ نے انسانی فطرت میں رکھا ہے' توبہ کی توفیق بھی اللہ ہی دیتا ہے۔

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝۳۷

ترجمہ:۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ۔۳۷)

قرآنِ کریم اس نظریے کی تردید کرتا ہے کہ گناہ کے نتائج لازمی ہیں جو ہر حال میں انسان کو بھگتنا ہی ہوں گے۔ یہ نظریہ دراصل انسان کا خودساختہ ہے جو اس میں مایوسی پیدا کر دیتا ہے۔ جبکہ قرآنِ حکیم اس کے برعکس یہ بتاتا ہے کہ بھلائی کی جزا اور برائی کی سزا دینا خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کا اختیار ہے۔ وہ ذاتِ عالی ہر چیز پر ہر طرح سے قادرِ مطلق ہے' وہ ہماری بھلائی پر انعام یعنی جزا دے یہ کوئی ضروری نہیں یا نیکی و بھلائی کا لازمی طبعی نتیجہ بھی نہیں' بلکہ یہ تو اللہ کا فضل ہے' چاہے وہ عنایت فرمائے یا نہ فرمائے۔ اسی طرح برائی پر وہ قادرِ مطلق سزا دینا چاہے تو دے نہ چاہے تو نہ دے۔ اللہ کا فضل اس کی رحمت وحکمت سے ہم رشتہ ہے۔ اللہ کی ایک صفت حکیم بھی ہے' وہ اپنے اختیارات کا قطعی اندھا استعمال نہیں فرماتا' بھلائی و نیکی پر جزا ضرور دیتا ہے بشرطیکہ خالص رضائے الٰہی کی نیت سے کی گئی ہو۔ ظاہری نمائشی نیکی پر نہیں' اسی طرح وہ سزا اس قصور و غلطی پر دیتا ہے جو باغیانہ جسارت

Marfat.com

کے ساتھ کی جائے جس کے پیچھے ندامت شرمساری کے بجائے ارتکاب جرم کی خواہش موجود ہو۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس قصور پر معافی دیتا ہے جس کے بعد بندہ شرمندہ ونادم ہواور آئندہ اپنی اصلاح پر آمادہ بھی ہو۔اور بغاوت کی روش چھوڑ کر اطاعت کی روش اختیار کر لے۔

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ: ۔اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو بڑا توبہ قبول فرمانے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔(البقرۃ۔١٢٨)

یہ ایک ایسی دعا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دلِ مومن کی پہلی تمنا کیا ہوتی ہے۔عقیدہ اور نظریہ ہی ایک مومن کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔وہ اطاعت وبندگی کے تقاضے پورا کرنے میں لگ جاتا ہے اور دین اور کتاب وحکمت کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور ہر قسم کی گندگیوں' آلودگیوں سے پاک ہوجاتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ہمیشہ ہر مخلصانہ دعا قبول ہوتی ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

ترجمہ: اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔(التوبہ۔١٠٤)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفتِ عظیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی نہ صرف توبہ قبول فرماتا ہے بلکہ وہ اپنی صفتِ رحیمی وکریمی کے ذریعے انہیں معاف بھی فرمادیتا ہے۔انسان غلطیاں کرتا رہتا ہے اس سے دانستہ اور نادانستہ گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں' انسان غلطی کرے اور اس کا احساس ہوجانے پر فوراً اپنی شرمندگی وندامت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اللہ بڑا ہی مہربان اور رحم وکرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے کی شرم وندامت سے کی گئی توبہ کو قبول فرما کر اسے معاف دیتا ہے۔

فضائل: ۔جو شخص اس صفتِ مبارک کا ورد اپنا معمول بنالے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام سنوار دیتا ہے اور اس کا نفس پر قابو رہتا ہے۔اللہ اسے خوش حالی اور فراغت عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۹)

اَلۡوَهَّابُ

(بہت عطا کرنے والا)

الوہاب: صیغہ مرفوع وھب اور مصدر فتح ہے۔ اس کا اصل مادہ (وہ ب) ہے اس کے معنی بہت عطا کرنے والا' بغیر کسی محنت کے بے حساب اجرت عطا کرنے والا' بے حد و بے حساب کرم' رحم کرنے والا' بخشش و عطا میں فیاضی اور سخاوت کرنے والا' سب سے زیادہ دینے والا' عفوودرگزر' بخشش عطا کرنے والا' بے حد حساب بخشش دینے والا' یہ صفتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہستی ایسی ہے جو بغیر کسی غرض اور مطلب کے اپنے بندوں کو بخشتی ہے۔ وہی ہر محتاج اور ضرورت مند کی حاجت بلا معاوضہ اور بلا کسی غرض کے پوری فرماتا ہے۔ اللہ جو عطا کرتا ہے وہ بلا غرض عطا کرتا ہے' وہ اپنی عطا کا کوئی معاوضہ بھی طلب نہیں فرماتا' بندہ جب اس کی اطاعت وبندگی کرتا ہے اس سے بھی اس ذاتِ عالی کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ خود بندہ اپنے فائدہ اور دائمی راحت کے حصول کی غرض سے اللہ کی عبادت واطاعت کرتا ہے اور جو نافرمانی وکفر کے مرتکب ہوتے ہیں اس سے بھی اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا' نہ اس کا کوئی نقصان ہوتا ہے بلکہ خود بندے کا اپنا خسارہ اور نقصان ہوتا ہے' وہ کفر کر کے اپنی آخرت کی دائمی زندگی کو خراب کر لیتا ہے۔

اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔کیا تیرے داتا اور غالب پروردگار کی رحمت کے خزانے اُن کے قبضے میں ہیں۔(صٓ۔۹)

آیتِ مبارکہ میں ربّ کائنات پوچھ رہا ہے کہ ہر قسم کے خزانے کس کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ کے یا ان معبودانِ باطل کے جن کی پرستش وعبادت تم اللہ کو چھوڑ کر کرتے ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔اس کے کارخانۂ قدرت میں کوئی کسی بھی طرح مداخلت نہیں کرسکتا' وہ جس کو چاہے جو چاہے جتنا چاہے عطا کرے اور جس کو نہ چاہے' کچھ بھی عطا نہ کرے' اپنے ہر قسم کے خزانوں کا وہی واحد اکلوتا مالک ومختار ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے کہ وہ اپنے فضل کو کس پر جاری فرماتا ہے اور کس پر روکتا ہے۔وہ غالب ہے'قدرتوں کا مالک ہے' کوئی بھی کسی بھی طرح اس کے کسی اقدام میں نہ حارج ہوسکتا ہے نہ رکاوٹ بن سکتا ہے۔وہ تو ایسا سخی ایسا داتا ہے جس کے پاس بے پناہ خزانے موجود ہیں' جن پر اسے پورا تصرف حاصل ہے'وہ خزانے چاہے اس کی رحمت وبخشش ومغفرت کے ہوں یا جود وسخا کے ہوں یا مال ودولت کے خزانے ہوں۔اُس کے خزانوں کی تعداد وحساب کتاب کا انسان اندازہ ہی نہیں کرسکتا' وہ سب اُس کے ہی ہیں اور اُسی کے اختیار اور قبضے میں ہیں۔انسان ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

ترجمہ:۔اے ہمارے رب! راہِ ہدایت دکھانے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا' اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما' یقیناً تو ہی بڑا عطا کرنے والا ہے۔(آل عمران۔۸)

جو لوگ اپنے ایمان وشعور کے ذریعے یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں گمراہی کے بعد ایمان کے ذریعے ایک عظیم رحمت مل گئی ہے' کہیں وہ کسی بھی وجہ سے لُٹ نہ جائے' کیونکہ ایمان ایک ایسا انعامِ الٰہی ہے جس سے بڑا اور کوئی انعام ہو ہی نہیں سکتا۔جو لوگ ایمان پر یقین رکھتے ہیں وہ

Marfat.com

اللہ کے فضل و رحمت کے علاوہ کچھ نہیں مانگتے۔ خود ان کے دل ان کے بس میں نہیں ہوتے۔ اسی لئے وہ اپنی نجات اور آخرت کے لئے اللہ کے آگے اپنا دستِ سوال دراز رکھتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔'' میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں' جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہے تو سیدھا کر دیتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔'' اور جب ایک مومن کو اچھی طرح اس بات کا شعور حاصل ہو جاتا ہے تو وہ پورے خلوص اور یقین کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی معاونت اور توفیق طلب کرتا ہے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی رحمت اور فضل و کرم کی درخواست کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے محفوظ خزانے سے اسے مزید اور مزید عطا کرتا ہی رہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ بلکہ بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔

فضائل: عسرت و فاقہ کشی سے بچنے کے لئے اس صفتِ حسنہ کا کثرت سے ورد کرنا چاہیے۔ کثرت سے ذکر کرنے والا لوگوں میں ہردلعزیز ہو جاتا ہے اور اس کی طبیعت میں نرمی آ جاتی ہے۔ اور خلقت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۰)

الخَالِقُ

(پیدا کرنے والا)

الخلاق: مبالغے کا صیغہ ہے۔ پیدا کرنے والا۔ اصل، بنانے والا، ایک مخلوق کے بعد دوسری کو پیدا کرنے والا، اس کائنات میں موجود ہر مرئی اور غیر مرئی چیزوں کو پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے لئے خلق کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جس کے معنی آفرینش، پیدائش، خلق لفظ خالق کا مادہ ہے۔ (خ ل ق) اس کے معنی کسی چیز کو بنانے، اس کا اندازہ لگانے توازن و تناسب قائم کرنا، ایک چیز کو دوسری سے بنانا، کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، پہلی بار پیدا کرنا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ہستی ہی ہر چیز کو پیدا کرتی ہے۔ عدم سے وجود بخشتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی خلاقِ اکبر ہے، اُس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کائنات کو وجود بخشا، وہی قادرِ مطلق خلاقِ عظیم ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔ یقیناً تیرا پروردگار ہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ (الحجر۔۸۶)

اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔(المومنون ۔۱۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ہستی ہے جو کائنات کی تخلیق کا خلاقِ اعظم ہے اور احسن الخالقین ہے جس نے ہر شے کو بہترین تناسب اور احسن انداز سے پیدا کیا ہے۔ وہی ذاتِ عالی کامل قدرت وحکمت والی ہے وہ اختیار وارادے والا خالق ہے۔

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

ترجمہ:۔جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔(یٰسین ۔۸۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات قادرِ مطلق ہے اس نے اس کائنات کو پیدا فرمایا یہ زمین وسورج اس عظیم کائنات کی کہکشاؤں میں سورج ایک چھوٹا سا تابع سیارہ ہے۔ ہمارا یہ سورج جس کہکشاں کے تابع ہے اس کے اندر یہ ایک کروڑ ستاروں میں سے ایک ہے جس سے ہمارے قریب کی یہ دنیا بنتی ہے۔اس کائنات میں کئی اور کہکشائیں ہیں' ماہرین فلکیات اب تک ایک کروڑ کہکشاؤں کو دریافت کر سکے ہیں۔ ہماری کہکشاں سے قریب ترین دوسری کہکشاؤں کا فاصلہ سات لاکھ پچاس ہزار نوری سال کا ہے ایک نوری سال کا فاصلہ ۲۶ ملین میل ہوتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے مظاہر ہیں' کائنات کے تمام مجموعے فضاؤں میں تیر رہے ہیں ان فضاؤں میں اربوں اجرامِ فلکی چکر لگا رہے ہیں جن کی تعداد ابھی تک نامعلوم ہے ایسے اتنی عظیم کائنات کا خالق کیا کچھ تخلیق نہیں کر سکتا؟

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔آسمان اور زمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں۔(المومن ۔۵۷)

Marfat.com

انسان اگر اس عظیم کائنات پر غور وفکر کرے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین جس پر ہم رہتے بستے ہیں سورج کے تابع ستاروں میں سے ایک چھوٹا سا ستارہ ہے۔ زمین سورج سے دس لاکھ گنا چھوٹی ہے اور یہ سورج جو ہمیں حرارت پہنچا رہا ہے اس قسم کے سو ملین (دس کروڑ) سورجوں میں سے ایک ہے جو فضاء ہمیں معلوم ہے وہ اس کائناتی فضاء کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ یہ زمین و آسمان انسان کے سامنے بچھے ہوئے ہیں۔ انسان کی طاقت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات رکھی ہے کہ وہ ان کے حوالے سے اپنی قدر و قیمت کا اندازہ کر سکے' جب انسان اس کائناتی نظام پر غور کرتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے اور اللہ کی حقانیت' قدرتِ کاملہ کے آگے جھک جاتا ہے' اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے وہ کائنات کی اور اس عظیم کائنات کے خالق کی عظمت و حکمت کو سمجھ سکتا ہے۔ ربّ کائنات یہی بات اس آیتِ کریمہ میں ارشاد فرما رہا ہے کہ اس عظیم کائنات کی تخلیق کرنا بڑا کام ہے یا انسان کو پیدا کرنا اس کو تخلیق کرنا بڑا کام ہے۔ اللہ کی قدرت کے سامنے کوئی بات نہ بڑی ہے نہ چھوٹی' نہ مشکل ہے' نہ آسان وہ تو اپنی قدرتِ کاملہ سے ہر چیز کو ایک کلمہ سے تخلیق کر سکتا ہے۔ اس عظیم کائنات کی تخلیق کے سامنے انسان کی تخلیق کوئی مشکل کام نہیں ہے' اللہ ہر چیز پہ پوری طرح قادر ہے وہ جب چاہے' جیسے چاہے' جو چاہے پیدا کر سکتا ہے' انسان اپنی کم علمی اور تکبر کی وجہ سے اس کی اطاعت سے کفر کرتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۱)

الرَّزَّاقُ

(بہت رزق دینے والا)

رزاق: مبالغہ کا صیغہ ہے امام حلیمیؒ کہتے ہیں کہ رزق پر رزق کثرت وسعت کے ساتھ دینے والا رزاق ہے اس کے معنی رزق دینے والا روزی دینے والا امام خطابیؒ کے بیان کے مطابق رزاق وہ ذاتِ عالی ہے جو رزق کی متکفل ہے اور ہر جان کے قیام کے لئے جس قدر قوت کی ضرورت ہے اس کو بہم پہنچانے والی ہے اس صفت کا استعمال اللہ جلِ شانہٗ کے علاوہ کسی اور کے لئے قطعی جائز نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص صفاتی نام ہے اس کا بنیادی مطلب بہت زیادہ رزق دینے والا بہت زیادہ روزی دینے والا بہت زیادہ اپنی تمام مخلوقات کی ضروریاتِ رزق پوری کرنے والا تمام مخلوقات کو ان کی ضرورت اور حالات کے مطابق سامانِ زیست مہیا کرنے والا سب سے بڑا روزی رساں اچھے سے اچھا رزق دینے والا بے حد وحساب رزق فراہم کرنے والا بلا امتیاز ہر ایک کے لئے رزق فراہم کرنے والا ہر جاندار کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے رزق کا بندوبست کرنے والا یہاں تک کہ شکمِ مادر تک میں ہر جاندار کو رزق پہنچانے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی سب مخلوقات کا خالق و مالک ہے وہی سب کو رزق پہنچانے کا ذمہ دار ہے یہ اس کی صفتِ عظیم ہے جو سب کے

Marfat.com

لئے یکساں قابل عمل ہے چاہے بندہ اس کا اطاعت گزار و فرمانبردار ہو یا کافر و منکر اور باغی ہو وہ سب کو یکساں رزق فراہم کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں ہے، بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

(الذاریت۔۵۸)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وہی ذاتِ عالی اپنی تمام مخلوقات کو رزق فراہم کرنے والی بڑی زبردست قوت والی ہے، قرآنِ حکیم میں ربِ رزاق نے ایسے تصورات کو اس لئے تقویت دی ہے کہ انسان رزق کے غم میں مبتلا نہ ہو، رزق کی ذمہ داری اللہ رازق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے رزق کی ذمہ داری لی ہوئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی جو کسی بھی طرح کسی بھی قسم کے رزق اور کھانے کا محتاج نہیں ہے۔ اس نے تو اپنے بندوں کے لئے ہر طرح کے تمام انتظامات کر رکھے ہیں۔

انسان اپنی جدوجہد کرے اور نتائج کے پیچھے نہ بھاگے اور یہ سمجھ کر مطمئن ہو جائے کہ اس نے اپنی حصے کا کام بخوبی پورا کر دیا ہے۔ اس کا صلہ و جزا اللہ کے ہاتھ ہے، بندے کا کام تو یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کو ماننے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ جب انسان اللہ کی راہ اپنا لیتا ہے اور حق کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے تو اسے آرزو کی کوئی تمنا نہیں رہتی، سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کی۔ اگر اس کے دل میں دنیا کی چاہت کے حوالے سے کوئی خواہش ہوتی ہے تو اس نے اپنی طاقت کے مطابق اپنی جدوجہد کر لی، اس دنیا میں اپنی ذمہ داری ادا کر دی۔ اس نے اطاعت و بندگی کا حق ادا کر دیا تو وہ رازق وہ رحیم و کریم اپنے فضل سے اسے ایسا اجر و جزا سے نوازے گا جو اس کی ہر توقع سے کہیں زیادہ اور شاندار ہوگا۔ کیونکہ وہ مالک الملک، وہ رازق۔ رزاق بہت زیادہ اجر و صلہ دینے والا ہے۔

Marfat.com

اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور جس کی چاہتا ہے گھٹاتا ہے۔

(الرعد۔۲۶)

دنیاوی اسباب اور رزق کی کمی بیشی کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔وہ اپنی حکمت ومشیت‘جس کو صرف وہی جانتا ہے‘کے مطابق کسی کو زیادہ رزق دیتا ہے تو کسی کو کم رزق دیتا ہے‘یہ رزق کی کمی بیشی اس بات کی دلیل یا علامت نہیں کہ اللہ کس سے خوش اور کس سے ناخوش ہے۔کسی کو دنیا میں مال زیادہ ملا ہے‘جبکہ وہ اللہ کا نافرمان ہے کفر کرتا ہے‘شرک کرتا ہے‘دراصل یہ‘مہلت ہے پتہ نہیں کب یہ مہلت ختم ہو جائے اور اللہ کی پکڑ کے شکنجے میں آ جائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی حیثیت‘آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈال کر نکالے‘تو دیکھے سمندر کے پانی کے مقابلے میں اس کی انگلی میں کتنا پانی آیا ہے۔(صحیح مسلم شریف)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بکری کے ایک مُردہ بچے کے پاس سے ہوا‘تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھ کر فرمایا‘اللہ کی قسم دنیا‘اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے‘جتنا یہ مُردہ‘اپنے مالکوں کے نزدیک اس وقت حقیر تھا جب انہوں نے اسے پھینکا۔(صحیح مسلم شریف)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۲۲)

الفتاحُ

(بہت بڑا فیصلہ کرنے والا)

الفتاح: صیغہ واحد مبالغہ ہے' اس کا مادہ (ف' ت' ح) ہے' عربی زبان میں ''فتح'' کے معنی کھول دینے کے ہیں' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا صفاتی نام ہے' اس صفتِ عالی کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے آسانیاں پیدا فرماتا ہے' ان کے لئے اپنی رحمت اور رزق کے دروازے کھولتا ہے۔

''فتاح'' کے معنی یہ بھی ہیں کہ سرگرداں لوگوں کو آسانیاں مہیا کرنا' ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ چونکہ بندوں کے امور میں آسانیاں پیدا فرما دیتا ہے۔ مشکل امور کو ان کے لئے آسان کر دیتا ہے' فتح کا لفظ فیصلہ کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ''فتاح'' اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم صفت ہے کہ وہی ذاتِ الٰہی حق و باطل کو بڑی وضاحت سے الگ کرتی ہے۔ ''فتاح'' کے معنی حاکم اور فیصلہ کرنے والے کے بھی ہیں' نصرت وغلبہ عطا کرنے والا' کھول دینے والا' اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اس لئے بھی فتاح ہے کہ وہ فیوض و برکات کے دروازے اپنے بندوں پر کھول دیتا ہے۔ بہت بڑا مشکل کشا ہے۔

قُلۡ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفۡتَحُ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَهُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۲۶﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ کہو ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا' پھر ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ کردے گا۔ وہ ایسا زبردست حاکم ہے جو سب کچھ جانتا ہے۔ (سبا۔۲۶)

آیتِ کریمہ میں پروردگارِ عالم کو "فتاح علیم" کہا گیا ہے' اس سے یہ جتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے' کیونکہ وہ ایسا حاکم ہے جو حق و باطل کے درمیان علم کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہے۔ وہ حق و باطل کو الگ الگ کرنے پر پوری طرح قادر ہے' وہ ان کے درمیان کے فرق کو بھی نمایاں کر سکتا ہے' وہ حق پرستوں کو اور باطل پرستوں کو اکٹھا نہیں چھوڑتا' ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ حق پسند اپنی سچائی کو پورے زور سے پیش کرے' اپنی پوری قوت و طاقت اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں پورے خلوصِ نیت سے لگا دے اور معاملے کے نتیجے کو اللہ کے سپرد کر دے۔ اللہ فتاح علیم فیصلہ کر دے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کب' کس وقت کرتا ہے۔ فیصلہ کے لئے وقت بھی اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا ہے۔ اس میں جلدی کا کوئی داعیہ کسی کو نہیں' کیونکہ یہ حق اللہ کو ہی حاصل ہے کہ وہ حق و باطل کا آمنا سامنا کب کرتا ہے' کب فیصلہ کرتا ہے' وہی ذاتِ علیم و فتاح ہے۔

فضائل: جو شخص بعد نماز فجر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر ستر (۷۰) مرتبہ اس صفتِ الٰہی کا ورد کرے گا اللہ اس کا دل منور کر دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۳)

العَلِیۡمُ

(بہت جاننے والا)

العلیم: مبالغے کا صیغہ ہے اس کا مادہ (ع ل م) ہے اس کے معنی جاننے والا واقف' آگاہ' علیم بذات خود علم سے مبالغے کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں بے پناہ علم والا بہت زیادہ اور ہر طرح کا علم رکھنے والا' حدود و قیود سے بھی زیادہ علم رکھنے والا' اللہ العلیم کا علم اس قدر زیادہ اور بے پناہ ہے کہ اس کے علم سے کوئی شے چاہے وہ کہیں بھی ہے وہ العلیم کے علم سے باہر نہیں ہے' علیم ہر شے کی چھوٹی سے چھوٹی حرکت' عمل' ضرورت' کام' سوچ و تخیل کی پرواز و رسائی تک کا علم رکھنے والا ہے۔ کسی بھی چیز کی کوئی بھی اور کیسی ہی حرکت کیوں نہ ہو اللہ علیم اس سے پوری طرح باخبر رہتا ہے' اللہ تعالیٰ خود تمام علوم کا سرچشمہ ہے' وہ کائنات کے ذرے ذرے سے پوری طرح باخبر اور اسے جاننے والا ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت محدود علم دیا ہے جبکہ دیگر مخلوقات نہ صرف محدود بلکہ ان کی ضرورت کے مطابق ہی ان کے مخصوص شعبوں کا علم دیا ہے جبکہ خود اللہ علیم کا علم لامحدود اور وسیع سے وسیع تر ہے۔ ہر حقیقت کا علم اسی علیم کو ہے۔

وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۸

Marfat.com

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرمارہا ہے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔ (النور۔۱۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہر چیز کا علم رکھتا ہے وہ اپنی مخلوقات کے ہر عمل، ہر سوچ تک سے باخبر رہتا ہے، اہلِ ایمان سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں، جو ہو چکی ہیں، اللہ علیم ان سب کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہی اپنی آیتوں کے ذریعے قرآنِ حکیم میں اپنے احکام نازل فرمائے ہیں تا کہ لوگ سیدھی راہ پر چلنے والے بنیں اور شیطان کے بہکائے میں پھنس کر اپنی آخرت کی زندگی کو برباد نہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے جو حکمت وتدابیر اختیار کرتا ہے، جو قوانین وضع کرتا ہے وہ سب کے سب بڑی گہری حکمت پر مبنی ہوتے ہیں ان میں لوگوں کی صلاح وفلاح ہوتی ہے۔

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶

ترجمہ:۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ کو اللہ حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جارہا ہے۔ (النمل۔۶)

آیتِ کریمہ میں ربِ علیم وحکیم اپنے محبوب اور رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمارہا ہے یہ قرآنِ کریم جو ربِ کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھارہا ہے یہ حکمت ودانائی اور علم ودانش میں کامل ہے۔ کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ تو اپنی تمام مخلوقات کے حالات اور ان کے ماضی، حال اور مستقبل تک کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں اور دیگر مخلوقات کی اصلاح وہدایت کے لئے بہترین تدابیر اختیار فرماتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جو کچھ ہدایات، احکامات، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں وہ کوئی ہوائی، خیالی باتیں نہیں ہیں اور نہ ہی کسی بھی طرح کسی انسانی قیاس ورائے پر مبنی ہیں بلکہ یہ تو علیم بذات الصدور کا ارشادِ حقانی ہے۔ جیسا کہ المومن کی درج ذیل آیت میں ارشاد ہورہا ہے۔

Marfat.com

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾

ترجمہ:۔اس کتاب (قرآنِ کریم) کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (المومن ۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی قوت وحکمت والا اور علم والا ہے وہ بڑا ہی صاحبِ فضل ہے آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآنِ حکیم کے ساتھ ہی اپنی عظیم صفت علیم ارشاد فرمائی ہے اس سے یہ اظہار ہو رہا ہے کہ یہ کتاب صاحبِ کتاب کے علم کا نہ صرف اظہار ہے بلکہ الٰہی حکمت وعلم کا ذریعہ بھی ہے۔اس طرح اللہ نے نہ صرف اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی اور انہیں اس کتاب کے ذریعے دین ودنیا کے علم سے بھی روشناس کرایا ہے۔ انسانی شعور کے احساس کو تیز کرنے اس کے اندر امید پیدا کرنے اور اپنا خوف اور تقویٰ پیدا کرنے کا علم بھی عطا کیا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے خوب کھول کر بیان کرے اور تمہیں، تم سے پہلے کے (نیک) لوگوں کی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔ (النساء۔۲۶)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ انسان پر ان طریقوں کو واضح کرے اس کا ارادہ ہے کہ تم پر اپنی حکمت ودانائی کا انکشاف کرے۔وہ چاہتا ہے کہ انسان حکمتِ الٰہی کو دیکھے، سوچے سمجھے اور اسے اس طرح قبول کرے کہ وہ پوری طرح اس کی سمجھ میں آجائے پھر وہ اپنی کھلی آنکھوں اور کھلے دل ودماغ سے احکامِ الٰہی تعلیماتِ الٰہی یعنی دینِ اسلام اور اسلامی نظامِ حیات کو قبول کرے، کیونکہ اسلامی احکامات نہ تو اس قدر پیچیدہ ہیں نہ ہی پہیلیوں کی طرح پراسرار ہیں کہ سمجھ میں نہ آسکیں اور نہ ہی آمرانہ تحکم لئے ہوئے ہیں کہ ان میں حکم تو ہو لیکن حکمت

Marfat.com

سے خالی ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا حکیم و دانا ہے اس کے احکام و ہدایت میں بھی بڑی حکمت و دانائی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لئے جو طریقۂ حیات، طرزِ معاشرت اور نظامِ حیات منتخب کیا ہے اُسے مستحکم اور مضبوط بنیاد پر قائم کیا ہے، اس کے اصول ایک ہیں، جس کے مقاصد اور اہداف ہم آہنگ ہیں، ایک اکیلے اللہ کی عبادت یہی طریقہ اطاعت و بندگی زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے، صدیوں سے کیا بلکہ آفرینش سے ہی نظامِ اطاعت و بندگی ایک ہے، وہ ہے اللہ واحد کی اطاعت و بندگی، یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' ہر قوم ہر قبیلے کے مومنین کے درمیان یہ سنتِ الٰہی ایک مستحکم رابطے کا کام کرتی رہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑا ہی رحیم و کریم ہے انسان اگر راہِ راست سے بھٹک جائے، شیطان کے چنگل میں پھنس جائے تو جب اسے اپنی غلطی کا احساس و ادراک ہو جائے اور وہ اپنے احساسِ ندامت و شرمندگی کے اظہار کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر اپنی غلطی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے معافی مانگ لے تو وہ رحیم و کریم اپنے بندے کو معاف فرما دیتا ہے یہی اس کی صفتِ عالی شان ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی بڑی دانا و علیم ہے اس نے اپنے بندوں کے لئے جو قوانین بنائے ہیں وہ پوری حکمت و علم کے ساتھ بنائے ہیں۔ وہ اپنے بندوں کو جو ہدایت و رہنمائی دے رہا ہے وہ سب کی سب بڑی علم و حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ خالق و مالک اپنی مخلوق کے مزاج و نفسیات سے پوری طرح باخبر و آگاہ ہے۔ وہ ان تمام تدابیر سے بھی پوری طرح باخبر ہے جن کے ذریعے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے اور جو انسانوں کے لئے مفید اور فلاح پانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات و احکامات کو انسان کی بھلائی بہتری کے لئے نافذ فرمایا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۴)

الحَلِیۡمُ

(نہایت بردبار)

حلیم: اس کا مادہ حلم ہے اس کے معنی بردبار تحمل والا برداشت نہایت درجہ نرم باوقار حلم جس کے معنی جوش غضب سے نفی اور طبیعت کو روکنا یعنی بردباری اور تحمل کے ہیں۔ یہ صفتِ الٰہی ہے کیونکہ اصل حلم اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہی ہے۔ حلیم اسے کہتے ہیں جو صاحبِ قوت وعظمت ہو متین وسنجیدہ بھاری بھرکم ہو ذرا ذراسی بات پر بھڑک نہ اٹھے۔

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ یَّتۡبَعُهَاۤ اَذًی ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمہ:۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔ (البقرۃ۔۲۶۳)

قرآنِ کریم میں بار بار جگہ جگہ صفاتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے تاکہ اہلِ ایمان حتی الوسع کوشش کرکے اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں اسلامی نظامِ حیات اسلامی زندگی ایک تہذیب کا نام ہے زندگی کا طرزِ عمل اور آداب زندگی ہے ایک مسلمان اپنے اندر صفاتِ باری تعالیٰ پیدا

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرے اور راہِ حق کے مراحل طے کرتا چلا جائے' اور ان صفاتِ الٰہی سے اپنا حصہ سمیٹتا رہے۔ اسلام ایک مہذب دین ہے جو معاشرے کی پوری طرح تہذیب کرتا ہے یہی بات آیتِ کریمہ میں سکھائی جارہی ہے کہ جب کوئی سائل' کوئی ضرورت مند جب کسی اہلِ ایمان مسلمان سے رجوع کرے تو وہ اس ے نرمی کا سلوک کرے' شفقت سے پیش آئے' آیتِ کریمہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ جس صدقے کے بعد سائل کو اذیت دی جاتی ہو' ایسے صدقے کی کوئی ضرورت نہیں' اس سے تو بہتر ہے کہ ایک میٹھا بول ایک نرم بات کہہ دی جائے یا دعائیہ کلمات ادا کر دیئے جائیں۔ ''اللہ تجھے بھی اور ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے نوازے۔'' یہ قول معروف ہے اور ''مغفرۃ'' کا مطلب سائل کی پردہ پوشی ہے' سائل کی حاجت کو اس کے سوال کو لوگوں کے سامنے نہ لانا ہی اسلامی تعلیم ہے اور اگر سائل کچھ نازیبا کلمات بھی ادا کر دے تب بھی اس سے صرفِ نظر چشم پوشی کا حکم ہے تاکہ اس کا پردہ رہے' یعنی سائل سے نرمی شفقت اور چشم پوشی اس کی پردہ پوشی اس صدقے سے بہت بہتر ہے جس کے بعد اس کو لوگوں میں ذلیل و رسوا کر کے اسے تکلیف پہنچائی جائے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے (پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو' اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔ (مسلم)

لَيُدْخِلَنَّهُم مُّدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿٥٩﴾

ترجمہ:۔ انہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ پہنچائے گا کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں گے' بے شک اللہ تعالیٰ علم اور بردباری والا ہے۔ (الحج۔ ۵۹)

آیتِ کریمہ میں ایسے لوگوں کے لئے خوشخبری سنائی جارہی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان

Marfat.com

اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں' انہیں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسی جگہ داخل کرے گا جہاں پہنچ کر وہ راضی ہو جائیں گے' کیونکہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں جنہیں آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا' نہ کسی کان نے سنا' دیکھنا سننا تو کیا' انسان کے دل و دماغ میں ان کے وہم و گمان میں بھی ان کا گزر نہیں' جن نعمتوں سے اللہ تعالیٰ جنت کی صورت میں نوازے گا۔

اللہ بڑا علم والا ہے بڑا ہی حلیم ہے وہ نیک اعمال کرنے والوں کے درجات اور ان کے مراتب اور استحقاق کو خوب جانتا ہے۔ جو مظالم انسان کرتا ہے وہ ان کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ وہ چاہتے ہیں اسے بھی جانتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ سب کو مہلت دیتا ہے اپنے غضب کو روکے رکھتا ہے وہ روزِ محشر ظالم اور مظلوم دونوں کو پوری پوری جزا دے گا۔

إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾

ترجمہ:۔ اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ اللہ بڑا ہی قدردان اور بڑا ہی بردبار ہے۔ (التغابن۔ ۱۷)

اللہ تعالیٰ اپنی صفاتِ عالی سے آگاہ فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت والا اور عظیم تر ہے' وہ کتنا عظیم کتنا کریم ہے کہ اُس خالق و مالک نے اپنے کرم خاص سے انسان کو پیدا فرمایا' انسان جو اس کا بندہ اس کا غلام ہے' وہ ذاتِ مہربان' انسان کی پرورش و نگہداشت بھی کرتی ہے' حیرت کی بات ہے کہ وہ مالک و آقا جو ہر طرح سے مختار ہے وہ اپنے بندوں سے قرضِ حسنہ مانگ رہا ہے۔ پھر وہ اس قرض کو ہی نہیں لوٹاتا بلکہ اسے کئی گنا بڑھا کر لوٹاتا ہے ساتھ ساتھ اپنے غلام اپنے بندے کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے' اس کے ساتھ نہایت حلیمی سے

Marfat.com

معاملہ فرماتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے جو احکم الحاکمین ہے' یعنی بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ اپنے بندے سے لیا ہوا قرض نہ صرف کئی گنا بڑھا کر واپس کرتا ہے بلکہ اس کے سارے قصور بھی انعام میں معاف فرما دیتا ہے۔ جو یقیناً انسان کے لئے کسی عظیم ترین انعامِ الٰہی سے کم نہیں۔ (یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ قرض کا بڑھا کر واپس کرنا ''سود'' کا جواز نہیں بن سکتا یہ خالص انعامِ الٰہی ہے' اللہ تو مختارِ کل ہے' وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔)

اگر انسان اپنی محدود طاقت کے مطابق اپنے تمام نقائص و کمزوریوں پر قابو پاتے ہوئے اللہ کے احکام وتعلیمات پر عمل کرے اور اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرے اور اپنی جان و مال کو اللہ کی راہ میں خلوصِ نیت سے نہ صرف اللہ کی رضا مندی کے لئے خرچ کرے اور ہر ظلم و زیادتی سے بچ کر چلے صبر و برداشت کو اپنا لے صفتِ الٰہی کی تقلید کرے تو بھی انسان حقِ بندگی ادا نہیں کر سکتا۔ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی روح میں سے پھونکا ہے۔ اس روح کا تقاضہ ہے کہ انسان صفاتِ الٰہی کو اپنائے' اپنی طاقت کے مطابق اس کا حق ادا کرے' تا کہ اللہ اس سے راضی رہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۵)

اَلۡعَظِیۡمُ

(بڑی عظمت والا)

عظیم کے معنی بڑا، بزرگ، یہ عظمت سے ہے جس کے معنی بڑا اور بزرگ ہونے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی مفرداتِ القرآن میں تحریر فرماتے ہیں عظیم کے اصل معنی تو بڑی ہڈی والے کے ہیں، پھر بطور استعارہ ہر کبیر کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا اور بجائے کبیر کے عظیم بولا جانے لگا۔ علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں رقم طراز ہیں، عظیم اور کبیر میں یہ فرق ہے کہ عظیم صغیر کی نقیض ہے اور کبیر صغیر کی، لہٰذا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے۔ جس طرح صغیر سے حقیر کم تر ہے ان دونوں الفاظ کا استعمال اجسام اور اعراض دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

تاج العروس میں ہے کہ عظیم حق تعالیٰ شانہ، کی صفت ہے جو کبیر کے معنی میں استعمال ہوتی ہے یہ دونوں مترادف لفظ ہیں۔

حضرت فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں کہ کبیر وہ ہے جو ذاتی طور پر بڑا ہو اور عظیم وہ ہے جس کو دوسرے بڑا سمجھیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے لئے بجائے عظیم کے کبیر کا استعمال زیادہ ہے۔ امام بیہقی کتاب الاسماء الصفات میں لکھتے ہیں کہ حلیمیؒ نے العظیم کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ "عظیم وہ ذات ہے جس پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو سکے، کیونکہ "عظیم القوم" اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کے

Marfat.com

معاملات کا مالک ہو اور لوگوں کو اس کے خلاف جانے کا حوصلہ نہ ہو نہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکیں' اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے جو بڑی شان والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ کوئی چیز اسے عاجز نہیں کر سکتی اور یہ کسی بھی طرح ممکن نہیں کہ اسے مغلوب کر کے اس کی نافرمانی یا عدول حکمی کی جا سکے' لہٰذا حقیقی اور واقعی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہستی ہی عظیم ہے۔

حضرت ابوسلیمان خطابیؒ کے مطابق عظیم کے معنی عظمت والا' جاہ و جلال والا' اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہستی بڑی ہے بلند اور عظمت والی ہے اس کی تمام تر صفات عظمتوں والی ہیں۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

ترجمہ:۔ اس کی (اللہ تعالیٰ) کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے نہ اکتاتا ہے' وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ (البقرۃ۔ ۲۵۵)

آیتِ کریمہ میں لفظ کرسی آیا ہے جس سے مراد حکومت یا اقتدار کے ہوتے ہیں' یہاں ربِّ کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ کا بیان مجرد طور پر کیا گیا ہے لیکن قرآنِ کریم کا ایک خاص اندازِ بیان ہے کہ وہ مجرد حقائق کو بھی محسوسات کی شکل میں پیش کرتا ہے۔ دراصل اس محسوس تصویر کشی کے اندازِ بیان سے انسانی ذہن اصل حقیقت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور یوں وہ حقیقت انسان کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہے یہ ایک ٹھوس اور محسوساتی اندازِ تعبیر ہے' جس سے تصویر ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو پوری کائنات کا احکم الحاکمین ہے اقتدارِ اعلیٰ کا مالک و مختار ہے اس عظیم ترین ہستی کی نگہبانی وہ بھی ایسی نگہبانی جس میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کو کوئی جدوجہد کوئی محنت کرنا ہی نہیں پڑتی' نہ ہی اسے کسی قسم کی تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام ہی مخلوقات کے لیے خودکار نظام نافذ کر دیا ہے' نگرانی و نگہبانی کا بھی اور پرورش کا بھی' وہ بڑا ہی عظیم بزرگ و برتر ہے وہی اعلیٰ' وہی عظیم ترین ہے' اپنی عظمت میں وہ منفرد ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز جو کچھ بھی ہے وہ ان سب کا اکیلا مالک ہے اور وہ بلند تر

Marfat.com

اور عظیم ترین ہے۔(الشوریٰ۔۴)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت کھل کر یہ اعلان فرمادیا ہے کہ وہ اکیلا تمام کائنات کی تمام چیزوں کا مالک ومختار ہے کیونکہ بسااوقات لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بھی مالک ہیں۔ایسا محض اس لئے وہ محسوس کرتے اور سمجھتے ہیں کہ جو چیز ان کے ہاتھ میں ان کے قبضہ اور کنٹرول میں ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں اسے استعمال کرتے ہیں۔حالانکہ یہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی ہے' وہ ان کی حقیقی ملکیت نہیں ہوتی۔حقیقی ملکیت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی تو ایسی ہے جو موجود اور معدوم کرتی ہے' زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہی ہستی ہے جسے جو چیز چاہتا ہے عطا کرتا ہے یا محروم کرتا ہے۔وہ جس وقت چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔وہ مالک الملک اگر چاہے تو جو کچھ اس نے واپس لیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر بطور متبادل عطا فرمادے۔ وہ تمام چیزوں کو اپنی نافذ کردہ قدرت کے مطابق چلاتا ہے۔تمام اشیاء اس مالک کے حکم پر متحرک ہوتی ہیں' زمین وآسمانوں کا مالک پوری کائنات کا حقیقی مالک وہ اکیلا ہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ صرف مالک ہی نہیں ہے' وہ تو مالکِ اعلیٰ بھی ہے۔وہ بڑی عظمتوں بڑی شان والا اور منفرد ہے۔ اس کی ہستی ایسی عظیم ترین ہے کہ سب اس کے سامنے ہیچ اور کمتر ہیں۔جب انسان اپنے مالک سے مانگتا ہے تو وہ مالک الملک ایسا عظیم ہے کہ وہ ہر مانگنے والے کی طلب پوری کرتا ہے کسی کو منع نہیں کرتا' ہر طرح کے اس کے خزانے بے پناہ اور بے حد وحساب ہیں کیونکہ وہی ہر چیز کا مالکِ حقیقی ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٩٦﴾

ترجمہ:۔پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو۔(الواقعہ۔۷۴۔۹۶۔الحاقہ۔۵۲)

قرآنِ کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمام احکام وقوانین کھول کھول کر بیان فرمارہے ہیں' تمام

Marfat.com

دلائل روز روشن کی طرح تمام انسانیت کے سامنے آ گئے اس سطح پر سمجھایا بتایا گیا ہے کہ جو انسانی سوچ فکر کے عین مطابق ہے کہ یہ سب کچھ آسائش ولوازماتِ زندگی فراہم کرنے والی ذات ایک عظیم خالق و پروردگار کی ہے جو موجود ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کی منظر کشی فطرتِ الٰہی ہر طرح ہر جگہ ہر طرف کر رہی ہے اور فطرتِ انسان کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ آیتِ کریمہ میں تسبیح کا حکمِ الٰہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے دیا گیا ہے کہ ان کی پیروی واتباع کرنے والے اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿٣٣﴾

ترجمہ:۔ بے شک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ (الحاقۃ۔۳۳)

جیسا کہ قرآن سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ایمان ایک روشنی ہے جس سے انسان کا قلب منور ہو جاتا ہے اور جس انسان کا دل ایمان سے خالی ہو وہ تاریک اور مردہ دل ہوتا ہے۔ اس کا دل حقیقت میں کسی ویران کھنڈر کی مانند ہوتا ہے' اس کے اندر کوئی روشنی کی رمق تک نہیں ہوتی اس کا دل مسخ ہو جاتا ہے اسے زندگی کی حقیقی روشنی نظر ہی نہیں آتی۔ وہ شیطان مردود کے پیچھے چلتا چلا جاتا ہے۔ حقیقت میں اس کی زندگی اور کسی حیوان کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ ان سے بھی کم تر درجہ میں چلا جاتا ہے' کیونکہ تمام حیوانات تک اللہ کے مقرر کردہ طریقوں سے اللہ کی تسبیح میں مشغول رہتے ہیں' اس سے وہ کبھی انحراف وسرتابی نہیں کرتے بلکہ کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ایسا کرنے کا انہیں اختیار نہیں ہوتا' جبکہ انسان کو یہ اختیار ہے' جب اللہ تعالیٰ کی بنائی' پیدا کی ہوئی ہر چیز اس کی تسبیح میں مشغول ہے تو ہر چیز اس طرح مومن ٹھہرتی ہے اور ہر مومن اہلِ ایمان چونکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا رہتا ہے اور اللہ کی عظمت و بڑائی کا اقرار کرتا رہتا ہے اور جو نہیں کرتے ان کا مقدر جہنم بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۲۶)

الواسع

(وسیع فضل والا)

واسع: اسم فاعل واحد مذکر معرفہ مضاف وسیع مغفرت دینے والا، وسیع مغفرت والا، جس کے گناہ معاف کرنا چاہے گا بغیر توبہ کے بھی معاف فرمادے گا۔ وسیع فضل والا، کشادہ بخشش کرنے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت و فراغت والا ہے، بڑی کشادگی و وسعت والا ہے، اللہ کے واسع ہونے کا مطلب ہے کہ اس کی صفاتِ علم و قدرت، رحمت و فضل اس کی ہر صفت بہت وسیع ہے، تمام کائنات پر محیط ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ صفتِ الٰہی متعدد مقامات پر مرکب صورت میں آئی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ‌ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝

ترجمہ:۔ جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ تعالیٰ بڑی کشادگی والا اور علم والا ہے۔ (البقرۃ۔۲۶۱)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات اہلِ ایمان کو خیرات و صدقات کی ترغیب دے رہا ہے کہ اللہ کی

Marfat.com

راہ میں خرچ کیا ہوا مال ایسا ہے جیسے بندے نے اپنے رب کو قرض دیا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے اوپر قرض نہیں رکھتا۔ آیتِ کریمہ میں اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیے ہوئے ایک دانے کے بدلے اسے سات سو گنا بڑھا کر عطا کرتا ہے۔ دراصل اسلامی نظام ایک تہذیب' ایک بہترین معاشرے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلامی زندگی کا آغاز فرائض وواجبات سے نہیں ہوتا۔ اسلام اپنے کام کا آغاز محبت' تالیفِ قلب اور نیکی کی تحریک سے کرتا ہے۔ وہ انسانی شعور کو جگاتا ہے اور انسانی زندگی میں زندہ جذبات پیدا کرتا ہے۔ اسلام انسان کو مطالعہ اور مشاہدہ کے لئے زندگی کی ایک ایسی تصویر پیش کرتا ہے جس سے انسان ثمرہ حاصل کرتا ہے وہ انسان کے سامنے فصل کی مثال پیش کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین کا عام عطیہ ہے۔ انسان کھیتی میں ایک دانہ ڈالتا ہے لیکن وہ اسے سینکڑوں دانے واپس کرتی ہے۔ تخم وبیج کی نسبت سے وہ کئی گنا بڑھا کر دیتی ہے۔ قرآنِ کریم نے یہی زندہ منظر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ ایک دانہ بڑھ کر سات سو دانے بن جاتے ہیں۔ اس سے انسانی شعور میں اہلِ ایمان میں ایک قسم کا جوش وخروش پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حد وحساب دیتا ہے۔ اپنی مخلوق کے لئے رزق میں ایسی فراوانی کرتا ہے جو بے حد وحساب ہوتی ہے اس کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ جس کی انتہاؤں کا کوئی اندازہ کر ہی نہیں سکتا۔ وہ ایسا دینے والا ہے کہ جس کی عطاء عنائت میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ اللہ تو نیتوں تک کا مالک ہے وہ نیت پر نیکی واجر دیتا ہے۔ اُس سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اب سوال یہ بھی ہے کہ وہ کونسا صدقہ وخیرات ہے جسے اللہ اس قدر بڑھا چڑھا کر لوٹاتا ہے' یہ انفاق فی سبیل اللہ وہ ہے جو کسی انسان کی شرافت وعزت نفس نہ کچلے۔ وہ انفاق جسے دلی طہارت وصفائی اور پاکیزگی کی ساتھ ادا کیا جائے اور محض رضائے الٰہی کی نیت سے کیا جائے اور اللہ کی رضا کے علاوہ کوئی اور مطلب ومقصد نہ ہو۔

Marfat.com

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۸﴾

ترجمہ:۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرم ناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ اللہ بڑا وسعت والا اور دانا ہے۔ (البقرۃ۔ ۲۶۸)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جب انسان اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لگتا ہے یا کررہا ہوتا ہے تو شیطان مردود اہلِ ایمان کا راستہ روکتا ہے اور اسے فقر یعنی غریبی اور تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔ سمجھاتا ہے کہ تم مفلس اور قلاش ہو جاؤ گے' انسان کو بخل کی ترغیب دیتا ہے اور نیک کام سے روک کر بڑے اور حرام غیر شرعی کاموں کو اس طرح سجا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ انسان اُن پر بے دھڑک ہو کر بڑی بڑی رقوم خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اہلِ ایمان جو شیطان کے بہکائے میں نہیں آتے اور راہِ حق پر قائم رہتے ہوئے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں اس طرح خرچ کرتے ہیں جیسا کہ حکمِ الٰہی ہے اُن کو اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ میں نوید سنا رہا ہے اور وعدہ فرما رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے پر وہ تمہیں وہ اجر عطا کرے گا جو تمہارے تصور میں بھی نہیں آ سکتا اللہ تعالیٰ بخشش اور اپنے فضل کی امید دلا رہا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم میں اس سرزمین پر وسائلِ رزق بھی شامل ہیں' یعنی بطور اجر اللہ اس دنیا میں بھی رزق میں فراوانی عطا فرمائے گا کیونکہ وہ اپنی وسعت اور فراخ دستی سے عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۷)

الحکم

(حکمت والا)

حکیم صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے اور خاص صفتِ الٰہی ہے کیونکہ اصل حکمت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس لفظ کا مادہ ''حکم'' ہے جس کے معنی حکمت و دانائی ہے۔ اس میں دانش، عقل و علم اور بساط کے معنی بھی آتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں یہ صفتِ الٰہی جہاں جہاں آئی ہے وہاں وہاں ربّ کائنات کی حکمت و دانائی، مصلحت، تدبر، ترکیب، عقل مندی، ہوشیاری، زیرکی، آزمودہ کاری اور تیز فہمی کا اظہار ہوا ہے۔ حکیم کے ایک معنی اپنی حکمت و تدبیر کے ذریعے معاملات کو ان کی حدود میں رکھنے والے کے بھی ہیں۔ حکمت کے ایک معنی قوتِ فیصلہ کے بھی ہیں اور خاص طور پر ایسا فیصلہ جس میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا ہو۔ چونکہ حکم، حکیم، حکمت اور حکومت ان سب کا مادہ ایک ہی ہے اور قرآن مجید مکمل حکمتِ الٰہی کا مظہر ہے۔ جیسا کہ اللہ جلِ شانہٗ نے قرآن میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾

ترجمہ:۔ اس کتاب کا نزول اللہ غالب باحکمت کی طرف سے ہے۔ (الزمر۔۱)

آیتِ کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس کتاب یعنی قرآنِ حکیم کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف

Marfat.com

سے ہوا ہے جو زبردست دانائی و حکمت والا ہے۔ وہی ایسی عظیم ہستی ہے جو اس قسم کی کتاب کے نزول پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ یہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ اس کتابِ حکمت و دانائی کا مقصد کیا ہے اور یہ کس بارے میں ہے۔ اللہ کی ہستی ایسی عظیم اور حکمت والی ہے کہ وہ تمام کائنات پر بڑی زبردست حکمت، تدبر اور تقدیر سے حکومت کر رہا ہے۔

آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی دو صفات کا ذکر کیا گیا ہے یہ دو صفاتِ الٰہی ہی نہیں ہیں بلکہ دو حقیقتیں ہیں کہ انسان ان کو سمجھ لے تاکہ غور و فکر کر کے اسے اندازہ ہو جائے کہ یہ کلام جو اس کتابِ عظیم کے ذریعے نازل کیا گیا ہے کوئی معمولی کلام نہیں ہے، انسان اس کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کرے، یہ کلام اس قادرِ مطلق کا ہے جس کی صفت عزیز ہے یعنی زبردست ایسا جس کے ارادوں اور فیصلوں کو نافذ ہونے سے کوئی طاقت روکنے والی نہیں، نہ ہی کوئی روک سکتا ہے۔ دوسری صفتِ الٰہی الحکیم ہے یعنی جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم میں دی ہیں وہ سراسر حکمت و دانائی پر مبنی ہیں۔

قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے، بے شک وہ حکیم و علیم ہے۔ (الذاریت۔ ۳۰)

آیتِ کریمہ میں قدرتِ الٰہی کی خبر فرشتے دے رہے ہیں۔ انسان جب کسی کام کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے تو وہ اس کے لئے معمول کی بات ہو جاتی ہے اور اس کے بارے میں انسان کا تصور محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور جب معمول کے طریقۂ کار سے ہٹ کر کوئی مختلف بات دیکھتا ہے تو حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ یہ کیسے ہو گیا یہ کیسے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر ہر چیز پر قادر ہے وہ جس چیز کو کہہ دے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے، اس میں کسی بھی طرح کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور جب انسان کچھ خلافِ عادات

Marfat.com

دیکھتا ہے یعنی کوئی کام خلافِ معمول ہوتا دیکھتا ہے تو تعجب سے وہ حیران رہ جاتا ہے' ایسے میں اگر شیطان اسے دبوچ لے تو وہ کبر کرتے ہوئے اس کا انکار کر دیتا ہے لیکن مشیتِ الٰہی تو اپنی راہ لیتی ہے کیونکہ اللہ کی ہستی تو کسی بھی طرح لوگوں کی سوچ سمجھ کی پابند نہیں ہو سکتی' کیونکہ انسانی سوچ' فکر اور ادراک بہت محدود ہیں جبکہ ذاتِ الٰہی لامحدود اور بہت بہت وسیع ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتُ النَّعِیۡمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۹﴾

ترجمہ:۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کیے (سنت کے مطابق) ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ بہت بڑی عزت اور غلبہ والا ہے اور کامل حکمت والا ہے۔ (لقمن ۔۸۔۹)

اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ وہ اپنے عہد پورے کرتا ہے۔ اپنی مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت سے بنایا ہے۔ وہ تمام وعدے پوری حکمت و دانائی سے کرتا ہے وہ انہیں پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں جہاں جہاں اہلِ ایمان کے لئے جزا کا ذکر ہے' وہاں ایمان کے ساتھ عملِ صالح کا ذکر ضرور کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ایمان کوئی پوشیدہ یا منجمد چیز نہیں ہے نہ ہی یہ کوئی معطل اور مجرد تصور ہی ہے بلکہ ایمان تو ایک زندہ اور متحرک حقیقت ہے۔ جب وہ اہلِ ایمان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جڑ پکڑتا ہے تو متحرک ہو کر عملی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ وہ حرکت اور عمل کی شکل اختیار کر کے نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ایمان کو عملی شکل دی' ان کے لئے نعمت بھری جنتیں ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' یہ نعمتیں اور جنت عین اللہ کے وعدے کے مطابق انہیں ملیگی کیونکہ ربِّ کائنات نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ ہر ہر چیز پر حاکم و مختار ہی نہیں بلکہ قادرِ مطلق بھی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۸)

الحَیُّ

(وہ زندہ جس کے لئے موت نہیں)

حی: صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں زندہ سدا زندہ رہنے والا سب کو سنبھالنے والا زندگی جس کی ذاتی صفت ہے وہ غیر فانی روزِ قیامت جب اللہ کی تمام مخلوقات فنا ہو جائے گی یہاں تک کہ تمام فرشتے بھی مر جائیں گے ان کے بعد عرشِ عظیم کو سنبھالنے والے فرشتوں کو بھی حکم دیا جائے گا وہ بھی مر جائیں گے آخر میں بچنے والا موت کا فرشتہ ہو گا جو حکمِ الٰہی سے موت سے ہم کنار ہو جائے گا تب صرف اکیلا قادرِ مطلق جو حی ہے جو قیوم ہے زندہ اور باقی رہ جائے گا۔ وہ آپ اپنی حیات سے زندہ ہے۔

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ﴿۲﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ زندہ جاوید ہستی ہے وہی معبودِ حقیقی ہے جو تمام کائنات کے نظام کو چلانے والا ہے۔ (آل عمران۔۲)

حیّ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص صفت ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ ازل سے ہے اور ابد کے بعد بھی رہے گا۔ اسے نہ موت ہے نہ فنا۔ ہے آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت قیوم کا ذکر

Marfat.com

ہوا ہے۔جس کا مطلب ساری کائنات کا قائم رکھنے والا' محافظ' نگہبان' ساری کائنات اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خالص اور صاف ستھری توحید' جو ایک مسلمان کا عقیدۂ خالص ہے' کا ذکر کیا ہے۔عقیدۂ توحید ہی تو ہے جو ایک مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان فرق کو نمایاں کرتا ہے اور ایک خطِ امتیاز کا کام کرتا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' اس کی حکمرانی' اقتدار و اختیار میں کوئی اس کا کسی بھی طرح سے شریک نہیں ہے' وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے' یہ حیات اس کی ذاتی صفت ہے' اللہ تعالیٰ ہر قید و بند سے آزاد ہے اور زندہ مطلق ہے۔وہ القیوم ہے' اس نے ہی کائنات کو اس کے نظام کو تھاما ہوا ہے' ہر طرح کی ہر ہر چیز کی زندگی اس کی وجہ سے ہی قائم ہے' ہر موجود اللہ کی ہی وجہ سے موجود ہے۔وہی ذاتِ عالی ہے۔جس کی وجہ سے سب کچھ قائم ہے۔اس کے حکم کے بغیر کائنات نہ کائنات کی کوئی چیز' ہستی موجود رہ سکتی ہے نہ قائم رہ سکتی ہے۔

وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ:۔تمام چہرے اس زندہ اور قائم دائم مدبر اللہ کے سامنے کمالِ عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے' یقیناً وہ برباد ہوا جس نے ظلم لاد لیا۔(طٰہٰ۔۱۱۱)

آیتِ کریمہ میں اللہ جلِ شانہٗ نے میدانِ حشر کی منظر کشی فرمائی ہے کہ اس روز جلالِ الٰہی لوگوں پر چھایا ہوا ہوگا خوفِ الٰہی سے کانپ رہے ہوں گے اور ربِّ ذوالجلال کے سامنے سب کے سب سرنگوں ہوں گے۔میدانِ حشر جو حدِ نظر تک پھیلا ہوا ہوگا اس پر خوف ودہشتِ الٰہی کے سبب ایسی خاموشی طاری ہوگی کہ اُن کے سانسوں کی آواز تک سنائی نہیں دے رہی ہوگی' سب کے سب سر جھکائے ہوئے خوف زدہ کھڑے ہوں گے۔اس دن کوئی سفارشی نہ ہوگا' سوائے ان کے جنہیں اللہ پسند فرمائے۔علم سب کا سب اللہ قادرِ مطلق کو ہوگا' کوئی دوسرا کچھ نہیں جانتا ہوگا' ظالم اپنے ظلم

Marfat.com

کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے اور شرمساری کے مارے سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ وہاں اہلِ ایمان بھی موجود ہوں گے لیکن انہیں اس طرح کا خوف نہیں ہوگا' ان پر حساب کتاب میں نہ ظلم ہوگا نہ ہی ایسا ہوگا کہ ان کے اعمال میں سے کوئی عمل رہ جائے گا اور اس کی حق تلفی ہو جائے گی۔

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ:۔ وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو' تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (المومن۔۶۵)

اصل اور حقیقی زندگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی ہے' جو اپنے بل پر آپ زندہ موجود ہے' ازلی وابدی حیات اس کے سوا کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اس کے سوا سب کو فنا ہے' مرجانا ہے۔ آیتِ کریمہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو ایسی عبادت جو دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے کی جائے۔ عربی زبان کی مستند لغت ''لسان العرب'' کی تشریح کے مطابق عاجزانہ اطاعت' برضا ورغبت فرمانبرداری اور احکامِ الٰہی کو بے چون وچرا تسلیم کرنا اور تمام قوانینِ شرعی کی برضا ورغبت پیروی اور فرمانبرداری کرنا ہے۔

یہ ایک حقیقت اور امرِ واقعہ ہے کہ اللہ کے لئے دین کو خالص کر کے اس کی بندگی کرنی چاہئے' کیونکہ خالص اور بے آمیز اطاعت وبندگی ہی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ کیونکہ وہی تمام کائنات کی مخلوقات کا پروردگار ہے' وہی سب کو رزق فراہم کر رہا ہے' تمام کائنات کی اور اس میں موجود ہر قسم کی مخلوقات کی زندگی اسی پروردگارِ حقیقی کے دم سے قائم ہے۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے رب' اپنے پروردگار' نگہبان ومالک' ایسا مالک جو نہ صرف اس کی پرورش ونگہداشت کر رہا ہے بلکہ اس کی زندگی کے ایک ایک لمحے کی نگرانی اور حفاظت بھی وہی کر رہا ہے۔ لہٰذا انسان صرف اللہ کی ہی عبادت اور اطاعت کرے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۲۹)

القیّومُ

(بڑا قائم رہنے والا' بہت بڑا قائم رکھنے والا)

القیوم مجرد مبالغے کا صیغہ ہے اس کا ماد (ق'و'م) ہے اس کے معنی اعتدال وتوازن قائم ہونا ہے' اسی وجہ سے قائم اور قیام کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔ کھڑا وہی رہ سکتا ہے جس کا توازن قائم رہے۔ اسی اعتبار سے قیوم جس کے معنی قائم' تھامنے والا' نگران' وہ جس کی وجہ سے چیزیں قائم ہوں۔ قیوم کا مطلب بذاتِ خود قائم رہنے والی اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ذات' خود موجود و باقی اور دوسروں کو اُن کی ضروریات ہستی و درستی عطا کرنے والی۔ قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفتِ عالی دو جگہ استعمال ہوئی ہے حی القیوم کے بطور۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوۡمٌ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' جو زندہ ہے اور سب کو تھامنے والا ہے' جسے نہ اونگھ آتی ہے' نہ ہی نیند آتی ہے۔ (البقرۃ۔ ۲۵۵)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی فیصلہ کن وحدانیت کا اعلان

Marfat.com

فرمایا گیا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس حکمِ الٰہی میں کسی قسم کے انحراف کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کے شرک کا شائبہ شامل ہے۔ یہ فیصلہ کن وحدانیت اسلامی تصوّر وعقائد کی اساس ہے' جس نے سے اسلامی نظامِ زندگی اپنی مفصل شکل میں تشکیل پاتا ہے۔

یہی تصوّر الٰہ جس کے نتیجے میں انسان اپنی عبادت واطاعت میں صرف اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔ اس تصوّرِ عبدیت کے مطابق انسان اللہ کے سوا کسی اور کا کسی بھی طرح نہ مطیع فرمان ہے نہ غلام ہوسکتا ہے وہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کرسکتا ہے' صرف اللہ کی ہی اطاعت اس پر فرض ہے جس کا اللہ نے بہت واضح حکم فرمایا ہے' اسی تصوّرِ الٰہ سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ نے کے ساتھ مخصوص ہے' صرف وہی قانون ساز ہے اور انسان اپنی زندگی بسر کرنے کے تمام قواعد وضوابط صرف شریعت کی روشنی میں ہی وضع کرسکتا ہے۔ عقیدۂ توحید سے انسانی ضمیر وشعور میں اجالا پیدا ہوتا ہے۔

الحی القیوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتی صفت ہے' اللہ تعالیٰ نہ صرف زندہ جاوید ہے' وہ تو ابدی اور ازلی زندہ ہے' اس کا نہ کوئی نقطۂ آغاز ہے نہ کوئی نقطۂ انتہا ہے' حیاتِ الٰہیہ ہر قسم کے زمان ومکان کے تصور سے قطعی پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی اپنی تمام مخلوقات کی زندگی کا لازمہ ہے۔ تمام مخلوقات کی ایک دن ابتدا ہوئی اور ایک دن ان سب کی انتہا ہوگی۔ یعنی سب ختم ہوجائیں گے' صرف اللہ جلِ شانہٗ کی ذات باقی رہ جائے گی۔

القیوم کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا نگراں ونگہبان ہے تمام موجوداتِ کائنات کا وجود اس کی ہی وجہ سے قائم ہے۔ ربّ کائنات ایسا عظیم نگراں ونگہبان ہے ''وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اونگھ ہی لگتی ہے'' یہ اللہ کی نگہبانی کی عظیم تائید ہے یہ صفتِ نگہبانی انسانی ادراک

Marfat.com

کواس کے قریب تر کردیتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا اس کی تمام تر جزئیات کا پوری طرح نگہبان ہے وہ ذاتِ عالی ہر وقت اور ہر حالت میں قیوم ہے۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے جو انسانی سوچوں سے ماوراء ہے اسلامی تصور ایک مثبت تصور ہے۔ وہ اس اساس پر قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے اور دنیا کی ہر ہستی اپنے وجود میں اللہ کے وجود اور تدبیر کی محتاج ہے۔ اس طرح ایک مسلم مومن کا ضمیر و شعور اس کی پوری زندگی اور اس کے گرد پھیلی ہوئی ساری کائنات کا وجود اللہ جلِ شانہٗ کے وجود کے ساتھ مربوط و متعلق ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ایک مومن مسلم کی زندگی کا ہر طرح سے متصرف ہے اور وہی ذات اس کے گرد پھیلی کائنات کی بھی متصرف ہے اور یہ تصرف ذاتِ باری تعالیٰ نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ شان سے فرما رہی ہے۔

یہ صفتِ الٰہی القیوم صرف دو آیات (آلِ عمران ۔۲ اور سورۂ طہٰ ۔۱۱۱) میں ہی ذکر ہوئی ہے جن کی تشریح پچھلے صفحات میں الحی کے تحت آچکی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۰)

السَّمِیۡعُ

(سب کچھ سننے والا)

سمیع: اس کا مادہ ''س م ع'' ہے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر اور خاص صفتِ الٰہیہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ' کی صفتِ سمیع ایسی عظیم تر ہے جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوقات کی خفی ہلکی سے ہلکی سرگوشیوں تک کو بخوبی سنتا ہے۔ یہاں تک کہ جو خیالات اور سوچ انسان کے دل کے اندر پیدا ہوتی ہے اس تک کو سن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی تو اس قدر حساس سننے والی ہے کہ تمام دنیا کی جدید ترین ایجاداتِ سماعت جمع کر دی جائے تو جو وہ نہ سن سکیں اللہ تعالیٰ اسے بھی سنتا ہے۔ ہر طرح کی خبر ہر طرح کا علم وآگہی جو سماعت کے کسی بھی ذریعے سے سنا جا سکتا ہے' یہی نہیں اللہ تعالیٰ تو مبہم و واضح مربوط وغیر مربوط' چاہے وہ کسی بھی زبان میں سوچا اور بولا جا رہا ہو اللہ کی سماعت لفظوں سے ماوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی تمام باتیں سنتا اور سمجھتا ہے وہ قادرِ مطلق ہے اسے سب پر پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِھَا وَتَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ۖ وَاللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ۭ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم (نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم) سے تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کئے جاتی تھی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے اور وہ تو سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (المجادلہ۔۱)

تفسیر:۔ آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی سماعت کی صفت کو پیش کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کس قدر حساس سماعت رکھتی ہے اللہ کی حساس سماعت کی صفتِ عظیم پر نہ صرف خود ربِّ کائنات کا ارشاد ہے بلکہ اللہ کے محبوب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی شہادت بھی دی گئی ہے۔

قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ قانون تھا کہ جب مرد کسی وجہ سے اپنی بیوی سے ناراض ہوتا اور اس سے ایسی علیحدگی اختیار کرتا کہ وہ اسے آزاد بھی نہیں کرتا اور ازدواجی تعلق بھی ختم کر لیتا تھا تو اس وقت یہ جملہ ''تو میرے لئے اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ'' کہہ دیتا۔ اس فقرے سے عورت کو نہ تو طلاق ہوتی تھی اور نہ ہی اس کا تعلق اپنے شوہر سے رہتا تھا۔ وہ معلق ہو کر رہ جاتی تھی اسے عرب ''ظہار'' کہتے تھے۔

دراصل یہ آیتِ کریمہ اور اس کے بعد کی آیات کا سببِ نزول حضرت خولہ بنت مالک ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے واقع کو بتایا گیا ہے اُن کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ''ظہار'' کر لیا تھا ظہار کا مطلب جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے یہ زمانہ جاہلیت میں رائج تھا' اس زمانے میں ظہار کو طلاق ہی سمجھا جاتا تھا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سخت پریشان ہو گئی تھیں اس وقت تک اس عمل کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا بیان کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا ماجرا سن کر کچھ توقف فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث وتکرار کرتی رہیں جس پر آیاتِ کریمہ کا نزول ہوا۔ جن میں اس مسئلہ ظہار اور اس کا حکم اور کفارہ بیان فرما دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور میں آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئی۔ تو میں نے سارا ماجرا سنایا اور اپنے شوہر کی بداخلاقی کی شکایت کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''وہ تمہارا چچازاد بوڑھا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو'' اللہ کی قسم میں اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ وحی نازل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حالت طاری ہوگئی۔ جو عموماً آپ پر نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ حالت دور ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے خولہ اللہ نے تمہارے اور تمہارے شوہر کے بارے میں وحی نازل کردی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ آیات سنائیں۔

یہ حالات تھے جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک صحابیہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کے بارے میں سات آسمانوں کے اوپر سے حکم آیا تھا کہ اس عورت کو اس کا حق دیا جائے تاکہ اس کے اور اس کے خاوند کے دلوں کو سکون حاصل ہوسکے۔ قرآن کریم ایک دائمی اور لازوال کتاب ہے' اس کی اہمیت اس کا ایک ایک لفظ پوری کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ یہ بہت اہم معاملہ ہے کہ ایک چھوٹے سے اور روزمرہ کے معاملے میں اللہ نے براہِ راست مداخلت فرما کر پوری امتِ مسلمہ کو یہ شعور عطا فرمادیا کہ اللہ ان کے ساتھ ہے اور کس قدر قریب ہے کہ ان کے چھوٹے چھوٹے معاملوں تک سے وہ پوری طرح آگاہ و باخبر رہتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''تعریفیں ہیں اس ذات کے لیے جو تمام آوازوں کو سنتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکرار کرنے والی کا نام خولہ تھا' وہ آئی اور گھر کے ایک کونے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکرار کررہی تھی اور اللہ سے فریاد کئے جاتی تھی۔ (بخاری)

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾

ترجمہ:۔ آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے' اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (الانعام۔ ١١٥)

Marfat.com

تفسیر:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آیتِ کریمہ میں ارشاد فرمارہا ہے تاکہ انسان اسے اچھی طرح سمجھ لیں کہ اس احکم الحاکمین نے جو قادرِ مطلق ہے' نے جب تمام کائنات کو پیدا کیا اور انسانوں کو پیدا کیا تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو قوانین' طریقہ حیات اور نظامِ کائنات کے بارے میں بنائے تھے وہ سب بتادیئے اُس بارے میں جو کچھ کیا گیا تھا وہ سب فرمادیا' یہ سب سچائی عادلانہ طور پر نافذ کردی گئی۔ اللہ کی بات کے بعد اب نہ کسی کی بات ہے نہ کوئی نظریہ اور عقیدہ ہے' نہ کوئی اور اصول وقانون' نہ کوئی قدر ومیزان ہے اور نہ ہی کوئی قوانین اور نہ شریعتِ الٰہی کے خلاف کوئی بات کہہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کی کوئی بات بھی کوئی بدلنے کا کسی بھی طرح مجاز نہیں ہے۔

اللہ کے بندے جو کچھ کہتے ہیں وہ سب سنتا ہے اور ان کے کہے گئے ان کے اقوال کے پس منظر تک کو وہ خوب جانتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ صادر فرمادیا ہے' سچائی وہی ہے جو کتاب اللہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ کتابِ اللہ کے احکام وہدایت کے بارے میں انسانی سوچ وفکر محض اُن کے خیالات پر ہی مبنی ہوگی' لیکن حقیقی سچائی اور حقیقتِ ایمان یہی ہے جو کچھ قرآنِ حکیم میں اللہ نے فرمادیا ہے۔

انسانی سوچ وفکر بھی اسی وقت درست ہوسکتی ہے جب وہ کتاب اللہ سے ماخوذ ہو جو یقینی مصدر ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے اس سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۱)

البَصِیۡرُ

(سب کچھ دیکھنے والا)

البصیر: اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے اس کا مادہ بصر ہے' بصر آنکھ کو کہتے ہیں اور دیکھنے کی قوت کو بھی کہا جاتا ہے' بصر سے ہی بصیرت ہے جو دل کی قوتِ مدرکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام چیزوں کو دیکھتا ہے' چاہے وہ کتنی ہی باریک حقیر و خفی ہو یا کتنی ہی جلی سب چیزیں اس کی بصارت میں ہیں کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی بصارت سے باہر ہو۔ بصیرت کے معنی جاننے اور علم رکھنے والے کے ہیں۔ اس کے ایک معنی سب سے بڑا عالم بھی ہیں اور گواہ' شاہد' ذہانت' حجت' عبرت و موعظت کے اور بصیر اسی اعتبار سے دیکھنے والا' بینا' ہوشیار' ماہر' اور واقف کار کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفتِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح دیکھنے والا ہے جس طرح کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔ عظیم ترین کائنات میں پھیلی ہوئی ہر طرف ہر چیز کو بخوبی دیکھ رہا ہے اس سے کسی کا کوئی عمل تو عمل وہ سوچوں تک کو دیکھ سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَّمِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۲

ترجمہ:۔ اُسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں سے کچھ تو کافر ہیں' اور بعض ایمان دار ہیں'

Marfat.com

اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔ (التغابن ۔ ۲)

تفسیر: ۔ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے وجود میں آیا ہے اور اللہ ہی نے اس میں کفر اور ایمان کے رجحان اور امکانات کو پیدا کیا ہے اور نیک و بد کی تمیز بھی عطا فرمائی ہے اور ایمان کی استعداد رکھی ہے جس کے سبب انسان میں ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ایمان اس خالق و مالک کی بڑی اہم امانت ہے جس کی بڑی ذمہ داریاں ہیں ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے دین اور شریعت عطا فرمائی ہیں جس کے مطابق وہ انسان کے عمل اور ایمان کا وزن فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خیر و شر، نیکی و بدی کے راستوں، کفر و ایمان کے انتخاب کے لئے ارادے کی جو آزادی دی ہے اسی کی وجہ سے کوئی کفر کے راستہ کا انتخاب کرتا ہے، کوئی ایمان کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ اللہ نے ایمان اختیار کرنے کے لئے کسی پر کسی بھی طرح جبر نہیں کیا۔ کیونکہ اگر جبر کرتا تو پھر کوئی کفر و معصیت اختیار کرنے پر قادر ہی نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ اللہ کو انسان کی آزمائش کرنا تھی اس لئے اس نے اسے انتخاب کی آزادی عطا فرمادی۔

انسان کیا کیا کر رہا ہے، کیا کچھ سوچ رہا ہے، اللہ تعالیٰ خالق و قادر ہے اور بصیر بھی ہے وہ انسانوں کے اعمال کو ہی نہیں دیکھتا بلکہ وہ ان سوچوں، فکروں، خیالات تک کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ اس لئے انسان جب کچھ عمل کرے اور سوچے سمجھے تو اُسے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ علیم و بصیر، اسے دیکھ رہا ہے، اس کی نگرانی کر رہا ہے وہ کسی وقت نہ سوتا ہے نہ ہی اونگھتا ہے، انسان کو جو اختیار دیا گیا ہے اس سبب ہی وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۲۰

ترجمہ: ۔ اور اللہ تعالیٰ ٹھیک فیصلہ کر دے گا اُن کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے

Marfat.com

ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے' بے شک اللہ تعالیٰ خوب سنتا اور خوب دیکھتا ہے۔ (المومن۔۲۰)

تفسیر:۔ آیتِ کریمہ مین ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کے بارے میں خوب علم رکھتا ہے' وہ خوب دیکھنے والا اور خوب سننے والا ہے' اس کا علم کامل ہے اسے تمام اشیاء کا پورا پورا علم ہے۔ چیز چھوٹی ہو کہ بڑی' موٹی ہو یا باریک' اعلیٰ مرتبے کی ہو یا ادنیٰ مرتبے کی' وہ سب کو دیکھتا ہے' سنتا بھی ہے' جب اللہ کے علم و احاطہ کا یہ عالم ہے تو اس کی نافرمانی کوئی سمجھدار انسان کس طرح کر سکتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو پوری طرح سمجھ لے تو صحیح معنوں میں اس کے اندر خوفِ الٰہی پیدا ہو جائے۔ جو لوگ احکامِ الٰہی' قوانینِ الٰہی سے اجتناب و انحراف برتتے ہیں اور احکامِ الٰہی کو نہیں مانتے وہ اپنی آخرت اپنے ہی ہاتھوں خراب کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے اس سے تو کچھ چھپ ہی نہیں سکتا' روزِ حساب جب اللہ تعالیٰ ہر ایک کا فیصلہ کرے گا تو اہلِ ایمان اور کفر کرنے والوں میں تمیز ان کے دنیا میں کیے گئے اعمال کی وجہ سے ہو گی۔ اللہ جو بڑا انصاف کرنے والا ہے وہ ہر ہر عمل کے بارے میں پوری پوری جزا یا سزا جس کا بھی وہ انسان مستحق ہو گا اُس کا فیصلہ فرمادے گا اور جنہیں لوگ شرک کرتے ہوئے دنیا میں پکارتے اور انہیں اپنا سب کچھ مانتے تھے اس روزِ حساب وہ ان لوگوں کے کسی کام نہ آ سکیں گے' اللہ کے آگے سب بے بس محتاج ہوں گے' اللہ کے فیصلے کے۔ ہر فیصلے کا علم و اختیار اور حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے وہی حق و سچ کے ساتھ فیصلہ فرمانے والا ہے' اسے نہ کسی کا خوف ہے نہ کوئی دباؤ ہو گا اور نہ کوئی حرص و طمع ہو گی۔

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

ترجمہ:۔ اور اگر وہ نہ مانیں تو یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے۔ وہ بہت اچھا کارساز اور بہت اچھا حامی و مددگار ہے۔ (الانفال۔۴۰)

Marfat.com

تفسیر:۔انسان حقیقی معنوں میں صرف اُس وقت ہی آزاد ہوگا جب اقتدارِ اعلیٰ اللہ کے ہاتھوں میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا بھی اقتدار قائم نہ ہو۔یہی وہ عظیم مقصد ہے جس کے لئے جماعتِ مسلمہ جدوجہد کرتی ہے۔کیونکہ انسانیت کی عزت اسی میں ہے کہ وہ دین وعقائد کے بارے میں کسی فتنہ میں نہ پڑے اور دین پورے کا پورا اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو۔دینِ اسلام کی واقعیت پسندی اس کا مثبت پہلو ہے' کیونکہ یہ دین اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے ہر وقت متحرک رہتا ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ ہر طرف اللہ کی حکمرانی قائم ہو'یہ دین محض کوئی نظریہ نہیں ہے جو فقط کتابوں میں پڑھا جائے۔یہ دین تو اپنے ہی جیسے انسانوں کی بندگی وغلامی سے انسان کی آزادی کا اعلان کرتا ہے۔۔یہ تو ایک نظامِ معاشرت ہے جو عالم واقعہ میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔یہ اپنے ماننے والوں کی زندگی کے مسائل واقعی حل کرتا ہے۔اس کا واحد ہدف کرۂ ارض پر حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی کارساز ومددگار ہے وہ اپنی راہ پر چلنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور یہ قانونِ الٰہی ہے کہ اگر بندہ اپنے رب کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو اس کا رب اس کا مالک وخالق اس کی طرف دس قدم بڑھاتا ہے۔انسان اس کی حاکمیت واقتدار کو مانے یا نہ مانے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اللہ ہی سب کا حاکم ومختار ہے وہی سب کا پروردگار ہے' وہی سب کا مددگار و کارساز ہے اُس کے سوا کوئی اور کسی طرح بھی مددگار وحامی نہیں ہے۔صرف اکیلا اللہ ہی اس کائنات میں حاکم ورب ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۲)

اللّطیفُ

(باریک بیں)

لطیف: صیغہ صفت مشبہ' حالت رفع باریک بیں' دقیقہ رس' امور دقیقہ کو جاننے والا' دقت نظر اور حسن تدبیر سے کام کرنے والا' بندوں پر مہربان' نیکیوں کی توفیق دینے والا' خفیف اور دقیق باتوں کا جاننے والا' واقف اسرار' (علامہ سیوطیؒ) صفت الٰہی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لطف وکرم' اور سراسر مہربانیوں' نوازشات سے لبریز ہے۔ لطیف کا مادہ لطف ہے جس کے معنی نرمی' رحمت' عظمت' قربت اس سے مراد نرمی کرنا اور قریب ہونے کے بھی ہیں۔ لغوی معنی ہیں مہربان اور مہربانی کرنے والا' باریک بیں' نکتہ رس اور نہایت ہی چھوٹے چھوٹے معاملات اور باتوں کو جاننے والا' ان کی گہرائی تک پہنچنے والا اور یہ معنی بھی کہ نہایت نرم وملائم جذبات ولطیف احساسات کا مالک' امام راغب اصفہانیؒ کے مطابق لطف اور لطائف کے معنی ہلکی حرارت اور باریک بینی کو پانا' انہیں اللطیف کہا گیا ہے اور لطائف ان امور کو بھی کہا جاتا ہے جن کو انسانی حواس نہ پا سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت اللطیف اس بات کی علامت ونشاندہی ہے کہ وہ ذات عالی ایسی غیر محسوس تدبیر کرنے والی ہے اور وہ اپنی ان غیر محسوس اور غیر مرئی تدابیر سے اپنی مشیت کو پورا کرنے والا ہے۔ اس کی تمام تدابیر بڑی لطیف ہوتی ہیں۔

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۰۳﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اُس کو تو کسی کی نگاہ پا ہی نہیں سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے' وہ بڑا ہی باریک بین اور باخبر ہے۔(الانعام۔۱۰۳)

آیتِ کریمہ میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی کو کوئی انسانی آنکھ دنیا میں کسی طرح نہیں دیکھ سکتی یعنی دنیا کی آنکھ سے کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔تاہم یہ صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے اور جنت میں بھی اہلِ جنت دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتی ہیں "جس شخص نے بھی یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (شب معراج) اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے اس نے قطعاً جھوٹ بولا ہے۔(صحیح بخاری) کیونکہ اس آیتِ کریمہ کی رو سے پیغمبر سمیت کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر قادر نہیں ہے۔البتہ آخرت کی زندگی میں دیدارِ الٰہی ممکن ہوگا۔جیسے کہ سورۂ قیامت آیت ۲۲۔۲۳ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے"اور اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔"

حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی نظر' انسانی حواس اور ذہنی ادراک یہ سب قوتیں انسان کو صرف اس لئے دی گئی ہیں کہ وہ اس کائنات کے ساتھ اپنی نسبت سے اپنے معاملات طے کر سکے اور اس کرۂ ارض پر اپنے منصب خلافت فی الارض کی ذمہ داریاں ادا کر سکے اور جو احکامِ الٰہی' کلامِ الٰہی کے ذریعے اسے بتا دیئے گئے ان کے مطابق عمل پیرا رہے اور جہاں تک ذاتِ باری تعالیٰ کی حقیقت یا اسے دیکھنے کا سوال ہے تو وہ صلاحیت وقوت بصارت وہ ادراک ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا نہیں فرمایا کہ وہ ابدی وازلی ذات کا ادراک کر سکے۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے' جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور وہ بڑی طاقت والا اور بڑا زبردست ہے۔(الشوریٰ۔۱۹)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات نے ایک بہت بڑی حقیقت ارشاد فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ

Marfat.com

صفتِ اللطیف کا مطلب ہے کہ اس کا لطف وکرم عام ہے یعنی اللہ کے لطف کا تقاضا ہے کہ تمام انسانوں پر اس مالکِ کائنات کا لطف وکرم عام ہو وہ سب کا خالق ہے سب کی پرورش کا ذمہ دار ہے' گو کہ وہ اپنے خزانوں سے سب کو خوب دے رہا ہے' مگر اس کی عطا اور دین میں یکسانیت نہیں ہے کسی کو کوئی چیز تو کسی کو کوئی اور چیز دے گا اللہ کا عطا و بخشش کا اپنا نظام ہے جو وہ خود چلا رہا ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس میں کسی طرح سے ردوبدل کر سکے اسے روک سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت وعنایت رکھتا ہے اور بڑی باریک بینی سے اپنے بندوں کی دقیق ترین ضروریات پر بھی بھرپور نگاہ رکھتا ہے۔ ایسی نگاہ کہ جہاں تک کسی اور کی نگاہ کسی طرح جا ہی نہیں سکتی۔ اللہ اپنے بندوں کی مدد اسی طرح کرتا ہے کہ وہ محسوس تک نہیں کرتے کہ ہماری کون سی ضرورت ہمارے رب نے کب پوری کر دی۔ اللہ کے لطف وکرم کے حق دار صرف اہلِ ایمان ہی نہیں ہیں بلکہ اس کے تمام بندے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق کیے ہوئے تمام بندوں کی ضروریات کو بڑی باریک بینی سے دیکھتا ہے اور انہیں پورا کرتا ہے۔

اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر بھی ہے۔ (الملک۔۱۴)

اللہ تعالیٰ کی صفتِ عظیم لطیف جس کے معنی باریک بین کے ہیں اور غیر محسوس طریقے سے کام کرنے والے کے بھی ہیں اور پوشیدہ ترین حقائق کو جاننے والے کے بھی ہیں۔ اللہ لطیف جس کا علم اتنا لطیف ہے کہ وہ دلوں میں پوشیدہ اور پرورش پانے والی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ اپنی مخلوق سے بے علم بے خبر کیسے رہ سکتا ہے۔ اس سے کچھ مخفی نہیں رہ سکتا۔ انسان کی رگ رگ اللہ نے بنائی ہے' اس کے دل ودماغ کا ریشہ ریشہ اسی خالق کا بنایا ہوا ہے' سانس' اس کی رفتار اس کی آمد ورفت غرض ہر ہر عضو اسی خالق کی تخلیق ہے جو اس کی ہی تدبیر اور منصوبہ سازی سے چل رہا ہے' اللہ سے کوئی بات کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے نہ رہ سکتی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۱)

الۡخَبِیۡرُ

(ہر بات سے آگاہ)

الخبیر: خبر سے صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے اور واحد مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔قرآنِ حکیم میں صفتِ الٰہی کے طور پر اللہ جلِ شانہٗ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔اس کے معنی خبر رکھنے والے کے ہیں۔لیکن نگہبان، خبردار اور دانا کے بھی ہوتے ہیں۔ ہر ایک سے اچھی طرح واقف، سب کچھ اس کے علم میں ہے، کائنات کے تمام نشیب وفراز، میں جہاں جہاں جو کچھ بھی ہے اس کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بہت اہم اور بڑی صفت ہے کائنات کے ذرّے ذرّے کے بارے میں پورا پورا علم اور خبر اللہ الخبیر کو ہے۔قرآن حکیم میں اس صفتِ الٰہی کا ذکر تقریباً چوالیس بار ہوا ہے۔اس صفتِ الٰہی کے بارے میں اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم مکمل اور پورے طور پر محیط ہے۔کوئی گمان کوئی عمل کوئی سوچ کوئی اشارہ تک اللہ الخبیر کے احاطہ خبر وعلم سے باہر نہیں ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب و برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور

Marfat.com

پوری خبر رکھنے والا ہے۔(الانعام۔۱۸)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے‘ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خوب واقف ہے۔ وہ نفسِ انسانی کے ہر ہر خیال اور اس کے سینے کے ہر وسوسے تک کو خوب جانتا ہے۔ وہ انسان کی دلی خواہشات اور اندرونی اندیشوں‘ خیالات و دلیل اور شک و شبہات کی تمام شکلوں کو خوب جانتا ہے اور ان تمام باتوں کو وہ نظریاتی روشنی سے حل فرماتا ہے اور دلیل سے انسانی تصورات کو واضح کرتا ہے اور اپنی الہیت کا درست ادراک و معرفت عطا فرماتا ہے۔

تمام گردنیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں‘ بڑے سے بڑا جابر بھی اس کے سامنے بے بس و مجبور ہے‘ وہ ہر ہر چیز پر غالب ہے اور تمام کائنات اس کی مطیع و فرمانبردار ہے وہ اپنے ہر کام میں حکیم ہے اور ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے‘ یقیناً اسے معلوم ہے کہ اس کے احسان و عطا کا کون کتنا مستحق ہے اور کون غیر مستحق ہے۔

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١١١﴾

ترجمہ:۔ اور یقیناً اُن میں سے ہر ایک جب اُس کے (اللہ) کے روبرو جائے گا تو آپ کا رب ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا‘ بے شک وہ جو کر رہے ہیں ان سے وہ باخبر ہے۔(ھود۔۱۱۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت پر (جو ساری انسانیت پر محیط ہے) عذاب موخر کر دیا ہے اور نافرمان‘ مشرکین‘ کفار کے لئے پہلے سے ہی عذاب کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے‘ قیامت کے بعد سب کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا و سزا دی جائے گی اور یہ سزا و جزا ان لوگوں کو خود اللہ علیم و خبیر دے گا۔

Marfat.com

آیتِ کریمہ میں تاکیدی انداز اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ دی گئی مہلت سے کہیں کسی قسم کا شک وشبہ نہ پیدا ہو جائے۔ ابتدائے اسلام کے وقت کفارِ مکہ نے جو موقف اختیار کر رکھا تھا وہ باطل تھا کیونکہ کفار دعوتِ حق کا راستہ ہر طرح اور ہر طرف سے روک رہے تھے۔ قلیل تعداد کے مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہے تھے اور عذابِ الٰہی کی خبر کو مذاق میں اڑاتے تھے اور عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعلمین کا درجہ عطا فرمایا تھا اسی سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر جو تمام سابقہ ادیان اور امتوں اور پوری انسانیت پر محیط ہے پر اپنے عذاب کو روک کر اس کا ایک خاص وقت روزِ محشر مقرر فرما دیا ہے۔ اللہ کی اسی صفت کے خلاف کفار عذابِ الٰہی مانگتے تھے' اس وجہ سے آیتِ کریمہ میں اعلان فرما دیا گیا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کا عبرتناک انجام ہو کر رہے گا۔ اللہ نفسِ انسانی میں یہ بات بٹھا رہا ہے کہ ان کے اچھے برے اعمال ضائع نہیں جائیں گے' اللہ ان کے ہر عمل ہر خیال وفکر سے پوری طرح باخبر ہے' اس کا انہیں اچھا یا برا پورا پورا بدلہ ضرور ملے گا۔ اس سے اہلِ ایمان کو یہ تقویت دینا بھی مقصود تھی' اگرچہ ان کا راستہ طویل ودشوار ضرور ہے وہ اس پر صبر سے' استقامت سے جم جائیں' اللہ کو سب خبر ہے وہ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ ضرور عطا فرمائے گا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔ (حضرت لقمانؑ نے کہا) پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں (کہیں چھپی ہوئی) ہو اللہ تعالیٰ اسے ضرور نکال

Marfat.com

لائے گا وہ بڑا ہی باریک بیں اور باخبر ہے۔ (لقمن ۔۱۶)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا ہے کہ اللہ لطیف ایسا باریک بیں ہے کہ اس کا علم مخفی ترین چیزوں تک پر محیط ہے اور خبیر ہے کہ اندھیری رات میں چلنے والی چیونٹی تک کی حرکات وسکنات سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم سے اور اس کی گرفت سے کوئی چیز بچ نہیں سکتی چاہے چٹان کے اندر ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو وہ انسان کے لئے تو مخفی ہوسکتا ہے مگر اللہ کے لئے عیاں ہے۔ ایسے ہی آسمانوں کی وسعتوں میں کوئی ذرّہ انسانوں سے اوجھل ہوسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہر گز نہیں۔ زمین کے تہوں میں چھپی کوئی چیز انسانوں کے لئے سخت تاریکی میں لپٹی ہوسکتی ہے مگر اللہ کے لئے نہیں۔

لہٰذا گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والا کام کتنا ہی چھپ کر کیا جائے وہ اللہ سے چھپا نہیں رہ سکتا' انسان کی نیکی بدی کا کوئی کام ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے چھپا رہ جائے' نہ صرف وہ اس سے پوری طرح واقف وباخبر ہے اور محاسبہ کے دن قیامت کے روز تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کی ایک ایک حرکت چاہے وہ نیک ہوں یا بد اس کا پورا ریکارڈ یعنی نامۂ اعمال سامنے لے آئے گا۔ اچھے عمل کی جزا ملے گی اور خراب وبرے عمل کی سزا' عمل چاہے رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے'' کہ تم میں سے کوئی شخص بے سوراخ کے پتھر میں بھی کوئی عمل کرے گا' جس کا کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی' اللہ تعالیٰ اُسے بھی لوگوں پر ظاہر فرما دے گا۔ چاہے وہ عمل کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسند احمد)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۴)

العَلِیُّ

(رفیع القدر)

علیٌّ: یہ لفظ علو سے مشتق ہے صفتِ مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی بلند مرتبہ' سب سے اوپر' عالیشان' برتر سب سے عظمت والا' قوی و مضبوط' بزرگ و عظیم' بلند ترین مرتبہ والا' امام راغب اصفہانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ علیٌّ کے معنی رفیع القدر یعنی بہت بلند مرتبت کے ہیں اور جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو ''وہی ہے بڑا عالیشان'' بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب سے اوپر اور بڑا یعنی اللہ کا وصف بیان کرنے والے عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ (مفردات القرآن) تاج العروس میں ہے کہ صفاتِ الٰہی' اسمائے حسنیٰ میں سے علیٌّ اور متعال بھی ہیں لیکن علیٌّ کے معنی ہیں اس ذات کے کہ جس کے اوپر کوئی نہیں جو ساری خلق پر غالب ہے اور جس نے سب کو اپنی قدرت سے مغلوب کر رکھا ہے۔ جس کے رتبے سے بڑا کوئی رتبہ نہیں ہے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۶۲﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور بے شک اللہ ہی بلندی والا اور بزرگ ہے۔ (الحج۔۶۲)

آیتِ کریمہ میں اللہ جلِ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اللہ حق ہے اور وہ کائنات کا سارا نظام حق سے چلا رہا ہے۔ یعنی تمام حقیقی اختیار کا وہی مالک ہے اور وہی سب کا پروردگار ہے۔ اس لئے اس کی بندگی کرنے والے اس کی اطاعت اور احکام پر عمل کرنے والے نقصان وخسارے میں نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبود سراسر بے حقیقت و باطل ہیں، انہیں جن اختیارات کا مالک سمجھ لیا گیا ہے ان کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے وہ سب باطل ہیں اور باطل میں خلل پڑتا رہتا ہے اور حق ہی قائم ودائم رہتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر دوسروں پر اعتماد کرنے والے کبھی فلاح وکامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے۔

ذاتِ الٰہی حق ہے اور اہلِ حق کی مدد ونصرت کے لئے وہ اکیلا کافی ہے۔ یہ بات اہلِ حق کے لئے دلیل بھی ہے اور نصرت کی ضمانت بھی ہے۔ اللہ کے تمام وعدے اٹل ہیں، اللہ کی طرف سے نصرت کا وعدہ بھی اٹل ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ اللہ کا وعدہ پورا نہ ہو کیونکہ تمام سرکشوں سے اللہ بہت بڑا اور حقیقی بادشاہ ہے اور تمام جباروں سے بھی بہت ہی بڑا ہے۔ اسی لئے اللہ کا دین حق ہے اور اس کی عبادت حق ہے اس کے تمام وعدے حق ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات میں اپنی صفات میں اپنے افعال میں حق ہے۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ:۔ آسمانوں کی (تمام) چیزیں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے وہ برتر اور عظیم الشان ہے۔ (الشوریٰ۔۴)

Marfat.com

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک انداز میں ارشاد فرمادیا ہے کہ یہ پوری کائنات اللہ کی ملکیت ہے اور مالک کے ساتھ اس کی ملکیت میں کسی اور کا حکم کیسے چل سکتا ہے۔ بسا اوقات لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ان کے قبضے میں ہیں وہ اُس کے مالک ہیں' وہ جس طرح چاہتے ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود ان کی اور ان کے تمام مال واسباب کی حقیقی ملکیت تو اللہ ہی کی ہے۔ وہ اللہ جو ہر چیز' ہر کسی کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' وہی جس کو جو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کرتا ہے۔ تمام کائنات کا اور اس میں موجود ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ وہ ان تمام چیزوں کو اپنے قانونِ قدرت کے مطابق چلا رہا ہے اور تمام چیزیں اسی مالک کا حکم مانتی ہیں' وہ ایسی عظیم ترین ہستی کا مالک ومختار ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے کم تر ہے۔ وہ صرف مالک ہی نہیں ہے بلکہ مالک اعلیٰ بھی ہے۔ وہ بڑی عظمت والا اور منفرد ہے وہ ایسا برتر ہے کہ اس کے سامنے سب کم تر اور ہیچ ہیں۔ اس کے سامنے ہر چیز بہت چھوٹی ہے۔

وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَكِیْمٌ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔ یقیناً یہ ام الکتاب (لوحِ محفوظ) میں محفوظ ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے۔ (الزخرف۔۴)

آیتِ کریمہ میں قرآنِ کریم کی عظمت وشرف کو بیان فرمایا گیا ہے جو ملاء اعلیٰ میں اُسے حاصل ہے' تا کہ اہلِ زمین بھی اس کے شرف وعظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُس کو اہمیت دیں اور اس سے ہدایت کا وہ مقصد حاصل کریں جس کے لئے قرآنِ حکیم کو دنیا میں اتارا گیا ہے'

Marfat.com

ام الکتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے' یہ اللہ کا ازلی وابدی علم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ اور اپنے علم کا اپنے بندوں کو ادراک عطا نہیں کیا۔ آیتِ کریمہ سے ایک اصولی حقیقت سامنے آتی ہے اور یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کے علم میں اس کتاب قرآنِ حکیم کی بڑی وقعت اور اہمیت ہے' اسے بڑی اہم دستاویز سمجھا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم ایک بلند مرتبہ اور حکمت والی کتاب ہے' یہ اپنی بلندی وحکمت کے باعث انسانیت پر نگران ہے اس کی نگرانی وہدایت اور قیادت کرتی ہے یہ اعلیٰ وحکیم کتاب ہے اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا اعزاز بخشا ہے۔ لوگ پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو نہیں سمجھتے اور اس خزانہ حکمت سے منہ موڑتے ہیں۔

قرآن کو قرآن کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اصطلاحی معنی میں قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اُس نے اپنی نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ قرأن کے لفظی معنی پڑھنے کے ہیں اور ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا کر جمع کرنے کے بھی ہیں۔ ایک حرف کا دوسرے حرف کے ساتھ ملا کر تلفظ کیا جائے تو اُسے قراۃ کہتے ہیں۔ قرآن آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں تمام انبیا پر نازل شدہ کتب وصحیفہ کی تعلیمات کا ذکر اور خلاصہ جمع کردیا گیا ہے۔ اس میں تمام قصص اور اہم واقعات وحالات' حوادث واوامرو نواہی اور وعدے وعید وغیرہ کو مناسب انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ قرآن علوم ومعارف کا عمدہ ترین مجموعہ ہے۔ لفظ قرآن سب سے پہلے سورۃ المزمل میں آیا ہے یہ آیت ترتیبِ نزولِ قرآن کے اعتبار سے تیسری سورت ہے یہ لفظ قرآن میں چھیاسٹھ بار استعمال ہوا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۵)

اَلْکَبِیْرُ

(سب سے بڑا)

الکبیر: صفت مشبہ مفرد مرفوع معرفہ ہے۔ اس کا مادہ کبر ہے۔ عظمت و مرتبہ والا' سب سے بلند' اقتدار اعلیٰ والا' اس کے معنی بڑا اور عظیم کے ہیں اور پر جلال کے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر اس کے معنی سب بڑوں سے بڑا سب جلالت والوں سے بڑا جلالت مآب' سب رعب دبدبہ والوں سے زیادہ رعب و دبدبہ والا۔ انتہائی بزرگ سب سے برتر' ایسی یکتائی والا جس کا کوئی شریک اور مقابل نہ ہو۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾

ترجمہ:۔ وہ ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کا عالم ہے' وہ (سب سے) بڑا بزرگ اور ہر حال میں بلند و بالا رہنے والا ہے۔ (الرعد۔۹)

آیتِ کریمہ میں دو صفاتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے ایک الکبیر اور دوسری المتعال' یہ دونوں ہی صفاتِ الٰہی بڑی خاص الخاص ہیں۔ دونوں انسانی احساسات پر اپنا خاص اثر چھوڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں کوئی نہ کوئی نقص یا کمی ضرور ہوتی ہے جو اسے چھوٹا بنا دیتی ہے۔ بے عیب بے نقص تو صرف ذاتِ الٰہی ہے۔ اللہ کی مخلوقات میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے کبیر

Marfat.com

کہا جاسکے یا کسی معاملے کو ہی کبیر سے تعبیر کیا جاسکے' اللہ تعالیٰ کا ذکر آتے ہی تمام امور از خود اللہ کبیر کے سامنے صغیر ہو جاتے ہیں' اسی طرح متعال ایسی صفتِ الٰہی ہے' اس کے بارے میں امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اور متعال' عالی سے زیادہ مبالغے پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی عالی کے معنی بزرگ عالی مرتبہ' برتر غالب' وغیرہ جبکہ متعالی کے معنی بہت بزرگ' بہت غالب' بہت برتر کے ہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔ (لقمٰن۔۳۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہر چیز سے بلند و بالاتر ہے۔ اس کے سامنے سب کے سب پست ہی نہیں بلکہ انتہائی پست ترین ہیں' اللہ کی ہستی ہر ہر چیز سے بزرگ و اعلیٰ ہے' اس کے سامنے سب حقیر وصغیر ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بھی اعلیٰ وکبیر نہیں۔ انسانی ادراک وفہم اور تمام تر تعبیرات میں وہ الفاظ ہی نہیں ہیں جن سے حقائقِ الٰہی کا اظہار یا بیان ہو سکے۔ انسانی تعبیرات ان مفاہیم کو جو اعلیٰ وکبیر کے لئے محسوس کئے جاسکتے ہیں محدود کردیتی ہیں ان کی درست تعبیرات صرف قرآنِ حکیم میں ارشاداتِ الٰہی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ تمام کائنات کا نظام چلانے والا صرف ایک اللہ ہی ہے' وہ ہستی کتنی بڑی' کتنی عظیم ترین ہے جس نے نہ صرف یہ عظیم ترین کائنات تخلیق کی اور اسے ایک ایسا نظام دیا جس کے تحت وہ بغیر کسی قسم کے وقفے کے مسلسل چل رہی ہے' لاکھوں برس گزرنے کے باوجود اس کی چال میں کہیں کوئی معمولی سے معمولی لغزش نہیں آئی' اس نظام کو قائم رکھنے' چلانے اور نگرانی ونگہبانی کرنے میں اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ کوئی مددگار ہے۔ سب اس کے محتاج' کیونکہ سب اس خالق کی مخلوق ہیں سب اس کے ماتحت ہیں اور ایسے ماتحت ہیں کہ اس کائنات کے کسی ایک ذرے کو بھی اللہ کے حکم ومرضی کے خلاف کسی بھی طرح ہلا تک نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ بڑی شان وعظمت اور بزرگی والا ہے۔

Marfat.com

قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔ پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا' وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔ (سبا۔۲۳)

یوں تو اس آیت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں لیکن ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نے حدیث شریف کی روشنی میں اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کی بابت کلام یعنی وحی فرماتا ہے تو آسمان پر موجود فرشتے ہیبتِ الٰہی اور خوفِ الٰہی سے کانپ اٹھتے ہیں اور ان پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہوش میں آنے پر وہ پوچھتے ہیں تو عرش بردار فرشتے' دوسرے فرشتوں کو اور وہ اپنے سے نیچے والے فرشتوں کو بتلاتے ہیں اور اس طرح خبر پہلے آسمان کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے۔ (ابن کثیر)

کچھ مفسرین کے مطابق یہ میدانِ حشر کی منظر کشی ہے کہ جب تمام لوگ دوبارہ زندہ کر کے جمع کر دیئے جائیں گے وہ سب کے سب قیامت کی سختی و ہیبتِ الٰہی سے سہمے ہوئے کھڑے ہوں گے' ان کے دل ڈرے ہوئے ہوں گے پھر جب وہ حالتِ خوف سے نکلیں گے اور ہیبت سے نکل آئیں گے تو وہ ایک دوسرے سے دریافت کریں گے تو جو ان میں سے حواس میں آچکے ہوں گے وہ جواب دیں گے "کہ اللہ نے حق کہا" یا ہو سکتا ہے کہ مقرب ملائکہ یہ جواب دیں اللہ کی حقانیت اور اس کا حق تو ازلی و ابدی ہے اور اللہ کی ہستی ہی سب سے بزرگ و برتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفتِ خاص ہے اس میں اللہ کی علوِ شان نمایاں ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۶)

اَلۡمُحِیۡطُ

(ہر چیز کا ہر طرف سے نگراں)

محیط: اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اس کا مادہ حد ہے۔ اس کے معنی ہر طرف سے نگہبان، ہر چیز کے ہر پہلو کو اپنے علم کے دائرے میں رکھنے والا، ہر چیز کو اپنے احاطۂ قدرت میں رکھنے والا۔ ہر طرف سے گرفت میں رکھنے والا، ایسا قابو کرنے والا جس سے چھوٹنا ممکن نہ ہو۔

وَاللّٰہُ مُحِیۡطٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ (البقرۃ۔۱۹)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرینِ حق کو ہر ہر طرف سے گھیرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہی زبردست قوت والا، غلبے والا اور قابو کرنے والا ہے۔ قیامت کے روز میدانِ حشر میں ہر کوئی اپنی ضلالت و گمراہی کیسبب قلق واضطراب میں مبتلا، خوف و رعب، حیرانی پریشانی میں چیخ و پکار کر رہا ہوگا۔ میدانِ حشر کی منظر کشی سے قرآنِ حکیم یہ مثبت تاثر دیتا ہے کہ منافقین، مشرکین اور کفار کس طرح حیرانی و پریشانی میں قلق واضطرابی کیفیت کا شکار ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو گھیر گھار کر میدان حشر میں جمع کر دیا ہوگا۔ کافر اپنی بداعمالی اور حق سے انکار کی وجہ سے گھبرائے ہوئے ہوں گے جبکہ اہلِ ایمان ہر طرح

Marfat.com

سے مطمئن ہوں گے گو کہ خوفِ الٰہی سے وہ بھی لرزاں اور خوف زدہ ضرور ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان میں ایک وقار و سکون کی کیفیت بھی ہوگی ان کا اضطراب کافروں جیسا ہرگز نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

ترجمہ:۔اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے۔(الانفال۔۴۷)

جو کچھ کافر کر رہے ہیں وہ اللہ کی گرفت میں ہے۔اللہ تعالیٰ سے ان کی کوئی بھی تدبیر بچ کر نکل نہیں سکتی، ان کی کوئی قوت اللہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ان کی ہر قسم کی قوت و طاقت اور ان کا تمام علم اور سب کچھ اللہ کا ہی دیا ہوا ہے۔جو ہر طرح سے اللہ کی گرفت میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو عقل اور قوت دی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ انسان اللہ کی اطاعت و بندگی اختیار کرے اور اپنی زندگی میں اللہ کی بادشاہت و حاکمیت قائم کرے اور تمام لوگ صرف اللہ کی غلامی اختیار کریں اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں تمام طاغوتی طاقتوں کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور زمین پر تمام اہلِ زمین مل کر الوہیت قائم کریں۔ اللہ نے جو قوت دی ہے اسے اسلامی نظام قائم کرنے اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف کریں، ورنہ تو کوئی بھی کسی بھی طرح اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا کیونکہ اللہ کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اللہ کے دائرہ اختیار سے کسی طرح بھی باہر ہو یا ہو سکے۔

اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ

ترجمہ:۔جان رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، وہ اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہے۔(ھود۔۹۲)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ایک تنبیہ کی صورت میں ہے اور تاکیدی لہجے میں ارشاد ہو رہا ہے کہ جو کچھ انسان کرتا ہے، سوچتا ہے وہ بھی اور خود انسان کسی بھی طرح اللہ کی پکڑ و گرفت سے باہر نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں کی بھلائی و فلاح کے لئے ان کی بہتری کے لئے چاہتا ہے کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں شرف و امتیاز سے نوازا ہے۔کسی بھی طرح گمراہی اور ظلم کا شکار نہ بنے، اسی وجہ سے قرآنِ حکیم جو انسانی معاشرے اور

Marfat.com

نظامِ زندگی کے لئے سراسر ہدایت نامہ ہے اس میں نہ صرف قوانین مرتب کر دیئے ہیں بلکہ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ زمین پر اس دنیا میں اللہ کے اس نائب اور خلیفہ فی الارض کو کس طرح اور کیسی زندگی بسر کرنی ہے۔ ترغیبات کے ساتھ ساتھ تنبیہات سے بھی آگاہ کر دیا گیا۔

اللہ انسانوں کی بھلائی و بہتری کے لئے ان کی دائمی اور آخری زندگی کی فلاح چاہتا ہے اس لیے انسانوں کو چاہیے کہ صرف اللہ سے ڈریں' اُس کی ہی اطاعت و بندگی کریں۔ قرآنِ حکیم میں جتنی بار بھی جزا یا سزا کے احکام دئے گئے ہیں وہ اس لئے نہیں ہیں کہ انسان سے اللہ اپنی عبادت کرانا چاہتا ہے یا انسانوں کی اطاعت و بندگی کے اظہار سے اللہ کو کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اللہ کو نہ تو انسانوں کی اطاعت و بندگی سے نہ ان کے کفر و انحراف سے کوئی فرق پڑتا ہے وہ قادرِ مطلق اگر چاہے تو اس کے ایک ہی حکم سے سب اطاعت گزار فرمانبردار بن سکتے ہیں۔ کسی کو انحراف و انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

انسان کو اللہ نے جب اپنا نائب اور خلیفہ فی الارض بنانے کا فیصلہ کیا تو اسی وقت اس نے انسان کو ارادے کا اختیار دے کر اس کو دیئے گئے منصب کی آزمائش و امتحان کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ اگر انسان اللہ سے ڈرے گا اس کی اطاعت و بندگی میں زندگی بسر کرے گا تو خود اُس کا ہی بھلا ہو گا۔ اللہ اگر انسان کو جزا کی یا سزا کی اطلاع دے رہا ہے تو یہ اس کی انسان سے بے پناہ محبت و شفقت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اس کا نائب زیادہ سے زیادہ اپنی آزمائش میں کامیابی حاصل کر کے اپنی دائمی زندگی کو آرام و عیش میں بسر کرنے کا خود بندوبست کر لے اور خود فیصلہ کر لے کہ وہ آئندہ آنے والی دائمی زندگی کیسے بسر کرنی چاہتا ہے۔ دراصل دنیا کی یہ عارضی اور مختصر زندگی تو آنے والی دائمی زندگی کا پیش خیمہ ہے انسان کو یہ سمجھانا کہ اللہ کی گرفت بڑی مضبوط ہے اور کوئی بھی اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا صرف اس لئے ہے کہ اگر انسان بھٹک جائے تو راہِ راست اختیار کر سکے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴۷)

اَلْقَدِیْرُ

(ہر چیز پر قدرت رکھنے والا)

قدیر: صفت مشبہ ہے قدیر اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے اس لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے البتہ قادر عام ہے۔ (علامہ راغب اصفہانیؒ) علامہ محمود آلوسیؒ نے روح المعانی میں تحریر کیا ہے' قادر وہ ہے کہ اگر چاہے تو کرے نہ چاہے تو نہ کرے اور قدیر وہ ہے جو اپنے حکم تقاضے کے مطابق جو کچھ چاہے کرے' اللہ کے علاوہ کسی غیر کی صفت میں نہیں آتا ہے۔ (روح المعانی) علامہ آلوسیؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی صفت بھی لفظ قدیر سے کی جا سکتی ہے مگر بہت ہی کم' جبکہ امام راغبؒ نے غیر اللہ کے لئے اس کے استعمال کی قطعی نفی کی ہے۔ لفظ قدیر کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا' نہ ہی قرآن کریم اور حدیث شریف میں کسی بھی جگہ کسی انسان یا فرشتے یا جن کے لئے یا کسی اور مخلوق کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾

ترجمہ:۔ بہت ہی بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر

Marfat.com

قدرت رکھنے والا ہے۔ (الملک۔١)

آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر کررہا ہے کہ اے میرے بندوں مجھ سے رجوع کرو کہ میں ہی تمام کائنات کا حکمران' بادشاہ ہوں اور ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہوں۔ دراصل یہ ایک سپاس نامہ ہے ذاتِ الٰہی کی طرف' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیروبرکات' رفعت عظمت اور اللہ کے فیوض جو بے حدو بے حساب ہیں جن کی کوئی انتہا ہی نہیں کی خبر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض وبرکات کا فیضِ عام اس پوری کائنات میں جاری ہے' پوری کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی تسبیح وحمد کررہا ہے۔ اللہ کی ہستی بے انتہا بزرگ وعظیم ہستی ہے وہ اپنی صفات وافعال میں ہر ایک سے بالاتر ہے۔

اللہ ہی کی ہستی ہے جس کے ہاتھ میں اس کائنات کی ملکیت اور اقتدار ہے' اس نے اس پوری کائنات کا احاطہ کررکھا ہے صرف اللہ ہی اس پر پوری طرح متصرف ہے اگر یہ اصل حقیقت ضمیرِ انسانی میں بیٹھ جائے تو پھر اس کی راہ خودبخود متعین ہوجاتی ہے پھر وہ ایک ہی آقا' ایک ہی معبودِ حقیقی' ایک ہی بادشاہ کا قائل ہوکر یکسو ہوجاتا ہے اور ایک اکیلے اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت واطاعت نہیں کرتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس پر غالب نہیں' کوئی چیز اس کے ارادے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی' نہ کوئی اس کی مشیت کی حدود وقیود سے باہر ہے' وہ جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے' جو حکم دے اس کی تعمیل بے چون وچرا ہوجاتی ہے۔ اس کی قدرت بے حد اور بے قید ہے۔ جب انسان کے ذہن میں اللہ کی یہ حقیقت جگہ پالیتی ہے تو وہ محدود سوچ سے نکل کر لامحدود سوچ کو اپنالیتا ہے اور اللہ کی

Marfat.com

لامحدودیت، وحدانیت و الوہیت کا قائل ہو جاتا ہے اور صرف ایک اللہ کا بندہ بن کر اپنی آخرت سنوارنے میں لگ جاتا ہے، اللہ تو بڑا رحیم و کریم ہے وہ اپنے بندوں کی فلاح کے لئے ہی بار بار اپنی قدرت اپنی حکمت واقتدار واختیار کی بابت اپنے بندوں کو خبردار کرتا رہتا ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

ترجمہ: (تمام چیزیں) جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں، اُسی کی سلطنت ہے اور اُسی کی تعریف ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔ (التغابن۔۱)

آیتِ کریمہ میں قدرتِ الٰہیہ کا یہ جامع تصور کہ ہر شے یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات اس کی پاکی بیان کر رہی ہیں، اس کی تسبیح کے ذریعے اس کی تعریف کر رہی ہیں اور سب کی سب اللہ کی طرف متوجہ ہیں۔ یہ اسلام کے اس عظیم جامع تصور کا ایک اہم پہلو ہے۔

آیتِ کریمہ اس بات کی خبر دے رہی ہے کہ اللہ قدیر کی قدرت ہے کہ زمین و آسمانوں میں جتنی بھی، جیسی بھی، جو مخلوقِ الٰہی ہے وہ سب کی سب اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہے اور اس کی پاکی بیان کر رہی ہے۔ گویا اس طرح یہ خبر سامنے آتی ہے کہ یہ ساری کی ساری کائنات مومن ہے، اس کائنات کی روح اس کا دل مومن ہے۔ اللہ جو پوری کائنات کا مالک ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس سے پوری طرح آشنا بھی ہے۔ سوائے انسان کے جو شیطان کے بہکائے میں آ کر اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ کفر کا ارتکاب کرنے لگتا ہے، اس کے دل و دماغ اور روح تک پر شیطان پردے ڈال دیتا ہے تا کہ وہ اپنی نافرمانی میں اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح سے غافل ہو جائے۔

Marfat.com

قرآنِ حکیم اور رسولِ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بار بار اللہ تعالیٰ نے قلبِ مومن کو پاک صاف کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کا پورا پورا انتظام و اہتمام فرمایا ہے تا کہ انسان حقیقتِ الٰہی کو جان لے' سمجھ لے' اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اس کی قدرت بے قید و لامحدود ہے۔ پوری کائنات اس اکیلے بادشاہ کی سلطنت ہے اپنی مخلوقات پر اس کا ہی حکم چلتا ہے وہ ہر عیب' ہر نقص اور کمزوری سے پوری طرح پاک ہے' اس کی ذات وصفات اس کے افعال و اعمال میں کسی طرح کا کوئی عیب ہے' نہ سقمنہ کوئی خطا یا کمزوری ہے اس کا سارا نظام بڑا حکیمانہ اور درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔

اگر انسان قدرت الہیہ کو پالے سمجھ لے کیونکہ اس کے لئے اسے پانا بہت آسان ہے وہ جن شواہد و مناظر میں زندگی بسر کر رہا ہے ان کو ہی دیکھے' سمجھے اور جان لے تو اسے اللہ کے آگے سر اٹھانے کی جرات ہی نہ ہو۔ اگر انسان اپنے نفوس میں آثارِ الٰہی' مناظرِ الٰہی کو بٹھا لے تو یہ تصور اسے اللہ کے قریب کر دے گا اور اسے احساس رہے گا کہ اللہ تو اس کے اتنے قریب ہے کہ اس کی شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے (ایسے فرشتے) جن کے دو دو' تین تین اور چار چار پر ہیں کو اپنا قاصد بنانے والا' مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (فاطر۔۱)

Marfat.com

یوں تو پورے قرآن کا مضمون ہی ایسا ہے کہ انسانی دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور کچھ آیات خصوصاً! ایسی ہیں جن میں اس خاص الخاص مضمون پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اللہ کی نعمتوں، رحمتوں کے شعور کو اُجاگر کیا گیا ہے اور انسان کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے ہی اللہ نے اپنی مختلف مخلوقات کے بارے میں ان کے عجائبات کے بارے میں آگاہی دی ہے تاکہ انسانی شعور بیدار ہو سکے اور اللہ کی حمد وثنا میں مشغول ہو جائے۔

آیتِ کریمہ میں اللہ کی تعریف بیان کرنے کے ساتھ ہی اللہ کی وہ صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ کی خلق اور ایجاد پر دلالت کرتی ہے اور جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، فاطر کے معنی پہلے پہل ایجاد کرنے والے کے ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص صفت ہے کہ اس نے بغیر کسی نمونے، بغیر کسی مثال کے اپنی قوتِ خلق کے ذریعے آسمان اور زمین جیسی عظیم چیزیں پیدا فرمائیں ان کا نظام پیدا فرمایا ہے تو اس کے لئے انسانوں کو پیدا کرنا یا انہیں مارنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کونسا مشکل کام ہے۔

قرآنِ کریم اس عظیم سماواتی تخلیق کی طرف بار بار اشارہ کرتا ہے اور ان امور کی طرف بھی جو جابجا بکھرے ہوئے ہیں ان تمام چھوٹے بڑے مناظر کی طرف بھی جو ہمارے چاروں اطراف موجود ہیں۔ اگر کوئی زندہ دل انسان ان میں سے ایک علامت ایک اشارے کو ہی سمجھ لے تو زندہ بیدار مغز انسان کی ہدایت کے لئے صرف ایک ہی چیز کافی ہے۔

قرآنِ کریم میں جگہ جگہ فرشتوں کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان کی ساخت کے بارے میں پہلی بار اس آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے اس سے قبل فرشتوں کی طبیعت ان کے فرائضِ منصبی کے بارے میں ارشادات ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو زمین وآسمان کا خالق ہے وہ

Marfat.com

فرشتوں کا بھی خالق ہے وہی ان سے کام لینے والا ہے' اس نے کچھ فرشتوں کو اپنا پیغام رساں مقرر فرمایا ہے' ان کے کاموں کی نوعیت اور اہمیت کے ہی اعتبار سے انہیں قوت استعداد عطا فرمائی ہے اور ان کی درجہ بندی کی گئی ہے جس کا اظہار اس آیتِ مبارکہ سے ہو رہا ہے۔

ان تمام فرشتوں کی حیثیت اللہ وحدہٗ لاشریک کے خادموں اور فرمانبرداروں کی ہے بس وہ تو حکمِ الٰہی بجانے لانے کے لئے ہی اُڑے پھرتے ہیں۔ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان ہی خدام فرشتوں کی ساخت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے' ان سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام' حضرت میکائیل علیہ السلام' حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اور دیگر فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف مختلف مہمات پر قاصد بنا کر بھیجا۔ان میں سے ان کے عہدے اور منصب کے لحاظ سے کسی کے دو کسی کے تین اور کسی کے چار پر ہیں' جن کے ذریعے وہ زمین پر آتے اور زمین سے آسمان پر جاتے ہیں۔

جبکہ بعض فرشتوں کے اس سے بھی زیادہ پر ہیں' جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایک مرتبہ اس شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو (پر) تھے (بخاری' مسلم' ترمذی) ایک اور روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل میں دیکھا ہے' ان کے چھ سو بازو تھے اور وہ پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔(ترمذی)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۳۸)

اَلْمَوْلٰی

(کارساز)

المولیٰ: اسم مفرد، دوست، کارساز، حمایتی، قرب، نزدیکی، مالک، آقا، غلام آزاد کرنے والا، ساتھی، قریبی رشتہ دار، پڑوسی، مہمان، شریک، مددگار، پرورش کرنے والا، نعمت دینے والا، مہربان، نعمت دیا ہوا (لفظ مولوی اسی سے منسوب ہے)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:۔ یہ اس لئے کہ ایمان لانے والوں کا حامی و ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے اور کافروں کا کوئی حامی و ناصر نہیں۔ (محمد۔۱۱)

جس کا آقا اللہ تعالیٰ ہو جو حاکموں کا حاکم، مالکوں کا مالک، قادرِ مطلق ہستی ہے ایسی عظیم ترین ہستی جس کی مددگار ہو تو وہ اس کے لئے ہر طرح سے کافی ہے، وہ شخص کیسے کسی کا محتاج ہو سکتا ہے وہ تو ہرگز کسی کا محتاج نہیں ہو سکتا، وہ تو ہر کسی سے بے نیاز ہو جائے گا، ایسے شخص پر اگر کبھی مشکل حالات آتے بھی ہیں تو وہ اس کی آزمائش کے لئے آتے ہیں۔ تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ یہ گردش کے دن اس کی آزمائش کے دن ہیں، اس کے بعد تو اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ انسان پر آئے ہوئے

Marfat.com

مشکل حالات اس لئے نہیں ہوتے کہ اللہ اُن سے ناراض ہوتا ہے یا انہیں اللہ نے چھوڑ دیا ہے بلکہ ایک بندہ مومن کی۔ یہ تو آزمائش ہوتی ہے کہ وہ اپنے مشکل حالات میں کس قدر اور کس طرح اللہ کا شکر گزار، اطاعت گزار بندہ ثابت ہوتا ہے اللہ نے اپنے بندوں سے جو مدد کا وعدہ کیا ہے وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اگر انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی جگہ اپنا کارساز ومددگار، اپنا آقا کسی اور کو بنائے یا سمجھنے لگے تو پھر اللہ ایسے کسی شخص کا کیسے حامی وناصر ہوگا ایسا شخص تو نامراد ونا کام ہی رہے گا، چاہے اس کی حمائت وہمدردی میں دنیا کے سارے انسان اور جن کیوں نہ جمع ہو جائیں اور دنیا کی تمام ہی قوتیں کیوں نہ اس کی پشت پناہی کے لئے جمع ہو جائیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور پر بھروسہ کرنے والا ہمیشہ نامراد ونا کام ہی رہے گا جبکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے انسان کا اللہ تعالیٰ حامی وناصر ہے۔ جس کا اعلان آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے اور اس اعلان کو قرآنِ کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٢﴾

ترجمہ:۔ اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم وحکمت والا ہے۔ (التحریم۔۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اپنے بندوں کے لیے بڑی ہی مددگار وکارساز ہستی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام کمزوریوں میں ان کی مدد فرماتا ہے۔ وہی بڑا علیم وحکیم ہے، وہ بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندوں کی بھلائی کس چیز میں ہے اور جو احکام بھی اس نے دیئے ہیں وہ سراسر حکمت ودانائی کی بنا پر دیئے ہیں۔ انسان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ وہ قطعی خودمختار نہیں ہے۔ جو محدود اختیار اُسے دیا گیا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ وہ خود اپنے اختیار سے نیک راہ لگے یا بدی اختیار کرلے اس کے علاوہ اُسے کوئی اختیار نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ جو سب کا خالق ومالک ہے، جو سب کا پروردگار ہے، پرورش کرنے والا پالنے والا اور نگہداشت کرنے والا ہے۔ اس نے انسان کی پرورش اور نگہداشت وحفاظت کے لئے جو قوانین نافذ فرمائے ہیں وہ بڑی حکمت وعظمت اور دانائی

Marfat.com

سے بنائے ہیں انہیں ردوبدل کا انسان کو قطعی اختیار نہیں ہے اسے تو بس اپنے آقا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی کرنا ہے اور تمام معاملات اللہ کے سپرد کر کے پوری دیانت واخلاص سے اللہ کی اطاعت وبندگی کرتے رہنا ہے اور یہ بندگی واطاعت بھی اللہ کے بتائے اور بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہی ادا کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جس چیز کو حرام قرار دیا وہ ہر حال میں حرام ہی رہے گی کیونکہ تمام احکام الٰہی بڑے تدبر ودانائی کے ساتھ نافذ کئے گئے ہیں۔ جو لوگ اللہ پر کامل یقین وایمان رکھتے ہیں انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علیم وحکیم انسان نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہی علیم وحکیم ہے۔ انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ تمام احکام الٰہی کی پیروی وتعمیل اسی طرح کرے جیسا کہ ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ پس تمہیں چاہئے کہ نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو وہی تمہارا مولیٰ اور مالک ہے کیا ہی اچھا مالک ہے اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔ (الحج۔۷۸)

اسلامی نظامِ حیات اور نظامِ معاشرت کا اصل مقصد انسانیت کو اس کے درجۂ کمال تک پہنچانا ہے اس لئے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ جو اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کا نائب اور خلیفہ فی الارض زمین پر جو زندگی بسر کرے وہ ایک منظم زندگی ہو اس کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے بہتری اور فلاح حاصل کرنے اور دائمی آسائشوں کے حصول کے لیے کچھ قوانین وضابطے نافذ فرمائے ہیں تاکہ انسان زمین پر جئے تو انسانیت کے ساتھ جئے، کسی طرح حیوانیت اور جانوروں کی طرح زندگی بسر نہ کرے۔ اس لئے ہی اسلام انسان کی روحانی ترقی پر زور دیتا ہے۔

Marfat.com

اسلامی اقدار انسانیت کی بلند ترین اقدار ہیں یہ انسان کی مادی ضروریات کو بھی پیشِ نظر رکھتی ہیں۔ اسلام انسانی معاشرے کو صرف مادی ضرورت تک محدود نہیں کرتا' یہی اسلام کا مطالبہ ہے تاکہ امتِ مسلمہ دنیا کی قیادت اسلام کے جامع نظام کی روشنی میں کر سکے۔

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اہلِ ایمان کو ان کی بھلائی اور فلاح کی ترکیب بیان فرما رہا ہے' انسان جو کمزور وضعیف ہے اسے اس کا مالک وہ نسخہ کیمیا عطا فرما رہا ہے جس سے وہ اپنی آئندہ زندگی کا بہترین سامانِ حیات حاصل کر سکتا ہے۔ نماز ایک کمزور اور فانی انسان کا رابطہ اس ذاتِ عالی سے قائم کرتی ہے جو اپنی ذات میں قادرِ مطلق ہے' مقتدر و قوی تر ہے اور نظامِ زکوٰۃ ایسا عظیم الشان اسلامی نظامِ معاشرت ہے جو نہ صرف امتِ مسلمہ اور جماعت مسلمہ کے افراد کے درمیان صلہ رحمی قائم کرتا ہے اور حاجات وضروریات میں افراد اور جماعت کی کفالت کا انتظام کرتا ہے تاکہ فساد پیدا نہ ہو۔ جب اہلِ ایمان ذاتِ الٰہی سے خود کو وابستہ کر لیتے ہیں اور راہِ حق پر مضبوطی سے جم جاتے ہیں یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں تو پھر وہ اپنے ہر ہر قدم کے لئے تمام ہدایت ورہنمائی قانونِ الٰہی سے حاصل کرتے ہیں' اللہ کی ہی اطاعت وبندگی کرتے ہیں' اسی سے ڈرتے ہیں' اسی سے اپنی تمام امیدیں وابستہ کرتے ہیں اور ہر طرح کی مدد کے لئے اسی کے آگے ہاتھ پھیلاتے اور اپنے توکل اور اعتماد کا سہارا بھی اللہ کی ہی ذاتِ عالی کو بناتے ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۹)

اَلنَّصِیۡرُ

(مدد کرنے والا)

نصیر: نصر سے مبالغے کا صیغہ ہے اور صفت مرفوع معرفہ ہے اس کی جمع انصار ہے۔ معنی مدد کرنے والا' نصرت کرکے مضرت سے بچانے والا' مددگار' قید سے چھڑانا۔

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِكُمۡ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيۡرًا ۝

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا تمہارا حمائتی و مددگار ہونا ہی کافی ہے۔(النساء۔۴۵)

ارشادِ باری تعالیٰ کے ذریعے اہلِ ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ تمہارے دشمن کو اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا ہے تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تمہارا حامی و مددگار تو اللہ کی ذات ہے۔ صراحت کے ساتھ یہ اعلان اس لیے کیا گیا ہے کہ مدینہ میں اہلِ ایمان اور یہودیوں کے درمیان دشمنی تھی وہ اہلِ ایمان کو ہر طرح سے تنگ کیا کرتے اپنی دشمنی کے اظہار میں وہ ان کو جنگ وجدل کے ذریعے اور دیگر ذریعہ سے پریشان کیا کرتے تھے' آیتِ کریمہ میں قیامت تک کے لیے تمام اہلِ ایمان کو بتایا جارہا ہے کہ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے تمہیں یقین ہونا چاہئے کہ تمہارے دشمنوں کی مذموم کوششوں کے مقابلے میں اللہ کی ہدایت' نصرت تمہیں حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار حامی وناصر ہے۔ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جب احکم الحاکمین جو قادرِ مطلق ہے

Marfat.com

اور سب نیک و بد کا آقا و مالک اور خالق بھی ہے جب وہ کسی بات اور کسی سلسلے میں مدد کا اعلان فرمادے تو دنیا کی وہ کونسی طاقت ہوگی جو اللہ کے مدمقابل کھڑی رہ سکے۔ اہلِ ایمان کو صرف اپنے رب، اپنے خالق و مالک سے ہی ڈرنا چاہئے اور دنیا کے تمام ڈر و خوف سے اللہ کی مدد و تائید سے نجات پالینی چاہئے۔

وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِى ٱلْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾

ترجمہ:۔ اور تم ہمیں (اللہ کو) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو، تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے نہ ہی مددگار۔ (الشوریٰ۔۳۱)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے کہ انسان کبھی اتنا بلند قوت والا نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی بھی طرح، کسی بھی کام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے آڑے آسکے اور کسی بھی طرح اسے مجبور کرسکے۔ دراصل آیت میں انسان کی کمزوری اور ضعف کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے کسی بھی منصوبے کو نہیں روک سکتا اور نہ ہی اللہ کے دین کی تبلیغ و اشاعت کو روک سکتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ولی و مددگار ہے تو وہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ذاتِ عالی ہے، وہی انسان کا حقیقی والی و مددگار ہے۔

انسان کتنا کمزور اور بے بس ہے اس کی منظر کشی اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے قبل کی آیات میں کی ہے۔ انسانوں کی حالت تو یہ ہے کہ اگر پنجروں سے پرندے اڑ جائیں یا مکھیوں کے چھتے سے تمام مکھیاں اڑ جائیں تو وہ انہیں جمع نہیں کرسکتا، نہ ان کی تعداد ہی گن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نہ صرف چشم زدن میں ان سب کو واپس جمع کرسکتا ہے بلکہ ان کی گنتی بھی صرف وہی جانتا ہے۔ جبکہ انسان اپنی تمام کوششوں کے باوجود ایسا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ جو اتنا زبردست بااختیار اور قوت و حکمت والا ہے صرف اس کی ہی ہستی ایسی عظیم الشان ہے جو ہر طرح سے اپنے بندوں کا مددگار اور کارساز ہوسکتا ہے اس کے سوا کوئی اور ہرگز مددگار نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

قُلۡ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَعۡصِمُكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ اِنۡ اَرَادَ بِكُمۡ سُوۡٓءًا اَوۡ اَرَادَ بِكُمۡ رَحۡمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوۡنَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیۡرًا ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے پوچھیے! تو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چا۔ ہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے (یا تم سے روک سکے؟) اپنے لئے بجز اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔(الاحزاب۔۱۷)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات تمام انسانیت کو اور خصوصاً اہلِ ایمان کو نظام قضا وقدر کے بارے میں خبردار فرما رہا ہے کیونکہ ہر معاملہ اسی نظام قضاوقدر کے مطابق انجام کو پہنچتا ہے۔ موت وحیات ایک تقدیر ہے' اس سے کسی طرح بچنا فرار ہونا' ممکن نہیں ہے۔ تمام مخلوقاتِ الٰہی کی موت وپیدائش کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ جس سے ایک لمحہ پہلے یا بعد نہیں آتی ہے یہ ایک مربوط ومستحکم نظامِ الٰہی ہے اس سے کوئی فرار نہیں اور یہ بھی مقدر ہی ہے کہ انسان یا اللہ کی کسی بھی مخلوق کی موت جہاں لکھی گئی ہے وہ وہیں پہنچ کر دم توڑے گا' اس میں بھی کسی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہوتا اگر کوئی موت سے بھاگنا بھی چاہے تو بھاگ نہیں سکتا' اسے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت سے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ کسی کی موت کی راہ میں حائل ہوجائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے جو کسی کے بارے میں برائی کا یا اچھائی کا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی اور والی ومددگار نہیں ہے اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جو تقدیرِ الٰہی سے بچا سکے۔ لہٰذا اطاعتِ الٰہی ہی اطاعت ہے۔ اللہ کی بندگی ہی بندگی ہے۔ اللہ سے وفا ہی وفا ہے' خواہ وہ سہولت کے دور میں ہو یا مشکلات کے دور میں۔ تمام معاملات اس خالق ومالک کے اختیار میں ہیں' جو ہر طرح سے ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی قادرِ مطلق ہے۔ اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' وہی سب کا مددگار سب کو خیر وبھلائی پہنچانے والا ہے' وہی احکم الحاکمین ہے۔ اس کے آگے سب بے بس ومجبور ہیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۴۰)

الکریم

(عزت والا)

کریم: کا مادہ کرم سے ہے اور صفت صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں صاحبِ کرم تکریم والا' کریم کے معنی ہیں بزرگ' بڑا عزت والا' عمدہ' احسان کرنے والا' پیہم نعمتوں سے نوازنے والا' بے حد سخی' بے حد معاف کرنے والا' ہمت والا' بخشش و عنایات کرنے والا' مہربان' بہت با مروت' بڑی ہمت و حوصلہ والا' یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے اس سے مراد ایسی اعلیٰ ظرفی ہے جو کسی اور کو نصیب نہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ عالی جو بے حد و حساب کرم کرنے والی ہے جو بہت بخشش و عظمت والی ہے جو بہت ہی معزز' بزرگی والی ہے جو بہت عزت و توقیر عطا کرنے والی ہے' عزت' بزرگی توقیر و عطا اور بخشش کا وہ منبع ہے یہ سب اسی سے شروع اور اسی پر ختم ہیں۔ وہی ذاتِ عالی ہے جو سب پر قدرت رکھتی ہے۔ صرف اسے ہی ہر قسم کی قدرت ہے وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جو وعدہ وہ کرے اسے پورا کرے اور جب دینے پر آئے تو تمام توقعات

Marfat.com

سے بڑھ کر عطا کرے۔ جو شخص بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے اسے مایوس نہ لوٹائے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ۝۶

ترجمہ:۔اے انسان! تجھے اپنے ربِ کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ (الانفطار۔۶)

ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے اور انسان کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ اے انسان! تجھے کس نے بہکا دیا جو کفر پر کمر بستہ ہو گیا ہے۔ اے انسان ذرا غور تو کر کہ تجھے کس نے یہ حیات بخشی ہے؟ کون تیرا مربی و نگہبان ہے؟ کون تیری پرورش کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہے؟ کون تیری ہر ہر ضرورت کو پورا کر رہا ہے؟ وہ کون ہے جس نے تمہیں انسانیت بخشی ہے؟ جس کی وجہ سے تم غور و فکر کرتے ہو، بات کو سمجھتے ہو، حیوانیت سے بلند ہوتے ہو، آخر وہ کیا چیز ہے جس نے تمہیں اپنے رب کے بارے میں دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس رب کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے تجھ پر احسان کیا، تجھے وجود بخشا ہے اسباب حیات تجھے مہیا کئے ہیں، اس رب کے احکام کو ماننے میں کوتاہی و غفلت برتتے ہو، سستی کرتے ہو، اللہ جو نہایت ہی مہربان اور پروردگار ہے، اس نے قدم قدم پر اپنی رحمتوں اور فضل و کرم کی بارش برسا رکھی ہے۔ جس کی سب سے بڑی نعمت تو یہ انسانیت ہے جو تمہیں میسر ہے۔ یہ انسانیت کا ہی حاصل ہے کہ انسان نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے۔

انسان اگر عجائبات عالم پر غور نہ بھی کرے، صرف اپنی ذات پر ہی اگر غور و فکر کرے اور جدید تحقیق پر تصنیف کی گئی کتب کا ہی مطالعہ کرے تو انسانی جسم کی ساخت اور اس میں موجود عجائبات سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کو موجودہ خوبصورت معتدل اور متناسب جسم، شکل و صورت پر پیدا کرنا اور اس کے تمام اعضاء کا پوری

Marfat.com

طرح اپنے اپنے کاموں کو پورا کرنا اور کرتے ہی چلے جانا ایسی حقیقت ہے جس پر انسان اپنے خالق و مالک کا جتنا بھی شکر ادا کرے وہ کم ہی رہے گا۔

انسانی جسم میں جو بڑے بڑے اہم نظام اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں مثلاً ہڈیوں کا نظام، عضلات کا نظام، جلد کا نظام، ہاضمے کا نظام، دورانِ خون کا نظام، سانس کا نظام، تناسل کا نظام، شریانوں کا نظام، اعصاب کا نظام، پیشاب کا نظام، قوت ذائقہ کا نظام، قوت مشاہدہ اور سمع و بصر کا نظام، یہ تمام نظام اپنی اپنی جگہ عجائبات قدرت میں شمار ہوتے ہیں کوئی آلہ ان کے متبادل طور پر ایجاد کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو وہ اپنے ربّ کریم کے اتنے عظیم احسانات کا اپنے خالق کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے محبت و اخلاص اور پورے احترام کے ساتھ جتنا بھی شکر ادا کرے وہ کم ہی رہے گا۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔ کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرتا ہے اس کا شکر اس کے اپنے لئے ہی مفید ہے، ورنہ کوئی ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ بزرگ ہے۔ (النمل۔۴۰)

آیتِ کریمہ کے ذریعے ربّ کائنات تمام انسانیت کو اور خصوصاً اہلِ ایمان کو تنبیہ اور تاکید فرما رہا ہے اور انہیں ان کے مفاد میں سمجھا رہا ہے کہ وہ اپنے رب اپنے مالک و خالق کا

Marfat.com

شکرادا کریں یا نہ کریں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کے کسی بھی طرح اور کسی بھی قسم کے شکر کا محتاج نہیں ہے اسے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی اس کا بندہ اس کا شکر ادا کرے یا نہ کرے۔اس کی بادشاہی اور حکمرانی میں' اس کے اقتدار وحکومت میں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' نہ شکر گزاری سے اس کی سلطنت میں کوئی اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی نافرمانی ناشکر گزاری اور احسان فراموشی سے یکسر کوئی کمی آتی ہے۔ وہ قادرِ مطلق تو آپ اپنے بل' اپنی قوت واقتدار کے بل پر یہ سارا نظامِ کائنات چلا رہا ہے۔ بندوں کے ماننے یا نہ ماننے سے اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر انسان اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ وہ اگر شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حصول کے دروازے اپنے آپ پر کھلوا لیتا ہے اور نعمتوں' انعاماتِ الٰہی کا حصول اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور اگر ناشکری' نافرمانی کرتا ہے تو وہ خود پر ظلم کرتا ہے۔ اللہ کی عنایات وفضل وکرم سے محروم رہ جاتا ہے۔ انعاماتِ الٰہی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفتِ کریمی ہے کہ جب اس کا کوئی بندہ شکر گزاری کرتا ہے تو وہ غنی وکریم ہستی اپنے شکر گزار واطاعت شعار بندے کو زیادہ اور زیادہ عطا کرتا چلا جاتا ہے' کیونکہ وہ غنی ہے' اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں وہ کریم ہے اس لئے وہ سخاوت کرتا ہی رہتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۱)

الرَّقِیۡبُ

(نگہبان)

رقیب' رقب سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے' اس کے معنی خبر رکھنے والا' محافظ' نگہبان' مطلع' منتظر' راہ دیکھنے والا' نگرانی کرنے والا' عربی میں رقبۃ' گردن کو کہتے ہیں اس کے معنی حفاظت کے ہوتے ہیں' امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ رقیب حافظ یعنی نگران کو کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ شخص محفوظ کی گردن کی حفاظت کرتا ہے' رقیب حق تعالیٰ کی صفت ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جو اپنی مخلوق سے غافل نہیں رہتی' اسے نقصان پہنچے یا اس سے غفلت کی بنا پر اس میں خلل واقع ہو جائے' امام حلیمیؒ کا بیان ہے ''رقیب وہ نگران ہے' جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو' (امام بیہقی نے ان دونوں اقوال کو کتاب الاسماوالصفات میں نقل کیا ہے۔)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ①

ترجمہ:۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے (اپنا حق) مانگتے ہو اور رشتے' قرابت کے تعلقات توڑنے سے بچو' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔ (النساء۔۱)

اسلامی نظامِ زندگی اپنے عناصرِ ترکیبی اور اصولوں کے مطابق ایک مستقل نظامِ حیات ہے' انسانی وجود جو ایک مستقل وجود ہے اُس کی اصلاح چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کی شخصیت میں

Marfat.com

ایک لچک ودیعت فرمائی ہے اس میں یہ کمال موجود ہے کہ وہ حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے ایسے ہی اسلامی نظامِ حیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے لچک رکھی ہے کیونکہ اسلامی نظامِ حیات کی تشکیل انسان کے لئے ہوئی ہے اسلامی نظام کا شارع اور انسان کا خالق ایک ہی ذاتِ الٰہی ہے اسلام وہ واحد نظامِ حیات ہے جس میں ایک انسان دوسرے انسان کا نہ تو بندہ ہے نہ ہی غلام ہے اگر انسان قوانینِ الٰہیہ کی پابندی کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی بندگی کرتا ہے اسلامی نظامِ حیات میں سب کے سب ایک اللہ کے بندے ہیں اور اس کی بندگی میں کوئی شریک نہیں ہے۔

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ہدایت فرما رہا ہے اسلامی نظامِ حیات ومعاشرت جو بھائی چارے واخوت کا نظام ہے میل جول اور ایک دوسرے کے کام آنے اور دکھ درد میں شریک ہونے کا نظام ہے اسلامی نظام اہلِ ایمان کو ایک تہذیب سکھاتا ہے تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہمدرد اور غم گسار ہوتے ہیں۔ اسلام ایک ایسا الٰہی نظام اور راستہ ہے جو سیدھا ربِّ کائنات کی راہ پر لے جاتا ہے اسلامی نظام رشتے ناطوں کو بڑی اہمیت دیتا ہے خصوصاً خون کے رشتے جو رحمِ مادر کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اللہ ہدایت فرما رہا ہے کہ کسی بھی حال میں اپنے رشتوں کو نہ توڑو قطع رحمی کرنا رشتوں کو توڑنا سخت گناہ کبیرہ ہے رشتہ توڑنے سے اسلامی معاشرہ میں کمزوری آتی ہے اختلافات اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں قطع رحمی کی ممانعت فرمائی ہے اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے کیونکہ صلہ رحمی سے اسلامی نظام مستحکم ہوتا ہے۔

امتِ مسلمہ کا یہ فرض ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کے ضامن وکفیل ہوں اور ایک دوسرے کے ہمدرد خیر خواہ اور مخلص ہوں اور اللہ کی راہ پر چلتے رہیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ امتِ مسلمہ اللہ کی جماعت ہے اس امتِ مسلمہ کے علاوہ بھی دیگر اور امتیں ہیں جو شیطان کی جماعت سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ امتِ مسلمہ کو میل جول اور بھائی چارے کی تاکید فرما رہا ہے۔

Marfat.com

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ رَّقِيْبًا ﴿٥٢﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (پورا) نگہبان ہے۔ (الاحزاب۔۵۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی ایسی عظیم تر ہستی ہے جو ہمیشہ ہر چیز کی ہر ہر حالت سے پوری طرح باخبر ہی نہیں رہتی بلکہ اس کی پوری پوری نگہبانی بھی کرتی ہے' اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق حکمران ہے قرآنِ کریم میں یہ صفتِ الٰہی تین بار استعمال کی گئی ہے۔ آیتِ کریمہ میں تنبیہی انداز اختیار فرمایا گیا ہے' آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے جبکہ اس سے پہلی آیت میں امہات المومنین کے بارے میں بھی ارشاد ہوا ہے۔ اس بات سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ جو جتنا بڑا ذمہ دار ہوتا ہے اس کی اتنی ہی بڑی جوابدہی اور ذمہ داری ہوتی ہے' یوں تو ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کا جوابدہ بھی اتنا ہی ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسان کی بلکہ ہر ہر چیز کی پوری طرح نگہبانی کرنے والا ہے کسی بھی مخلوق کا کوئی عمل کوئی سوچ وفکر اللہ کی نگہبانی سے باہر یا اوجھل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک پر اور اس کی زندگی کے ہر گوشے پر نگاہ رکھے ہوئے ہے اور پوری طرح نگرانی فرما رہا ہے' انسان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو اس کے ہر عمل ہر قول وفعل کی نگرانی کر رہا ہے' وہ یونہی نہیں کر رہا' اللہ تعالیٰ روزِ آخرت ہر ایک سے اس کے اعمال وافعال اور اقوال کا پورا پورا حساب کتاب کرے گا' قرآنِ حکیم میں بار بار اس قسم کی تنبیہات اس لئے کی جاتی ہیں کہ انسان کسی طرح بہکنے بھٹکنے سے پہلے سوچ لے' سمجھ لے' کہ وہ کیا کر رہا ہے' یا کرنے جا رہا ہے کہ کہیں احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی سے تو انحراف نہیں کر رہا' کوئی کام کوئی عمل ایسا تو نہیں کرنے جا رہا جو خلاف شریعتِ الٰہی ہو۔

گو کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا نگران ونگہبان ہے لیکن قرآنِ حکیم میں یہ صفتِ ربانی الرقیب بالخصوص معاشرہ اور ازدواجی تناظر میں آئی ہے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ایسے نظر رکھے ہوئے ہے جیسے انسان کا کوئی رقیب نظر رکھے ہوئے ہو۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۲)

اَلۡقَرِیۡبُ

(تمام بندوں سے یکساں قریب)

قریب، قرب سے صفتِ مشبہ مذکر ہے واحد جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مونث غیر حقیقی پر بھی اس کا اطلاق درست ہے، اگر قریب سے قریب مسافت یا قریب جگہ مراد لی جائے تو لفظ قریب کا مذکر اور مونث دونوں پر اطلاق ہوگا اور اگر قربت نسبت مراد ہو تو مذکر کے لئے قریب اور مونث کے لئے قریبہ آئے گا۔ قرب بعد کا مخالف ہے یہ نزدیکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ نزدیکی کبھی زمانے کے اعتبار سے ہوتی ہے کبھی تعلق کے اعتبار سے تو کبھی درجہ کے اعتبار سے، کبھی پاس ولحاظ کے اعتبار سے اور کبھی قدرت کے اعتبار سے قرآنِ کریم میں یہ تمام استعمالات موجود ہیں۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: لہٰذا تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا پروردگار قریب ہے اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ (ھود۔۶۱)

آیتِ کریمہ میں ربّ کائنات کی دو صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے

Marfat.com

بندوں کے قریب تر ہونے کا اور دوسرا اس کا اپنے بندوں کی حاجات دعائیں قبول فرمانے کا' ذاتِ باری تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پناہ شفقت ومحبت کا معاملہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب رہتا ہے ان کی ہر پکار' ہر فریاد ہر سوچ وفکر تک سن سکتا ہے' دیکھ سکتا ہے' اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کے اتنا قریب ہے کہ ان کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات ووسواس تک کو سن لیتا ہے اتنے قریب تو خود انسان اپنے وجود کے نہیں ہوتا جتنا اس کا رب اس کے قریب ہے۔

اگرچہ انسان اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا' نہ ہی اپنے حواسوں سے اسے محسوس کر سکتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے وجود سے دور نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تو اتنا قریب ہے کہ بندہ جب چاہے اللہ سے براہِ راست اپنی عرض داشت پیش کر سکتا ہے' یہاں تک کہ زبان سے نہ بھی پکارے تب بھی دل کی پکار اللہ تعالیٰ سن لیتا ہے اور اس پکار کو سن کر وہ احکم الحاکمین فیصلہ بھی صادر فرما دیتا ہے' اللہ تعالیٰ تو تمام طاقتوں کا مالک ہے وہ ایسا طاقت ور ترین مالک ہے جو خود براہِ راست اپنے بندوں کی پکار سننے' ان کی مدد ونگہبانی کرنے کے لئے ان کے قریب موجود رہتا ہے اور جو لوگ اپنی نادانی کے باعث کچھ بے اختیار ہستیوں کو اپنا الٰہ' اپنا رب' اپنا مددگار ونگہبان سمجھ لیتے ہیں اور اپنے ہر مدطلب کاموں کے لئے ان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں جو ان کی کسی طرح کی کوئی شنوائی نہیں کر سکتے' لوگ اپنی ناسمجھی' نادانی کے سبب ان بے اختیار اور بناوٹی لوگوں کے در پر مارے مارے پھرتے ہیں' ان کو تاکید وتنبیہ کی جا رہی ہے کہ ابھی وقت ہے کہ لوٹ آؤ اور معافی مانگ کر اپنے اصلی اور حقیقی مددگار ونگہبان پروردگار کے قریب آ جاؤ جو تمہاری تمام دعائیں قبول کرنے والا بااختیار خالق ومالک ہے جو تمہاری ہر طرح سے پرورش ودیکھ بھال کر رہا ہے۔ آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے بے پناہ شفقت وقرب کا اعلانِ عام ہو رہا ہے کہ آؤ اور اپنی بخشش ومغفرت کا سامان کر لو۔

رَبِّیْ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔ میرا پروردگار سب کچھ سنتا ہے اور بہت ہی قریب ہے۔ (سبا۔۵۰)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں بھی دو صفاتِ الٰہی کا تذکرہ ہوا ہے ایک صفتِ الٰہی سمیع ہے جس کے معنی سب کچھ سننے والے کے ہیں یعنی دلوں کے خیالات اور وسوسے تک سننے والا ہے اور دوسری صفتِ الٰہی قریب آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سمیع و قریب ہے وہ تمام امورِ کائنات کو اور اپنے بندوں کے تمام معاملات کو براہِ راست دیکھ رہا ہے۔ یعنی نگرانی کر رہا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی بھی طرح تنہا نہیں چھوڑا چاہے وہ اطاعت گزار فرنبردار ہوں یا نافرمان منحرف و کفر کرنے والے ہوں اور نہ ہی اس خالق و مالک نے کسی بھی طرح کسی اور کے حوالے کر دیا یعنی اپنی پرورش اور نگہداشت کی ذمہ داریاں کسی بھی طرح کسی اور کے سپرد کر دی ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام شکایتیں اور تمام قسم کا اظہار تشکر و نیاز مندی براہِ راست سنتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نہایت ہی قریب ہے اس لئے ساری انسانیت اور خصوصاً اہلِ ایمان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے' جو نہ صرف ہمیں دیکھ رہا ہے بلکہ ہماری ہر طرح سے نگرانی بھی کر رہا ہے اگر ہم کوئی غلط قدم اٹھاتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی پوشیدہ کیوں نہ ہو اسے ہم اللہ تعالیٰ سے کیسے پوشیدہ رکھ سکیں گے جو ہر وقت ہمارے اتنے قریب ہے جیسے ہمارے سانسوں کی آمد و رفت ہو' ہمارے خون کی گردش ہو اس لئے ہر دم ہر لمحہ انسان کو اللہ کی اطاعت و بندگی اور شکر گزاری ہی کرتے رہنا چاہئے' اسی میں اس کی بہتری اور بھلائی ہے اور آخرت کی کمائی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۴۳)

المُجِیۡب

(دعاؤں کا قبول کرنے والا)

مجیب: اس کا مادہ جوب ہے اور صفتِ مشبہ ہے' اسم فاعل واحد مذکر ہے' معنی دعا قبول کرنے والا' دینے والا' (دنیا میں یا آخرت میں) حاجت پوری کرنا اور مانگ کے مطابق دینا' مجیب وہ ہے جو سائل کے سوال کو پورا کرے' دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرے' لاچاروں کی ضروریات پوری کرے' التجا سے پہلے انعام دے' دعا سے پیشتر بخشش کرے' وہ ذاتِ الٰہی جو حاجت مندوں کی حاجت کو ان کے سوال کرنے سے قبل ہی جانتا ہے بلکہ ازل سے سب اس کے علم میں ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک جمالی صفت ہے' اللہ تعالیٰ سوال کرنے والے کے سوال کو رد نہیں فرماتا' وہ اپنے تمام بندوں کی تمام دعائیں قبول فرماتا ہے۔ یہی اللہ کے مجیب ہونے کی صفت ہے۔

فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ اَنِّیۡ

ترجمہ:۔ پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ (آل عمران۔ ۱۹۵)

اللہ تعالیٰ کی صفت المجیب ہے یعنی دعاؤں کا قبول کرنے والا' وہ کون سی دعائیں ہیں کن لوگوں کی دعائیں ہیں یا سب لوگوں کی سب دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تربیت وہدایت کے لئے کچھ قوانین وضوابط نافذ فرمادئے ہیں' اسلامی نظام کا مزاج

Marfat.com

اوراس کے اجزائے ترکیبی متعین کردیئے گئے ہیں یہ بھی کہ انسان کس راہ پر چلے۔ انسان کے لئے صرف تدبر و تفکر ہی کافی نہیں ہے اور نہ پرسوز خشوع و خضوع دعا کے لئے کافی ہے اور نہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگنا کافی ہے اور نہ ہی نجات اخروی کی طلب کافی ہے' بلکہ سب سے اہم تو اس کا پرخلوص عمل ضروری ہے وہ بھی ایسا عمل جو مثبت ہو احکام الٰہی اور قوانینِ الٰہی کے عین مطابق ہو اور پھر جب ایسا انسان اللہ کی طرف پوری دیانت و اخلاص اور دھیان سے متوجہ ہو تو ایسی توبہ جس میں پوری آمادگی کے احساس شامل ہوں اور دعا میں سوچ ہو اور وہ مثبت عمل پر آمادہ ہو' اسلام جس طرح عبادات کا تفکر و تدبر کا ذکر و فکر' خوف و استغفار کا ذکر کرتا ہے وہی عمل اللہ کے یہاں مقبول ہے اور ایسی تمام دعائیں جو ان تمام اعمال و افکار کو لئے ہوئے ہوں گی' ضرور قبول ہوگی۔ اسلام ایسی تمام عبادات کو ثمرہ قرار دیتا ہے' یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ اپنے تمام بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہی نہیں ہر طرح سے ہر چیز پر قادر بلکہ قادرِ مطلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کے لئے جو طریقہ قرآن کریم میں بتا دیا ہے وہ ایک انوکھا اور نیا انداز ہے اسلام سے پہلے یہ طریقہ یہ انداز اختیار نہیں کیا گیا یا اس کی تعلیم یوں نہیں دی گئی۔ دعا میں تمام تر عاجزی کے ساتھ اپنا مدعا در بارِ الٰہی میں پیش کرنے کے لئے نرم اور پرسوز لہجہ اختیار کیا جائے' الفاظ میں مٹھاس وانکساری نمایاں محسوس ہو' ایسی دعا جس میں خشوع و خضوع خوش آوازی کے ساتھ ہو' آواز کے زیر و بم نہایت ہی گہرے ہوں اللہ کے یہاں فوراً قبول ہوتی ہے۔

فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔ ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں۔ (الصفت۔۷۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ صفتِ عالی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو نہ صرف سنتا ہے بلکہ انہیں قبول بھی فرماتا ہے یعنی دعا مانگنے والے کی طلب بھی وہی مالک پوری کرتا ہے' اللہ المجیب ہمہ وقت اپنے بندوں پر بے حد و بے حساب مہربان ہے' وہی تمام التجاؤں کو سنتا ہے اور حسبِ ضرورت پوری

Marfat.com

بھی کرتا ہے۔ وہی ہے جو سب کچھ سنتا ہے اور سب سے اچھا سننے والا ہے' وہ اپنے بندوں کی فریادیں' التجائیں سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بندوں کو ان کے مسائل سے آزادی دیتا ہے۔

دعا تو اہلِ ایمان کا ایک موثر ہتھیار ہے بلکہ قلبِ انسانی کے لئے تیر بہدف نسخہ کیمیا بھی ہے۔

کیونکہ تمام تر حاجت روائی مشکل کشائی کے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی لئے صرف اسی سے دعا مانگنا برحق ہے۔ انسان کا اپنی طلب اور خواہش کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اس سے مدد طلب کرنا' قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان کے قریب ہی ہوں' پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (البقرۃ۔۱۸۶)

دنیا کی تدبیر وانتظام میں کسی بھی طرح کسی دوسرے کا نہ کوئی دخل ہے نہ اختیار ہے' انسان کو صرف اتنا اختیار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے' یہ اللہ کا اختیار ہے کہ وہ اسے قبول کرے یا رد کرے۔

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں' یقیناً اللہ ہی دعا قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور سب سے اچھا دعا قبول کرنے والا کیسے دعا قبول کرتا ہے' اس کی تفصیل سے قرآنِ حکیم بھرا ہوا ہے' احکامِ الٰہی کو تسلیم کرنے والے' راہِ حق پر چلنے والے' اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے' اعمالِ صالحہ کرنے والوں' کی دعا اللہ قبول کرتا ہے۔

جس طرح انسان کو اپنی ضرورت حاصل کرنے کے لئے' کھانا کھانے اور حاصل کرنے کے لئے' محنت کرنا پڑتی ہے' روٹی پکانی یا خریدنی پڑے گی تو ہی اس عمل سے گزرنے سے اسے روٹی کا حصول ہوگا اسی طرح پانی اگر سامنے موجود ہو چاہے دریا ہی قریب سے کیوں نہ بہہ رہا ہو اور کوئی شخص دریا کے کنارے لیٹا رہے تو وہ اپنے اس عمل سے پیاسا ہی رہ جائے گا جب تک وہ پانی کے حصول کے لئے عمل اختیار نہیں کرتا' بالکل ایسے ہی دعا کی مقبولیت کے لئے بھی ایسے عمل کی ضرورت اور اہمیت ہے' جس کی تاکید اور ترکیب طریقہ وسلیقہ اللہ نے سکھایا' بتایا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۴)

الۡوَکِیۡلُ

(کارساز)

الوکیل: اس کا اساسی مادہ (و ک ل) ہے اور صفتِ مشبہ نکرہ ہے' وکیل عربی میں ضامن اور گواہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کام بنانے والے کو بھی کہا جاتا ہے' یہ لفظ کارساز' ذمہ دار' خودمختار قائم نگران' محافظ' منتظم' عامل' وکالت کرنے والا اور مختارِ کل کے معنوں میں آتا ہے۔ عام زندگی میں ہم وکیل اسے کہتے ہیں جسے ہم اپنے کام اور معاملات سونپ دیتے ہیں۔ الوکیل صرف ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کے رزق اور دیگر تمام ضروریات زندگی مہیا کرنے کی از خود ذمہ داری لے رکھی ہے۔ اس لئے اللہ کی یہ صفتِ عظیم الوکیل استعمال کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان ہستی پر اس کے بندے بغیر دیکھے ایمان و یقین اور اعتماد رکھتے ہیں اور بھروسہ کرتے ہیں کہ وہی مالک الملک ہی اس طرح مدد کر سکتا ہے اور کر رہا ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيۡءٍ ۙ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ وَّكِيۡلٌ ﴿۶۲﴾

ترجمہ: ۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے' اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (الزمر۔۶۲)

آیتِ کریمہ میں تین صفاتِ الٰہی بیان ہوئی ہیں۔ خالق' علی اور وکیل' اللہ تبارک و تعالیٰ جو تمام

Marfat.com

کائنات کا اور کائنات کی ہر ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے' ہر جاندار' غیر جاندار کا وہ اکیلا خالق ہے اور وہ تمام چیزوں پر پورا مالکانہ تصرف رکھتا ہے یعنی ہر چیز کا خالق بھی وہی ہے اور مالک بھی وہی ہے' وہ جس طرح چاہے' تصرف اور تدبیر کرے۔ ہر چیز اس کے ماتحت اور زیرِ تصرف ہے' کسی کو کسی بھی طرح سرتابی یا انکار کی مجال نہیں ہے۔ وکیل بمعنی محافظ اور مدبر کے ہے' ہر چیز اس کے سپرد ہے اور بغیر کسی شراکت کے وہ ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت ایسی حقیقت ہے جس پر کائنات کی ہر چیز گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا کسی بھی چیز کے بنانے' پیدا کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ حقیقت ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود بخود پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ کائنات کی ایک ایک چیز کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اعلیٰ منصوبہ بندی کے ساتھ بنایا اور پیدا فرمایا ہے کوئی بھی چیز نہ خود بخود پیدا ہوئی ہے اور نہ ہی کسی طرح اتفاقی طور پر پیدا ہو سکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جس نے تمام عالم بلکہ عالمین کو پیدا کیا ہے وہی ہستی ہر چیز کی پوری طرح نگہبان بھی ہے کائنات کے تمام نظام اللہ کے چلائے سے ہی چل رہے ہیں' وہ اپنے منصوبے اور ارادے کے مطابق زمین و آسمان کو چلا رہا ہے' وہی عظیم تر ہستی اس سارے نظام کی نہ صرف نگہبانی کر رہی ہے بلکہ پرورش بھی کر رہی ہے' وہی اس سارے نظام کی کارساز ہے۔ پوری کائنات اللہ کے نظامِ قضا وقدر کے مطابق چل رہی ہے۔ یعنی اس دنیا کو اور کائنات کو پیدا کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یونہی نہیں چھوڑ دیا وہ ہر ہر چیز کی پوری طرح خبر گیری کارسازی و نگہبانی بھی کر رہا ہے' دنیا کی تمام چیزیں جس طرح پیدا کرنے سے وجود میں آتی ہیں' اسی طرح وہ اللہ کے باقی رکھنے سے باقی ہیں اور اللہ کی ہی پرورش کی وجہ سے وہ پھل پھول رہی ہیں اور اللہ کی ہی حفاظت و نگرانی میں کام کر رہی ہیں۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ:۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہر چیز کا پیدا کرنے

Marfat.com

والا ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔(الانعام۔۱۰۲)

آیتِ کریمہ سے پہلی آیتِ مبارکہ میں ربِ کائنات نے واضح فرمادیا ہے کہ ''خلق بھی اس کا ہے علم بھی وہی رکھتا ہے۔'' جب یہ بات تسلیم ہو جائے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی واحد خالق ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ ہی بادشاہ و مالک ہے اور جب اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ہے تو لازمی وہی رازق بھی ہے کیونکہ جب اللہ خالق و مالک ہے تو رزق کی فراہمی کی ذمہ داری بھی اسی کی ہے اور یہ رزق وہ اپنی مملکت سے دیتا ہے جس میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم مملکت میں جو کچھ بھی ہے یا جس جس سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں جب تخلیق ملکیت اور رزق سب کا سب اللہ کا ہے تو یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ ہی سب کا پروردگار ہے پالنے والا پرورش کرنے والا بھی ہے۔ لہٰذا یہ ہر انسان کا فرض ہوگا کہ وہ خصائص ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

یہ حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم میں تخلیقِ کائنات اور تقدیر نظامِ کائنات کا ذکر اس لیے نہیں کیا جاتا کہ ان امور سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے وجود پر دلائل قائم کئے جائیں۔ خالق اور تقدیر کے حقائق تو قرآن مجید میں اس لئے لائے گئے ہیں کہ لوگ راہِ راست پر رہیں کسی بھکانے والے کے بہکائے میں نہ آجائیں اور اپنے اعمال و عقائد میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس کی حاکمیت اور اس کی مکمل بندگی کو نافذ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی طور کسی کو قطعی شریک نہ کریں کہ یہی زندگی کی حقیقت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لئے وکیل ہونا یعنی کارساز ہونا اس کی اہم صفت اور خصوصیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مختار و منتظم ہے ہدایت دینے والا ہے حاکموں کا حاکم ہے وہی سب کا کارساز ہمدم نگہبان اور پروردگار ہے اس کے سوا کوئی نہ اطاعت کے لائق ہے نہ ہی عبادت کے لائق ہے ہر چیز کا خالق ہونے کے ناطے بھی وہی سب کا معبود حقیقی ہے وہی کارساز ہمارا ہادی و رہبر بھی ہے۔ وہی حی وہی قیوم ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۵)

الحَسِيۡبُ

(حساب لینے والا)

الحسیب' حساب سے صفتِ مشبہ واحد مذکر ہے۔ اس کا مادہ (ح س ب) ہے اس کے معنی شمار کرنا' گننا' اندازہ کرنا' حساب' حاسب' حسیب کے معنی کافی ہونا یعنی جس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہ رہے' حساب لینے والا' حساب کرنے والا' اس کا صفاتِ الٰہی میں شمار ہے۔ امام حلیمیؒ لکھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں بغیر حساب لگائے ان اجزاء اور مقداروں کا ادراک کرنے والا جن کو انسان اپنے حساب سے مطلع کرتے ہیں' کیونکہ حساب کرنے والا تو اجزا کا یکے بعد دیگرے میزان معلوم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم کسی چیز کی بابت' کسی بات کے واقع ہونے اور حالت کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ الحسیب انسانوں سے ان کے دنیا میں کئے گئے اعمال کا حساب ضرور لے گا' اس حساب کتاب کے بعد ہی ان کی جزا یا سزا کا تعین ہوگا' اللہ تعالیٰ کا حساب بڑا ہی سخت ہوگا کسی خطا ولغزش کو نظر انداز یا معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس روز یعنی یومِ حساب خود انسان کے اعضاء اس کے خلاف یا اس کی مدافعت میں گواہی دے

Marfat.com

رہے ہوں گے نامۂ اعمال سب کا' سب کے ہاتھوں میں ہوگا۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ (البقرۃ۔۲۰۲)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو دنیا کے حصول کا بے حد شوق رکھتے ہیں اور ہر وقت دنیاوی امور میں مصروف رہتے ہیں' جن کے پیشِ نظر صرف دنیا ہی دنیا ہوتی ہے۔ ان کے دماغ پر دنیا ہی چھائی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ان کا پورا حصہ دنیا میں ہی عطا فرما دیتا ہے۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

اسلام اپنے ماننے والوں سے قطعی یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ ترکِ دنیا اختیار کرلیں کیونکہ انہیں تو خلافت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اسلام کا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ مسلمان اپنے تمام دنیاوی معاملات و امور میں اللہ کی طرف رجوع کریں اور قوانینِ الٰہی اور احکامِ الٰہی کے مطابق اپنی دنیا کے تمام معاملات و مسائل اور امور انجام دیں' اسلام نہ تو انسان کو دنیا تک محدود کرتا ہے نہ ہی دین کی قید و بند لگاتا ہے۔ اسلام تو چاہتا ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو اس دنیا کی محدود اور عارضی چاردیواری سے بلند اور آزاد کردے' وہ دنیا میں کام بھی کرے' دنیا سے کام بھی لے مگر خود کو دنیا کا غلام نہ بنائے خود کو دنیا کے پنجوں سے آزاد رکھے اور اسلامی تصورات اور نظامِ حیات کو اپنا کر اپنی یہ مختصر اور عارضی زندگی اللہ کی اطاعت و بندگی میں بسر کرتے ہوئے اپنی دنیا کی زندگی گزارے۔

Marfat.com

ربِّ عظیم و ربِّ کائنات جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک اور پروردگار بھی ہے اس نے اپنے خلیفہ اور نائب کے لئے ایسا انتظام و اہتمام فرمایا ہے کہ وہ اس کی ایک ایک حرکت پر، اس کے تمام اعمال وافعال پر پوری پوری نظر رکھتا ہے، اس کی نگہبانی کا فریضہ پوری طرح ادا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق، جب حساب کتاب کرے گا تو ہر ایک کے ہاتھ میں اس کا مکمل نامۂ اعمال ہوگا اور تو اور خود اس کے جسم کے تمام اعضاء اللہ الحسیب کو حساب دینے کے وقت گواہ ہوں گے اور اللہ کو اپنے بندوں سے حساب لینے میں کوئی دیر کسی قسم کی تاخیر نہیں ہوگی۔ سب کا حساب کتاب بہت تیزی سے ہو رہا ہوگا کیونکہ انسان خود اپنے خلاف گواہ ہوگا اس میں اتنی قوت، اتنی ہمت ہی نہیں ہوگی کہ وہ اپنے جرائم وافعال سے کسی بھی طرح انکار کر سکے۔ سریع الحساب کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ روزِ حساب کچھ دور نہیں ہے جلد آنے والا ہے، انسان کو سوچ لینا، سمجھ لینا چاہئے کہ اپنی دائمی زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کا بندوبست اسے اسی دنیا میں خود اپنے اعمال وافعال سے کرنا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۶)

الحفیظ

(سب کی حفاظت کرنے والا)

حفیظ کا مادہ (ح ف ظ) حفظ ہے اس کے معنی حفاظت کرنا' نگران' محافظ' حفاظت کرنے والا' نگرانی رکھنے والا' بچائے رکھنا' پناہ میں لینا' حفظ وامان میں رکھنا' قبضے میں رکھنا' حفیظ حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ لفظ حفظ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ حافظ کے معنی بھی یہی ہوتے ہیں حفیظ وہ ہے جو ہر حوالے اور ہر اعتبار سے مکمل طور پر محافظ ہو چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس صفتِ عظیم کے ذریعے انسانوں کی ان کے اعمال وافعال کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص نظامِ حفاظت کے مطابق سب کچھ ایک محفوظ کتاب میں لکھ رکھا ہے جس میں ہر ہر چیز کی وضع قطع' مقدار' کیفیات' موت وحیات' تغیر وتبدل سب کچھ لکھا ہوا محفوظ ہے' جسے قرآن حکیم میں لوحِ محفوظ کہا گیا ہے' پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص نظامِ حفاظت کے تحت اپنے تمام اچھے برے بندوں پر دو نگران فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو بڑے معزز اور بڑے ہی زود نویس ہیں وہ بندے کے ہر قول وفعل اور عمل یہاں تک کہ اچھی سوچوں تک کو فوراً ہی تحریر کر لیتے ہیں تاکہ ہر شخص کی زندگی کی مکمل تفصیل کے ساتھ ایک دستاویزی ثبوت یوم حساب اسے تھما دیا جائے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکے جب ہر کسی کا نامۂ اعمال کھولا جائے گا تو وہ متحیر رہ جائے گا۔

Marfat.com

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾

ترجمہ:۔ یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔(ھود۔۵۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ نہ صرف اپنے دین کا محافظ ونگہبان ہے بلکہ اہلِ ایمان بندوں کا بھی محافظ ونگہبان ہے وہ اہلِ ایمان کو اذیتوں اور ہلاکتوں سے محفوظ رکھتا ہے، وہ مالک الملک تو تمام جہانوں کا نگران اور حفاظت کرنے والا ہے، کوئی چیز اس کی حفاظت ونگرانی سے باہر نہیں ایک معمولی اور حقیر ترین ذرّے تک کی وہی حفیظ حفاظت فرماتا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نہیں جو کسی کی کسی بھی طرح حفاظت ونگہبانی کر سکے۔

اللہ کی حفاظت ونگہبانی اتنی سخت ہے کہ وہ اپنی ہر مخلوق کی نگرانی وحفاظت پوری طرح فرماتا ہے، ان کی ایک ایک حرکت، ایک ایک فعل وقول اور عمل کا باقاعدہ حساب کتاب رکھتا ہے۔ تمام چیزوں کا پورا پورا تصرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ فی الارض بنایا ہے اسے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی امتیاز اسے بخشا ہے وہ یونہی نہیں ہے اس کی بڑی ذمہ داریاں بھی ہیں اور ان ذمہ داریوں کو عطا کرنے والا پوری پوری نگہبانی بھی کر رہا ہے کہ اس کے بندے، اس کے نائب کس قدر اپنی ذمہ داری کا احساس کر رہے ہیں اور کتنا اور کیسے اپنے پروردگار اپنے خالق ومالک کی اطاعت وبندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔

وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔ اور آپ کا رب ہر (ہر) چیز پر نگہبان ہے۔(سبا۔۲۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کئی صفات کے ذریعے اپنے اہلِ ایمان بندوں کو یہ سمجھانے کے لئے تاکیدی انداز اختیار فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام مخلوقاتِ الٰہی کا خالق ومالک ہے وہ پرورش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی نگرانی ونگہبانی اور ہر طرح سے حفاظت بھی فرما رہا ہے تاکہ انسان اس کی ہدایات واحکام کو سمجھے اور اللہ سے ڈر کر راہِ راست اختیار کرے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی بداعمالی

Marfat.com

کے ذریعے اپنے پر ظلم نہ کرے۔

دوسرے لفظوں میں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ عقیدۂ آخرت کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں جو دنیا میں انسان کو راہِ راست پر قائم رکھ سکے اور جو راہِ راست پر قائم رکھنے کی ضامن ہو۔ اگر کوئی شخص یہ نہ مانے کہ اس کی ہر دم نگرانی ہو رہی ہے اور اسے مر کر پھر ایک بار زندہ ہونا ہے اور اپنے اعمال کے حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش بھی ہونا ہے' تو وہ یقیناً شیطان کے بہکائے میں آ کر بدراہ ہو جائے گا' کیونکہ اسے اپنی کسی ذمہ داری کا احساس ہی نہیں رہے گا کہ دنیا میں وہ کس لئے بھیجا گیا ہے' اسے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ تو شیطان کا سب سے بڑا اور آسان پھندا ہے کہ وہ انسان کو اس کی آخرت سے غافل کر دے اور جو کوئی بھی شیطان کے بہکائے میں نہیں آئے گا اور اپنی آخرت سے غفلت نہیں برتے گا وہ اس کے فریب سے بچ کر نکل جائے گا وہ دنیا کے تمام عارضی مفادات کو قربان کر کے اپنی دائمی آخرت کی زندگی بچا لے جائے گا' اہلِ ایمان شخص جس نے دنیا کا نقد سودا چھوڑ کر اپنی آخرت کا بہترین سودا بچا لیا۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ پر ایمانِ کامل رکھتا ہے وہ یہ یقین و اعتماد بھی رکھتا ہے کہ اس کا مالک و خالق اس کا رب ہر دم ہر قدم اس کے ساتھ ہے' اس کی ہر طرح سے حفاظت و نگرانی بھی کر رہا ہے اس خوف سے وہ کوئی غلط قدم' کوئی غلط سوچ' کوئی غلط عمل کرنے سے اپنے آپ کو روکے رکھتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں بار بار تنبیہ کرنے' تاکیدی انداز اختیار کرنے' ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان اپنے پر ظلم کرنے سے بچا رہے' اپنے آپ کو آخرت کی زندگی کے لئے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۷)

المقیت

(ہر چیز پر قدرت رکھنے والا)

مقیت کا مادہ اصل میں قوت ہے اور اسم فاعل مذکر ہے اقوات مصدر ہے اس کے معنی قادر، نگران، محافظ (روزی دینے والا) قوت والا، اتنی روزی دے جس سے زندگی قائم رہ جائے، وہ ہستی جو قوت صحت اور طاقت کے قیام کا سبب ہو، مقیت وہ ہے جو تمام اعضائے جسم کو توانائی عطا کرتا ہے۔ قوت کے معنی، خوراک، غذا، روزی، روزی رساں، نگہبان، رزق، روزی دینے والا، یہی صفات شہید، حفیظ اور مقتدر کی بھی ہیں۔ صفتِ الٰہی اور اسماء الحسنٰی میں مقیت اپنی مجرد حالت میں صرف ایک بار سورۃ النساء میں استعمال ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی قوت وطاقت بے حد و بے حساب ہے، وہ ہر ہر چیز پر پوری طرح اختیار رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ہی ہستی ہے جو اپنی تمام مخلوقات کی ہر ہر طرح سے نگہداشت و پرورش پر پوری قدرت رکھتی ہے۔ وہی قادرِ مطلق ہے جو اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے پر ہی قدرت نہیں رکھتا بلکہ ان کی ہر ہر طرح نگہداشت و پرورش پر بھی پوری قدرت و اختیار رکھتا ہے، اسی مالک الملک کی نگہداشت و پرورش کے نظام سے یہ ساری کائنات قائم ہے اور چل رہی ہے، وہ بڑی قدرت والا احکم الحاکمین ہے جس کے

Marfat.com

سامنے سب کے سب مجبور و بے بس ہیں۔ وہی ذاتِ عالی ہے جو اپنے تمام بندوں کے لئے اور دیگر مخلوقات کے لئے ان کی پرورش کی ضرورتوں کے مطابق نہ صرف موسم بدلتا ہے بلکہ موسموں کے اعتبار سے ان کی غذائی اجناس میں بھی تبدیلی لاتا ہے۔ اللہ المقیت اپنے بندوں کے لئے جو پھل' سبزیاں ترکاریاں موسموں کے اعتبار سے پیدا فرماتا ہے بلاشبہ وہی انسان کے لئے ان موسموں میں کارآمد اور مفید ہوتی ہیں کیونکہ انسان کا خالق ہی انسان کے جسم وجان کی ضرورتوں کو خوب اور بہتر طور پر جانتا ہے' اسے ہی معلوم ہے کہ اس کی مخلوقات میں کس مخلوق کے لئے کب کیا مفید اور بہتر نشوونما کا موجب ہوتا ہے۔ اللہ' المقیت کو دنیا کے ہر خطے کے ہر حصے اور ہر موسم اور وہاں کی مخلوقات چاہے وہ انسانی ہو کہ حیوانی' اللہ تعالیٰ ان کی غذائی ضرورتوں سے پوری طرح اور خوب واقف ہے اور وہ پوری قدرت رکھتا ہے کہ کب کہا ں کیا پیدا کرے۔ اللہ' المقیت نے ہر جاندار کے لئے ایک نافع' فلاح بخش نظامِ خوراک وضع کر رکھا ہے' یہ خودکار نظام بظاہر تو خودبخود کام کر رہا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نظام اور کائنات کے سارے نظاموں کو اللہ' المقیت ہی اپنی قوت اپنے ارادے اور مشیت سے چلا رہا ہے۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

ترجمہ:۔ جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے وہ اس میں حصہ پائے گا اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا' اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (النساء۔۸۵)

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینِ اسلام کے ذریعے دنیا کے تمام نظامِ معاشرت کو ایک خوبصورت اور منفرد معاشرتی نظام عطا فرما دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے کہ اسلام کے ماننے والوں کا ایک خاص خدوخال ہو' ان کی خاص عبادات ہوں جس طرح اسلام نے ایک مخصوص قانونی تنظیمی نظام قائم کیا ہے' اسی طرح عام زندگی کے رہن سہن اور بھائی چارے کے قیام کے لئے ایک منفرد نظامِ معاشرت بھی دیا ہے۔

آیتِ کریمہ میں دوٹوک انداز میں ارشادِ الٰہی ہے کہ جو شخص کسی نیک کام کے لیے اپنے عمل یا قول کے ذریعے اچھی سفارش کرے گا جس سے عوام الناس کی بھلائی وفلاح مقصود ہو یا دین کے کام میں معاونت ومدد ہو رہی ہو اس میں ان لوگوں کو جو وہ نیک وصالح عمل کر رہے ہوں گے جو نیکی کا اجروثواب انہیں ملیگا وہی اس شخص کو بھیملے گا جس نے انہیں اس نیکی کی سفارش کی ہوگی یا کسی نے اچھے کام کے لئے کسی سے کسی کی سفارش کی ہوگی اس کے ذریعے جو نیکی عام ہوگی اس میں دونوں کو اجر ثواب ملے گا' عمل کرنے والے کا بھی اور سفارش کرنے والے کو بھی' یہ اصول اچھی سفارش پر بھی ہوگا اور اسی طرح بری وبد سفارش پر بھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور ہر چیز پر پوری طرح نظر رکھنے والا اور پوری طرح باخبر رہنے والا ہے' اللہ تعالیٰ تمام اہلِ ایمان کے لئے عام معاشرے میں بہتر زندگی گزارنے اور ایک دوسرے کی شناخت' بہتری اور بھلائی کے لئے اسلامی معاشرے میں سلام کو عام کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انسان کا' اس کے نفس کا خالق ہے' وہ اپنے پیدا کردہ نفسِ انسانی کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس طرح اس کی تربیت کی جائے اور کس طرح اسے بچایا جائے۔ اسی لئے اس آیتِ مبارکہ کے بعد آنے والی آیتِ مبارکہ میں حکمِ الٰہی ہے کہ

Marfat.com

''اور جب کوئی تمہیں سلام کرے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا انہی الفاظ کو لوٹا دو' بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔''(النساء۔۸۶) (تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''السلام علیکم'' کی تشریح ملاحظہ فرمائیں) ارشادِ باری تعالیٰ کو اگر ذرا سی توجہ سے سمجھا جائے تو حکم ہو رہا ہے کہ اگر کوئی تمہیں سلام کرے تو یا تو اس جیسا ہی سلام کا جواب دو یا اس سے بہتر جواب دو۔ اسلامی معاشرے میں سلام ایک ایسا فعل ہے جس سے زندگی کی گاڑی نہایت سکون و سہولت سے چلتی ہے' اگر آدابِ سلام کو پوری طرح ملحوظ رکھا جائے کیونکہ سلام اور اچھائی کی سفارش کے درمیان گہرا رابطہ ہے۔ سلام دراصل نہ صرف اہلِ ایمان کی شناخت ہے بلکہ سلام مسلمان کو منفرد و ممیّز بنا دیتا ہے۔ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ممتاز صفات کا مالک بن جاتا ہے۔

اسلام نے سلام اور جوابِ سلام کے لئے تین انتہائی خوبصورت دعائیہ کلمات ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔(۱) السلام علیکم۔(۲) السلام علیکم ورحمت اللہ (۳) السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ۔ اب حکم یہ ہے کہ جوابِ سلام یا تو ویسا ہی دیا جائے جیسا کہ سلام کہنے والے نے کہا یا اس سے بہتر دیا جائے یعنی السلام علیکم کا جواب وعلیکم السلام ہے اور اس سے بہتر ہے کہ وعلیکم السلام ورحمت اللہ اور تیسرا جواب جو سب سے بہتر ہے وہ یہ ہے وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتُ۔ چونکہ تیسرے سلام میں پورے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس لئے جواب بھی وہی ہو گا کیونکہ یہی مکمل سلام اور اس کا مکمل جواب ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۸)

اَلْوَدُوْدُ

(اپنے بندوں سے محبت کرنے والا)

ودود مبالغہ نکرہ کا صیغہ ہے اس کا مادہ ''ود'' ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے حد محبت والی صفت ہے بہت زیادہ مہربانی، محبت، دوستی، مودت ومروت، ودود، دوست بھی ہوتا ہے اور بہت زیادہ محبت اور پیار کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ یہ ایسی صفتِ الٰہی ہے جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں کا دوست ہونا، ہمدرد ہونا اور ان کی بھلائی بہتری اور نعمتیں بخشنے والا ہونے کی مظہر ہے۔ اللہ کا اپنے بندوں کو چاہنے ان سے محبت وشفقت رحم وکرم کا معاملہ فرمانے اور اپنے نیک وصالح بندوں کو دوست رکھنے والا کے ہیں۔

الودود جس کے معنی کسی چیز سے محبت رکھنا اور اس کے ہونے کی خواہش کرنا یہ اللہ کی صفتِ محبت وشفقت ہے جو لوگ اللہ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں اس کی اطاعت وبندگی میں خلوصِ نیت سے لگے رہتے ہیں اس کے احکام وقوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنی خصوصی محبت وشفقت کا معاملہ فرماتا ہے اور ان کے درجات بلند فرماتا ہے اور روزِ آخرت میدانِ حشر میں وہ خصوصی مراعات یافتہ افراد ہوں گے، میدانِ حشر کی سختیوں سے آزاد ومطمئن ہوں گے کیونکہ انہوں نے دنیا کی عارضی زندگی اللہ کی اطاعت وبندگی میں گزاری ہوگی۔

Marfat.com

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

ترجمہ:۔تم اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ' بے شک میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔(ھود۔۹۰)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اپنی صفتِ رحمی وکریمی کی طرف توجہ دلا رہا ہے کہ اللہ جل جلالہ اپنے بندوں سے کس قدر محبت وشفقت فرماتا ہے کہ جب اُس کے بندے اُس کے حضور معافی مانگتے' اپنی غلطیوں اور خطاؤں پر اظہار ندامت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگزر فرما کر انہیں معاف کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت محبت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو سنگ دل ہے نہ ہی بے رحم اور نہ ہی وہ خالق اپنی مخلوق سے کسی طرح کی دشمنی رکھتا ہے۔ وہ تو کسی کو بھی نہ تو خواہ مخواہ سزا دیتا ہے نہ اپنے سرکشوں باغیوں کو حد سے گزر جانے اور زمین پر فساد پھیلانے کے باوجود وہ انہیں نہیں پکڑتا بلکہ پورا پورا موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادے کے اختیار کو کام میں لا کر اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے اظہارِ ندامت کرے' اس کی طرف پلٹ آئے اور توبہ استغفار کرلے۔ لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے اور پانی سر سے گزر جاتا ہے تب وہ بادل ناخواستہ سزا دیتا ہے اور اگر انسان خطا کر کے اپنے رب کی طرف پلٹ آئے اور اس سے رجوع کر کے معافی تلافی کرلے تو وہ خالق اپنی مخلوق سے اس قدر وبے پایاں محبت کرتا ہے کہ معافی مانگنے والے کو وہ اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ومحبت اپنے بندوں سے بے حد وحساب ہے اور جو محبت ہر ماں باپ کو اپنے بچے سے ہوتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کی ہوئی ہوتی ہے۔ ورنہ حقیقت میں اگر اللہ تعالیٰ انہیں یہ محبت عطا نہ کرتا تو ماں باپ سے بڑھ کر ان کا کوئی دشمن نہ ہوتا کیونکہ ان کی پرورش میں سب سے زیادہ تکالیف انہیں ہی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندوں سے ماں باپ سے کہیں بڑھ کر ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔اور وہ بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔عرش کا مالک ہے بڑا بزرگ و برتر ہے۔

(البروج۔۱۴۔۱۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ہستی ہی مالک و خالق ہے جس نے سب کچھ پیدا فرمایا ہے وہ اپنی تمام ہی مخلوقات سے بے حد محبت و شفقت فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت اور فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں سے خاص محبت کا معاملہ فرماتا ہے اس خالق و مالک کے دروازے ہر واپس آنے والے ہر پلٹ کر رجوع ہونے والے کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں، وہ مالک ہر توبہ تائب ہونے والے کو معاف فرما دیتا ہے چاہے اس کے گناہ و معصیت کتنے ہی سخت اور زیادہ کیوں نہ ہوں۔

صفتِ الٰہی ''ودود'' یعنی محبت کرنے والا کا تعلق اہلِ ایمان سے ہے جنہوں نے ہر چیز پر اپنے رب کی رضا کو ترجیح دی۔اللہ اپنے ان ہی بندوں کو ترقی و بلندی دیتا ہے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور خلوصِ نیت سے اس کی اطاعت و بندگی میں لگے رہتے ہیں۔

اللہ کریم جو عرش عظیم کا مالک ہے وہ ربِ ذوالجلال جب یہ اعلان عام فرما رہا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے تو انسان ذرا سوچے سمجھے تو سہی کہ اتنی بلند و برتر ہستی جو قادرِ مطلق ہے، جو جب چاہتا ہے وہ اسی وقت ہو جاتا ہے وہ ربِ ودود جب اپنی محبت کی نوید سنا رہا ہے تو وہ کیسی عظیم ترین محبت و شفقت ہوگی، وہ انسان کتنا خوش نصیب اور بلند اقبال ہوگا جسے ربِ کائنات کی وہ عظیم محبت نصیب ہوگی، اگر کسی انسان کی تمام زندگی دنیا میں مصیبت و آلام میں گزرے اس پر ہر قسم کا تشدد ہوتا رہا ہو اور آخرت میں اسے ربِ ودود اپنی محبت سے نوازے تو یہ بڑا ہی سستا اور آسان سودا ہوگا کیونکہ دنیا کی زندگی اور یہ تمام کی تمام دنیا تو عارضی اور مختصر وقت تک قائم رہنے والی ہے جبکہ آخرت کی زندگی تو دائمی زندگی ہوگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہوگی اور وہ زندگی تو ایسی ہوگی جس کو کسی بھی طرح کا زوال نہیں ہوگا، ہر کوئی جوانی بلکہ نوجوانی کی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۹)

اَلۡمَجِیۡدُ

(بزرگ' شریف)

اَلمجید: صیغہ صفتِ مشبہ معرفہ مجد مصدر ہے مجید کے معنی شریف' بزرگ' بڑے مرتبے والا' رفعت وعزت والا' خیر کثیر والا' رفیع الشان' سب سے بڑھ کر بزرگ' بے حد بہادر' بے حد دلاور' عظمت والا' یہ لفظ مجید صفاتِ محمودہ کے لئے استعمال ہوتا ہے بلکہ صفاتِ محمودہ کی انتہا کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے' قرآنِ حکیم میں یہ لفظ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ عظمت کے طور پر آیا ہے اور یہی لفظ قرآنِ حکیم کی عظمت کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بزرگی کی وجہ سے جو شان ہوتی ہے اسے بھی مجد کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ذوالعرش مجید بھی ہے یعنی عرش کا مالک اور بڑا بزرگ و برتر۔

اِنَّهٗ حَمِيۡدٌ مَّجِيۡدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہایت تعریف اور بڑی شان والا ہے۔ (ھود۔۷۳)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی تاکید وہدایت کی گئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کی بڑی شان وعظمت ہے جو ہر ہر چیز پر پوری طرح قادر اور حکمران ہے اللہ تبارک

Marfat.com

وتعالیٰ کے اختیارات بہت بہت وسیع تر ہیں، جن کا کسی بھی طرح اندازہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ انسان صرف ایک حد تک ہی ان حقائق کو دیکھ اور سمجھ سکتا ہے جو بہت ہی محدود اور مختصر ہیں۔ اللہ کی قدرت و حکمت کو انسان اپنے علم کے پیمانے پر ناپ ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ کی مشیت خود اللہ کے بنائے ہوئے قواعد و قوانین سے بھی آزاد ہے۔ اللہ پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں وہ جب چاہتا ہے، جو چاہتا ہے، جس طرح چاہتا ہے کر گزرتا ہے یہی اُس کا اختیار ہے۔

یہ بھی قطعی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ساری کائنات کو اپنے نافذ کردہ قواعد و قانون کے مطابق چلا رہا ہے جو قوانین نافذ کر دیئے سارا نظام اس کے مطابق کام کر رہا ہے، کسی میں کہیں بھی ذرا برابر فرق نہیں آتا، لیکن اس سب کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ جو خود تمام قوانین بنانے والا اور انہیں نافذ کرنے والا ہے وہ ان سب کا پابند نہیں ہے کیونکہ اُس کے بنائے ہوئے قوانین خود اُس کے لئے نہیں ہیں بلکہ اُس کی مخلوقات کے لئے ہیں اور وہ قوانین و قواعد اللہ کے حکم کے ہی تابع ہیں، اللہ ان کا تابع نہیں ہے، اس لئے جب وہ احکم الحاکمین چاہتا ہے ان میں تبدیلی کر سکتا ہے کیونکہ تمام قوانین الٰہیہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ارادے کا مظہر ہوتے ہیں اور اللہ جب جیسا چاہتا ہے، جو کچھ چاہتا ہے وہی قانونِ قدرت بن جاتا ہے۔ اصل قانون تو اللہ تعالیٰ کا بے قید ارادہ ہے۔

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱

ترجمہ:۔ق! بہت بڑی شان والے اس قرآن کی قسم ہے۔ (ق۔۱)

آیتِ کریمہ کا آغاز قسم سے کیا گیا ہے جو بڑا غیر معمولی ہے، اللہ اور قسم یقیناً معاملہ بڑا غیر معمولی ہے، آیت کا آغاز حرف ''ق'' سے کیا گیا ہے جو حرفِ مقطعات ہے اور قرآنِ مجید کا

Marfat.com

پہلا حرف بھی ''ق'' ہے اور قرآنِ حکیم بھی ایسے ہی حروف سے مرکب ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ اللہ جلِ شانہٗ نے کس بات پر قسم اٹھائی ہے' یہ قسم آغاز کلام میں ہے' اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کا آغاز قسم سے فرما رہا ہے' لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ پوری طرح بیدار ہو جائے اور سمجھ لے کہ معاملہ واقعی بڑا غیر معمولی ہے۔ یہ فقرہ بلاغت کا بہترین نمونہ ہے۔ جس میں ایک بہت بڑے مضمون کو چند مختصر الفاظ میں سمو دیا گیا ہے۔ قرآن کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے اسے بیان نہیں کیا گیا۔ انسان اگر ذرا غور کرے اور سورۂ مبارکہ کے مضمون پر غور کرے اور اس کے پس منظر کو نگاہ میں رکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ قسم کیوں کھائی گئی ہے۔

اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے سے کسی معقول بنیاد پر انکار نہیں کیا تھا' بلکہ وہ سراسر غیر معقول بنیاد پر مخالفت اور انکار کر رہے تھے کہ ان کی اپنی جنس کے' ان جیسا ایک انسان' اُن کی اپنی قوم کا فرد انہیں اللہ کی طرف سے خبردار کرنے والا بن کر آیا ہے جو ان کے نزدیک سخت تعجب اور حیرانگی اور ناقابلِ فہم بات تھی۔ ان کے خیال میں انہیں خبردار کرنے والا کوئی غیر یا اجنبی ہوتا۔ اس تشریح سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں قرآن کی قسم کس بات پر کھائی گئی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے رسول ہیں اور ان کی رسالت پر کفار کا تعجب بے جا و بیکار ہے اور قرآن کے مجید ہونے کو اس دعوے کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔

''مجید'' عربی زبان میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک بلند مرتبہ' باعظمت' بزرگ اور صاحبِ عزت و شرف اور دوسرے معنی کریم' کثیر العطاء' بہت نفع پہنچانے والا۔ قرآنِ کریم

Marfat.com

کے لئے یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ قرآنِ کریم اس لحاظ سے عظیم ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں نہیں لائی جا سکتی۔ یہ اپنی زبان و بیان اور ادب کے لحاظ سے بھی عظیم معجزہ ہے اور اپنی تعلیم و حکمت کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ جب یہ نازل ہوا اس وقت بھی اس پر اعتراض کرنے اور مخالفت و انکار کرنے والے اس کے مانند کلام بنا کر نہیں لا سکے' اور آج بھی ایسا کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ اس کی کوئی بھی بات کسی بھی زمانے میں غلط ثابت نہیں ہوئی' نہ کی جا سکی' نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کلامِ الٰہی ہے وہ اللہ جو ساری کائنات کا خالق مدبر' حکیم و دانا ہے۔

باطل نہ قرآنِ کریم کا کسی طرح مقابلہ کر سکتا ہے نہ اسے کسی طرح شکست دے سکتا ہے۔ قرآنِ مجید تو وہ کریم ہے کہ انسان جس قدر زیادہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ اسے اسی قدر رہنمائی دیتا ہے۔ جتنی زیادہ اس کی پیروی کرے یہ اتنی ہی زیادہ اسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اس کے فوائد اور منافع کی کوئی حد ہی نہیں ہے۔

اس کے فوائد بھی قدرتِ الٰہی کی مانند بے حد و حساب ہیں۔ قرآنِ کریم کی نفع بخشی کہیں ختم ہی نہیں ہوتی انسان اس سے جتنا نفع حاصل کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل و کرم سے اس سے کہیں بڑھا چڑھا کر نفع عطا فرماتا ہے۔ اس میں انسان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۰)

اَلۡوَارِثُ

(سب کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا)

الوارث: اسم فاعل واحد مذکر مجرد اس کا مادہ ''ورث'' ہے اس کے معنی مالک ہونے، ولی ہونے، مددگار، حامی، حمایتی، اختیار حاصل کرنے والے کے بھی ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے اور توصیفی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا سچا اور حقیقی مالک ہے ہر چیز کا وارثِ حقیقی صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے کیونکہ یہ کائنات اور اس کا ایک ایک ذرّہ اس مالک کون ومکاں کی طرف لوٹ جانے والا ہے۔ قرآنِ مجید میں ''وارث'' کئی معنوں اور حوالوں کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ وراثت کے معاملات میں کئی صورتوں میں استعمال ہوا ہے، پھر یوں بھی آیا ہے۔ نبیوں کے وارث، جنت کے وارث، امتوں کے وارث، زمین کے وارث، فردوس کے وارث، علم وحکمت کے وارث اور کتاب اللہ کے وارث کے طور پر بھی قرآنِ حکیم میں آیا ہے۔

وَاِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَنُمِیۡتُ وَنَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۲۳﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ زندگی اور موت ہم دیتے ہیں' اور ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں۔

(الحجر۔۲۳)

آیتِ کریمہ میں دوٹوک انداز اختیار کیا گیا ہے تاکہ انسان کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکے اور پوری توجہ اور دھیان سے یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور اپنی تمام بندگی واطاعت پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ ادا کرے۔ دنیا اور دنیا کا تمام مال' اسباب' عزت' رشتے' زمین' جائیداد' کاروبار یہاں تک کہ آل اولاد سب کے سب عارضی سہارے ہیں۔ یہ سب دنیاوی اسباب بھی اللہ کے ہی دیئے ہوئے ہیں' یہاں تک کہ زندگی کا یہ مختصر وقفۂ دنیا بھی نعمتِ الٰہی ہے اسے ہم کیسے گزاریں یہ اختیار صرف اس حد تک ہے کہ احکامِ الٰہی مان کر' تسلیم کر کے' ان پر عمل کر کے گزارے یا نافرمانی اور انحراف اور کفر کر کے گزاریں۔

موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب کا حقیقی اور اصل وارث ہے' موت کے بعد سب اٹھ کر ایک روز اس کے سامنے ہی جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص مہلت دے رکھی ہے' موت کے بعد سب کو اٹھنا ہے اور اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ جب سب کچھ ختم ہو جائے گا اور اللہ کے سوا کچھ باقی نہیں بچے گا تو صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی باقی رہے گی۔ جو کچھ دنیا میں ملا ہے وہ سب عارضی استعمال اور امتحان کے لئے ملا ہے' آخر کار اللہ کی دی ہوئی تمام چیزیں انسان یونہی چھوڑ کر خالی ہاتھ رخصت ہو جاتا ہے' یہ سب چیزیں جوں کی توں اللہ کے خزانے میں رہ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا' اس کی ایک ایک چیز کا' ایک ایک ذرّے تک کا مالک اور وارث ہے۔ اگر انسان یہ سمجھ لے تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کے پیچھے بھاگنے کے بجائے راہِ حق کی طرف بھاگنے لگے اور اللہ کی راہ لگ کر اپنی آخرت کے

Marfat.com

دائمی ٹھکانے کی طرف بڑھتا چلا جائے۔

وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ:۔ آخر کار ہم ہی وارث ہو کر رہے۔ (القصص۔ ۵۸)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں ربِ کائنات تنبیہ فرمارہا ہے بتا اور جتا رہا ہے کہ جو قومیں جو لوگ انعاماتِ الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتیں وہ اسی سبب ہلاک کردی گئیں، جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی اس کے فضل و کرم کی قدر نہیں کی اس پر شکر گزاری اور احسان مندی کے اظہار کے بجائے فخر کرنے اور اترانے لگے یہی ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا۔ آج بھی سینکڑوں مقاماتِ عبرت دیکھے جاسکتے ہیں جو اللہ نے محفوظ کردیے ہیں۔ جن کو اللہ نے بڑی عظمت اور نعمتوں سے نوازا تھا پھر وہ اپنی ناشکری کے باعث تباہ و برباد ہوگئے کوئی ان کے مکانوں اور دولت کا دنیا میں وارث نہیں بچا، تو اللہ قادرِ مطلق جو سب کا وارثِ حقیقی ہے وہی اُن کا وارث ہو کر رہا یہ سب اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے کہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں اور راہ حق کو نہ چھوڑیں اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اس کی شکر گزاری کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ بے حد و حساب نعمتیں انسان کو عطا کی ہیں انسان اس کی کس کس نعمت کو جھٹلا سکتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۱)

الشَّهِيدُ

(گواہ' شاہد)

الشہید: اس کا مادہ (ش ہ د) شھد ہے اس کے معنی گواہ' شاہد' نگران' اقرار کرنے والا' احوال کہنے والا' حق کی گواہی دینے والا' حاضر ہونا' موجود ہونا' امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ شہید شاہد کو بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سعیدؒ کہتے ہیں شہید ایسا جاننے والا کہ جو جانے وہ بیان کردے۔ (تاج العروس) علامہ ابوالسعادات مبارک ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے اسماء صفات میں شہید وہ ذات ہے کہ جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو اور شاہد کے معنی حاضر کے ہیں۔ اللہ قیامت میں اپنی خلق پر گواہ ہوگا۔ (النہایہ) اور شرع میں شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو یعنی مقتولین فی سبیل اللہ۔

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔ (النساء۔۳۳)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وہ ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔ یہ اعلانِ

Marfat.com

الٰہی اہلِ ایمان کو چوکنا اور ہوشیار رکھنے کے لئے ہے کہ انہیں ہردم یہ احساس رہے کہ ہمارے تمام اعمال وافعال اور اقوال کی ہر طرح اور ہر طرف سے اللہ تبارک وتعالیٰ خود پوری پوری نگرانی فرمارہا ہے۔ مسلمان کوئی بھی غلط یا خلافِ شرع قدم اٹھانے سے پہلے سوچ اور سمجھ لے کہ اس قدم کے نتائج کیا ہوں گے ایا اللہ راضی ہوگا یا وہ اُس کی ناراضگی اور خفگی مول لے رہا ہے۔

اہلِ عرب میں پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جن لوگوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ کے عہدو پیمان ہو جاتے تھے وہ ایک دوسرے کی میراث کے حق دار بن جاتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا بنالیتا یعنی گود لے لیتا تو وہ اپنے منہ بولے باپ کا وارث قرار پاتا تھا اور جیسا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں انصاری اور مہاجر کے درمیان اخوت کی صورت میں ہو تھا۔ اس میں وہ مہاجر جو انصاری کا بھائی بنایا گیا تھا۔ وہ اس انصاری کے وراثت میں شامل ہوتا تھا' لیکن وہ سب عارضی انتظام تھا۔ اس کے بعد اسلام نے ان تمام معاہدوں کو کالعدم کردیا اور وراثت کے اندر صرف حقیقی عامل قرابت ہی اصل قرابت ہے اس کے علاوہ اسلام نے ایسے تمام عہدو پیمان کی ممانعت بھی کردی جس سے حقیقی قرابت داروں کے حقوق پامال یا متاثر ہوسکتے ہوں۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ پھر تم اس کی طرف ہی لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ (التوبہ۔۹۴)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں ربّ کائنات کا ارشاد ہے کہ اے انسان تجھے سمجھ لینا چاہئے

Marfat.com

کہ تیرے رب سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے وہ خود ہر واسطے وسیلے کے بغیر اپنے تمام بندوں بلکہ تمام مخلوقاتِ الٰہی کی براہِ راست نگرانی کر رہا ہے، وہ بذاتِ خود تمام مناظرِ انسانیت اور کائنات کا مشاہدہ کر رہا ہے، اس لئے اُس سے کوئی چیز کوئی عمل و فعل کسی طرح پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

غیب کیا ہے؟ وہ انسانی ذرائع ادراک سے ماورا ہے، عالمِ شہادت وہ ہے جس کا انسان ادراک کر سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو قادرِ مطلق اور احکم الحاکمین بھی ہے، وہی عالم الغیب اور عالم شہادت بھی ہے۔ اسی سبب آیت کے اس حصے میں ارشاد ہوا ہے کہ ''وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔'' انسان اپنے اعمال کا خود شاہد اور گواہ ہوتا ہے لیکن اکثر انسانی اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی یادداشت سے نکل جاتے ہیں جنہیں وہ بھول جاتا ہے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا عالم الغیب ہے جو کبھی کوئی چیز کوئی بات نہیں بھولتا، اس پر سب عیاں ہے روزِ محشر حساب کتاب کے وقت وہ سب کچھ بتا دے گا بلکہ سب کا نامۂ اعمال جو لحہ لحہ، پل پل، ساتھ ساتھ تحریر ہو رہا ہے ہر ایک کے ہاتھ میں ہوگا۔ انسان کے بعض اسباب وعمل ایسے بھی ہیں جو خود صاحبِ عمل پر بھی عیاں نہیں ہوتے۔ لیکن ان کی نسبت اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ باخبر، باعلم ہوتا ہے اور اُن ہی علم واطلاع کے نتیجے میں تیار کردہ نامۂ اعمال کے ذریعے حساب کتاب عمل میں آئے گا جو نہایت سچا حساب کتاب ہوگا جو بڑی باریک بینی اور عرق ریزی سے لحہ بہ لحہ ہر ایک کا متواتر تیار ہو رہا ہے اور اسی کے مطابق تمام لوگوں کی جزا و سزا کا فیصلہ صادر کیا جائے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۲)

الوالی

(محبّ' مددگار)

الولی: صیغہ صفتِ معرف ہے اس کا مادہ "ول ی" ہے اور معنی اس کے دوست' مددگار' رشتہ دار' نگہبان' مالک محبّ' محبوب عزیز' حاکم اور محافظ کے ہیں' اس لفظ الولی کے لغوی معنی کسی کے قریب ہونے' غلبہ' اقتدار' حکومت وسطوت' محافظت اور سرپرستی کے بھی ہوتے ہیں۔ ولی کے ایک معنی سب سے زیادہ قریب کے بھی ہیں۔ قرآنِ حکیم میں یہ لفظ فاعل اور مفعول دونوں طرح سے استعمال ہوا ہے۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے اور اس کے بندوں کے لئے بھی آیا ہے۔

فَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعۡتَصِمُوۡا بِاللّٰہِ ؕ ہُوَ مَوۡلٰىکُمۡ ۚ فَنِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ پس تمہیں چاہئے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ سے مضبوطی سے وابستہ ہو جاؤ' وہی تمہارا ولی اور مالک ہے' پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا اچھا مددگار ہے۔ (الحج۔۷۸)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بتا رہا ہے کہ تم اپنی دنیا کی زندگی کس طرح بسر کرو کہ تمہاری آخرت کی دائمی زندگی بہتر ہو جائے' اللہ سے اپنا تعلقِ خاص پیدا کرو۔ نماز

Marfat.com

ایک فانی اور کمزور انسان کا رابطہ اُس ذاتِ عالی کے ساتھ استوار کرتی ہے جو بہت قوی ہے' مقتدر اور بڑی قوت والی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی اسلامی معاشرے' امتِ مسلمہ اور جماعتِ مسلمہ کے افراد کے درمیان صلۂ رحمی کے قیام کا ذریعہ ہے اور حاجات اور ضروریات میں جماعتِ مسلمہ کے افراد کی کفالت کا انتظام ہے تا کہ جماعت میں اخوت' بھائی چارے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں غربت کے خاتمے اور اس کی وجہ سے ہونے والے فساد کا خاتمہ ہو سکے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پر کامل یقین وبھروسہ وہ مضبوط رسی ہے جس کو کبھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہیے اور ہر حال اور حالت میں اللہ پر یقین کامل رہنا چاہیے' تمام آزمائشیں اور تمام راحتیں اللہ کی ہی طرف سے آتی ہیں۔

اسلامی نظامِ حیات کے پیش نظر اصل مقصد انسانیت کو اس کمال تک پہنچانا ہے جو اس زمین میں حاصل کرنا ممکن ہو۔ اسلام دنیا میں حیات یعنی زندگی کو جانوروں کی طرح گزارنے سے روکتا ہے کیونکہ انسان کو اللہ نے اپنی تمام مخلوقات میں ممتاز واشرف بنایا ہے۔ اس لئے اس کی معاشرتی زندگی کے ساتھ ساتھ اس کی قلبی' روحانی زندگی کی ترقی پر بھی زور دیتا ہے۔

اسلامی نظامِ حیات' انسانیت کی بلند اقدار' انسان کی مادی ضروریات' کو بھی پیش نظر رکھتا ہے لیکن انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو صرف مادی ضروریات تک محدود نہ رکھے' اپنی دنیا کی زندگی احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کی روشنی میں بسر کرے تو اللہ جو بڑا مہربان' مددگار' رحیم وکریم ہے اپنے نیک اور صالح بندوں کی ہر ہر طرح سے مدد فرماتا ہے اگر وہ نیکی کے لئے ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ کی راہ پر چلتے ہیں تو اللہ دس قدم اس کے قریب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا اچھا مالک' بہترین مددگار اور دوست بھی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۱۶﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، وہی جلاتا اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی حامی ہے اور نہ کوئی مددگار ہے۔ (التوبہ۔۱۱۶)

آیتِ کریمہ میں بہت وضاحت کے ساتھ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تمام جان و مال، زندگی اور موت بلکہ زمین و آسمان کیونکہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہیں اور وہی مالکِ کائنات سب کا حامی و ناصر بھی ہے۔ زمین و آسمانوں اور کائنات کے تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ان میں کسی طرح سے تصرف کر سکے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے اسے دوسرے رشتوں کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دینِ اسلام کو بہت آسان دین بنایا ہے۔ اس کے تمام احکام و قوانین اور ممنوعات کو واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے اور ماموارت کو بھی واضح طور پر بتا دیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کے بارے میں تو بتا دیا ہو اور کچھ کے بارے میں نہ بتایا ہو یا بھول گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا صاحبِ حکمت و دانائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری و بھلائی کے لئے جو کچھ بہتر جانا سب کچھ بتا دیا اور اگر کچھ نہیں بتایا تو وہ اس کی حکمت کا تقاضہ ہے۔ وہ خوب بہترین جاننے والا اور علم و حکمت والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کا خالق و مالک ہی نہیں بڑا دوست، مددگار اور مہربان بھی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۳)

اَلۡحَمِیۡدُ

(تعریف کیا ہوا' محمود)

حمید: حمد اس کا مادہ ہے اور حمد صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی مفعول محمود ہے۔ اللہ کی خاص صفات اور اسماء الحسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر تمام حمد و ستائش کا مستحق ہے۔ عربی زبان میں حمد کا مفہوم بہت وسیع اور گہرا ہے۔ کسی نہایت حسین' متناسب' نادر اور منفعت بخش شاہکار کو دیکھ کر جو جذباتِ لطیف انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں یعنی وہ جذبہ تحسین و تحریک جو بے ساختہ ابھرے ایسے ہی جذبات کے اظہار کو حمد کہا جاتا ہے اور حمد کا مطلب ہے تعریف کیا ہوا۔ امام راغب اصفہانیؒ کے مطابق حمد کے معنی تعریف و ثناء کے ہیں اور حمد مدح سے خاص ہے اور شکر سے عام ہے کیونکہ مدح اس تعریف کو کہتے ہیں جو اوصافِ اختیاری اور غیر اختیاری دونوں پر ہو کسی شخص کے حسن و جمال کی تعریف مدح ہے لیکن حمد اس تعریف کو کہیں گے جو اوصافِ اختیاری پر ہو اس کے سخاوت اور علم کی تعریف کو حمد کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ "حمد بہترین شکر ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے شکر کا حق ادا نہیں کیا"۔ ہر طرح کی حمد صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بہترین خوبیوں والا ہے۔(البقرۃ۔۲۶۷)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں دوٹوک انداز میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے اہلِ ایمان تمہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے، جو تمہارا پروردگار ہے۔ جس نے تمہیں پیدا ہی نہیں کیا' تمہاری ہر طرح سے مسلسل پرورش ونگہداشت بھی کر رہا ہے۔ اسے تم سے اپنے لیے کچھ نہیں چاہئے۔ نہ وہ تمہاری پیدائش سے لے کر تمہارے مرنے تک اور اس کے بعد بھی تمہاری پوری طرح نگہداشت کرنے کا تم سے نہ کوئی صلہ طلب کرتا ہے نہ ہی اور کچھ تم سے طلب کرتا ہے' وہ تو ہر چیز سے قطعی بے نیاز ہے اسے کوئی پروا نہیں کہ انسان اس کی اطاعت وبندگی کرتے ہیں' کریں' نہیں کرتے نہ کریں۔ کیونکہ اگر انسان اپنے پروردگار' اپنے رب کی' اطاعت وبندگی کرتا ہے تو خود وہ اپنی بھلائی اور فائدے کے لئے کرے گا۔ اگر اللہ کے احکام مانے گا' قوانینِ الٰہیہ کی پاسداری کرے گا تو اس کا نفع خود اسے ہی ملے گا' اللہ تو بے نیاز ہے اسے نہ کسی چیز کی ضرورت ہے نہ ہی انسانوں کی اطاعت وفرمانبرداری کی۔ جو لوگ فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ ان سے اس لئے خوش ہوتا ہے کہ وہ انسان خود اپنی فلاح کی راہ پر چل رہا ہے اللہ اس کے نیک اور صالحِ اعمال سے خوش ہو کر انعام میں جزا دیتا ہے اور اچھے اعمال پر اچھی جزا دیتا ہے۔

اہلِ ایمان نہ صرف اپنے اعمال وافعال سے اپنی اطاعت وفرنبرداری اور بندگی کا اظہار کرتا ہے' احکامِ الٰہی کے مطابق سرِ تسلیم خم کرتا ہے بلکہ وہ اپنا مال احکامِ الٰہی کے مطابق خرچ بھی کرتا ہے تاکہ اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر سکے۔ صدقات کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی آیت مبارکہ کے ابتدائی حصے میں تاکید فرمادی ہے کہ اپنے مال میں سے اچھے سے اچھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے یہ نہیں کہ اپنی بےکار ردی چیز جو قابلِ استعمال نہیں رہتی تو مجبوراً اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کھڑے ہو جاؤ۔ ایسی چیز جسے تمہیں کوئی دے تو تم لینا پسند نہ کرو تو پھر تم یہ کیسے سوچ اور سمجھ سکتے ہو کہ ایسی چیز اگر تم اللہ کی راہ میں دو گے تو تمہارے اس عمل سے اللہ خوش ہوگا۔ اس سے تو بہتر

Marfat.com

ہے کہ انسان ایسا بے کار صدقہ نہ کرے کیونکہ اس طرح تو اللہ کے غضب کو آواز دینے کی کوشش کرنا ہو جائے گا۔ حالانکہ سارا مال دولت تو اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے۔ اصل داتا تو وہی ہے وہ تو بطور عنایت و اعزاز اپنے بندوں کو ان کی فیاضی پر جزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کی صفت غنی بھی ہے، حمید بھی ہے وہ تو اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کی بارش برسانے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے کہ اس کے بندے اس سے مانگیں اور وہ دے۔ اُس کی راہ میں اچھے سے اچھا خرچ کریں تو وہ انہیں اس سے کہیں زیادہ اچھا لوٹائے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ جو خود بخل (کنجوسی) کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کرنے پر اکساتے ہیں، سنو! جو بھی منہ پھیرے اللہ بے نیاز اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ (الحدید۔۲۴)

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت فرما رہا ہے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص اللہ اور اس کے دین کے لئے خلوص، فرمانبرداری اور ایثارِ قربانی کا طریقہ اختیار نہیں کرتا اور اپنی کج روی پر قائم رہتا ہے اور بخل سے کام لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، تو اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ وہ تو خود سب سے بڑا غنی ہے، اس کی کوئی حاجت ایسے لوگوں سے اٹکی ہوئی نہیں بلکہ لوگوں کی حاجات اس سے اٹکی ہوئی ہیں وہ تو ستودۂ صفات ہے اس کے ہاں! اچھی صفات والے ہی مقبول ہو سکتے ہیں، بدکردار لوگ اس خالق و مالک کی جو خود غنی و حمید ہے نگاہِ التفات کے قطعی مستحق نہیں ہوتے۔

صدقات جو اللہ کی راہ میں دیئے جاتے ہیں وہ دراصل اسلامی معاشرے کو مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں اس سے جذبۂ اخوت اور ہم آہنگی ابھرتا ہے اور ایک دوسرے کی تکلیف اور آڑے وقت میں کام آنے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کی عملی تربیت ہوتی ہے، اس طرح مسلمان ایک دوسرے کے قریب تر ہوتے جاتے ہیں اور ایک مضبوط اسلامی معاشرت قائم ہو جاتی ہے اور غربت و افلاس ختم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۵۴)

الحقّ

(موجود، ثابت)

حق:۔ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں‘ اس کا استعمال چار طرح سے ہوتا ہے۔(۱) اس ذات کے لئے جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی وجہ سے کسی شے کی ایجاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے حق کہا گیا ہے۔ (۲) وہ چیز جو حکمت کے تقاضے کے مطابق ایجاد کی جائے‘ اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو حق کہا جاتا ہے کہ اس کے تمام فعل حق ہیں۔ (۳) کسی شے کے متعلق وہ اعتقاد رکھنا جو نفسِ الامر کے مطابق ہو۔ (۴) وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح اس کا ہونا ضروری ہے‘ اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور وقت میں ہونا اس کا واجب ہو۔ حق سے ذاتِ باری تعالیٰ مراد لی جاتی ہے ایسا اور حکم بھی جو حکمتِ الٰہی کے مطابق ہو‘ اس کے لئے بھی لفظ حق کا استعمال واجب و جائز ہوتا ہے۔

حق قرآنِ حکیم کی ایک جامع اصطلاح ہے جو بہت سے معنی و مفاہیم پر محیط ہے‘ اس کے بنیادی معنی ہیں کہ کسی چیز کا اس طرح موجود ہونا کہ اس کے واقع ہونے‘ ثابت ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہے کی گنجائش نہ ہو‘ جس طرح سورج اپنی دلیل آپ ہے۔ حق عدل و صداقت کے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔

Marfat.com

ثُمَّ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ‌ ؕ اَلَا لَـهُ الۡحُكۡمُ وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِيۡنَ‏ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔ پھر سب کے سب اپنے مالکِ حقیقی کے پاس واپس لائے جائیں گے، خبردار ہو جاؤ فیصلہ کے سارے اختیارات اللہ کے ہی ہیں، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (الانعام۔۶۲)

آیتِ کریمہ سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ایک دن سب کو مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور اپنی پوری زندگی کا حساب کتاب ہر ایک کو پیش کرنا ہے۔ انسان کی یہ سوچ کہ اللہ اس کا خالق و مالک ہے وہ اس سے ضرور حساب کرے گا، دنیا میں کیے گئے اعمال اور ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا تو اس کا یہ احساس اسے ایک لمحے کے لئے بھی اپنے آپ سے، اپنے قول و فعل سے غافل نہیں ہونے دیتا، اس سوچ و فکر کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ صرف اور صرف اللہ وحدہٗ کو اپنا حقیقی حاکم سمجھتے ہوئے اس کی اطاعت و بندگی میں ہی لگا رہتا ہے اسے راضی کرنے کے جتن کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کرۂ ارض پر بسر ہونے والی زندگی اسی حقیقی مالک کی دی ہوئی ہے اور اس نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ انسان اس عارضی اور مختصر زندگی کے ذریعے اپنی آخرت کی دائمی زندگی بسر کرنے کا خود اپنے اعمال کے ذریعے بندوبست کر لے کیونکہ دنیا میں اس کی پوری زندگی کا حساب تیار ہوتا ہے اور یہ حساب مرتب کرنے والے نگران جو ہر کسی کے ساتھ مقرر ہیں وہ کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتے، جو حق ہے وہی تحریر کرتے ہیں۔ پھر وہ آقا و مالک الملک جب چاہے گا اپنے پاس بلا لے گا اور حساب طلب کرے گا اور ہمارے اپنے اعمال کے مطابق فیصلہ صادر فرما دے گا کیونکہ وہ حاکم الحاکمین ہے ہر قسم کے فیصلے کے تمام اختیارات اسی کو حاصل ہیں وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے اور فیصلہ صرف وہی کر سکتا ہے وہ خود ہی حساب لیتا ہے اور خود ہی فیصلہ صادر کرتا ہے، وہ حق ہے وہ سچ ہے وہ فیصلہ نہایت عدل و انصاف کے مطابق کرتا ہے جو ہمارے نامۂ اعمال میں لکھا ہوگا، فیصلہ اسی کے مطابق ہوگا اس لئے انسان کو بہت سوچ سمجھ کر اس

Marfat.com

دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے کیونکہ اس سے ہی اس کی آخرت کی دائمی زندگی جڑی ہوئی ہے۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا حقیقی رب ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا سوائے گمراہی کے آخر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ (یونس۔۳۲)

یہ ایسا حق اور سچائی ہے جس کا اعتراف مشرک بھی کرتے ہیں۔ حق صرف ایک ہوتا ہے' حق میں تعداد ممکن نہیں، جو شخص حق سے آگے بڑھ گیا تو گویا وہ باطل کی حدود میں داخل ہو گیا اور گمراہ ہو گیا۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ جاتا ہے۔ رب تو حق ہے وہی معبودِ حقیقی ہے۔ جس کے بارے میں مشرک بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ہر چیز کا خالق و مالک اور مدبر وہی ہے' پھر اس معبود کو چھوڑ کر دوسروں کی اطاعت و بندگی کرنا سوائے گمراہی کے اور کیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی' آخر انسان کدھر پھرا جا رہا ہے۔ سچائی تو بالکل واضح ہے' سامنے نظر آ رہی ہے۔ قدرت الٰہیہ ایک ایک چیز میں صاف نظر آ رہی ہے کہ کون اس نظامِ ہستی کو چلا رہا ہے' وہ کون ہے جو سب کی یکساں پرورش و نگہداشت کر رہا ہے۔ یہ حق و سچ ایسا حق ہے جو ہر نیک و بد کو کھلا کھلا صاف صاف نظر آ رہا ہے۔ اللہ کی نیت اپنی مخلوقات کے بارے میں یہ ہے کہ جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں اور فطرت کی آواز پر کان نہیں دھرتے تو اللہ بھی انہیں چھوڑ دیتا ہے وہ حق نہیں پا سکتے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۵)

اَلۡمُبِیۡنُ

(ظاہر کرنے والا)

المبین: اسم فاعل واحد مذکر مرفوع ابافتہ مصدر باب افعال ظاہر' کھلا ہوا' ظاہر کرنے والا' مادہ بین ہے' جس کے معنی ظہور کے ہیں اس لیے مبین کے معنی ظاہر اور ظاہر کرنے والا بھی ہیں۔ کھول دینے والا کھلا ہوا' ظاہر۔

یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡہِمُ اللّٰہُ دِیۡنَہُمُ الۡحَقَّ وَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِیۡنُ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ اس دن (یومِ آخرت) اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے (اور وہی) ظاہر کرنے والا ہے۔ (النور۔۲۵)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت المبین یعنی ظاہر کرنے والا دوسری صفتِ الٰہی حق کے ساتھ آئی ہے جس کا مقصد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی حق و سچ کو ظاہر کرنے والی ہے۔ انسان اپنے عیب اور بداعمال وافعال کو لاکھ چھپائے لیکن وہ اس کے چھپائے سے چھپ نہیں سکتے کیونکہ اللہ پر تو سب ظاہر ہے اس سے تو کچھ پوشیدہ نہیں اور نہ کچھ بھی پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں کی پردہ پوشی اور انہیں خوب معاف کرنے والا ہے اگر انسان غلطی کرے اور پھر ایسی توبہ کرلے جو خلوصِ نیت اور سچے دل سے کی گئی ہو اور آئندہ غلطی دُھرانے کی قطعی نیت نہ ہو اور

Marfat.com

وہ کام جو احکامِ الٰہی قانونِ الٰہی کے خلاف ہو' چھوڑ دے تو اللہ غفور و رحیم ہے وہ معاف کرنے والا ہے لیکن اگر کوئی دنیا دکھاوے اور بدنیتی سے اللہ سے معافی مانگے اور وہی غلطی دھراتا رہے تو ایسے لوگوں کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ آخرت کے روز جب سب مخلوقِ الٰہی اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر اپنا نامۂ اعمال لئے اپنے فیصلے کی منتظر ہوگی تب اللہ ایسے لوگوں کو ضرور شرمندہ کرے گا اور یہ ان کی سزا بھی ہوگی۔ ان کا پورا پورا حساب کر دیا جائے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔

اسلام ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ اس کے لئے قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ ارشاداتِ الٰہی کے ذریعے لوگوں کو نیکی' بھلائی اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب کے ساتھ ساتھ انہیں خبر دی جارہی ہے کہ اگر وہ اپنی دنیا کی زندگی اعمالِ صالحہ کے ذریعے بسر کریں گے تو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی انعاماتِ الٰہی سے سرفراز کئے جائیں گے' اسی طرح جو لوگ احکامِ الٰہی کی اتباع کرنے کے بجائے ان سے انحراف اور کفر کی راہ اپناتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے اسلام صرف سخت سزاؤں پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ سب سے پہلے تو جرائم کے خاتمے کے لئے انسدادی اور امتناعی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ اسلام انسان کی فطری خواہشات کو نہ دباتا ہے نہ ہی ان کی بیخ کنی کرتا ہے بلکہ ان کی فطری خواہشات کے لئے ایک نہایت پاکیزہ اور خوشگوار ماحول فراہم کرتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۶)

القَوِیّ

(قوت وجلالت میں بہت بڑا)

قوی۔صفت مشبہ نکرہ واحد مرفوع اقویا کے معنی طاقتور کے ہیں۔یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جلالی صفت ہے اللہ جل جلالہٗ کی اس صفتِ عظیم سے اس کے رعب دبدبہ' تیزی' سختی' تندی' غصہ اور جلالتِ عظیم کا اظہار ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ قوی ہے' وہ بڑا زورآور' طاقتور' قوت والا' غصے والا' زبردست اختیارات والا' قوت وحشمت والا' بااختیار' بڑا قہار' وہ کسی کے سامنے بےبس نہیں سب اس کے سامنے بےبس ومجبور ہیں۔اللہ القوی زبردست قوت وحکمت والا ہے۔ وہ ہروقت ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ جب چاہے' جیسا چاہے' جو چاہے اور جس طرح چاہے کرسکتا ہے۔کوئی اسے رُد کنے اور منع کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کے کاموں میں اس کی مدد کرنے والا ہے۔اسے تو کسی کی ضرورت ہی نہیں ہے سب کو اس کی ہی ضرورت ہے وہ ہر طرف ہر طرح کا غلبہ اور تسلط رکھتا ہے۔اس کی قوت وطاقت غیر متزلزل اور لازوال ہے وہ ہمیشہ سے بڑا زورآور اور زبردست ہے۔

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵

Marfat.com

ترجمہ:۔ یہ اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ اللہ جان لے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ (الحدید۔۲۵)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتا ہے' آیتِ کریمہ میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے ہی اختیار فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے' نہ ہی وہ کوئی کمزور ہستی ہے کہ وہ اپنی طاقت وقوت سے کام نہیں کرسکتا چونکہ انسان کی آزمائش کرنا ہے تاکہ وہ اس آزمائش سے گزر کر اپنی ترقی وفلاح کی راہ پر آگے بڑھ سکے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی قوی اور برتر قادرِ مطلق ہے وہ جب چاہے اپنے ایک اشارے سے تمام کافروں کو مغلوب کردے اور اپنے رسولوں کو ان پر غلبہ وتسلط عطا فرمادے تو پھر اس میں ایمان لانے والوں اور رسولوں کا کیا کمال ہوگا جس کی بنا پر وہ انعاماتِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ اس لئے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کام یعنی اللہ پر بغیر اللہ کو دیکھے اس کے رسولوں کے کہنے کے مطابق ایمان لانے کو انعام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو اپنی غالب قدرت سے بھی انجام دے سکتا ہے لیکن جو طریقۂ کار اختیار فرمایا گیا ہے اس کا ہی ذکر آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنے رسولوں کو بینات وکتاب اور میزان دے کر انسانوں کے درمیان مبعوث کردیا۔ ان کو اس بات پر مامور فرمادیا کہ وہ لوگوں کے سامنے عدل کا راستہ پیش کریں اور ظلم وستم' بے انصافی' جور زبردستی سے باز آجانے کی لوگوں کو دعوت دیں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس امر کا پورا اختیار دے دیا کہ ان میں سے جو چاہے رسولوں کی دعوت قبول کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ دعوتِ حق قبول کرنے والوں کو پکارا جارہا ہے کہ آؤ' اس عدل کے نظام کو قائم کرنے میں میرا اور میرے رسولوں کا

Marfat.com

ساتھ دو اور ان لوگوں کے مقابلے میں جان توڑ جدوجہد کرو جو ظلم و جور کے نظام کو باقی رکھنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس طرح اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسانوں میں سے کون ہے جو انصاف کی بات کو رد کرتا ہے اور کون انصاف کے مقابلے میں بے انصافی کو قائم رکھنے کے لئے جان لڑاتا ہے اور کون انصاف کی بات قبول کر کے اس کی حمایت کی خاطر جدوجہد کرتا ہے اور کون ان دیکھے اللہ کی خاطر دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے اور جان تک کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتا جو لوگ اس امتحانِ الٰہی میں کامیاب ہوں گے ان کے لئے اللہ آخرت کی ترقیوں کے دروازے کھول دے گا۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے۔ جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ (الشوریٰ۔١٩)

آیتِ کریمہ میں کئی صفاتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے۔ لطیف جس کے معنی مہربان جو نہایت باریک بینی سے ہم پر مہربانی فرماتا ہے، دوسری صفت یرزق یعنی رزق دینے والا آئی ہے اس کے بعد القوی کی صفت آئی ہے جس کے معنی بڑی قوت و اقتدار کے ہیں اس کے ساتھ ہی العزیز کی صفتِ الٰہی کا ذکر ہوا ہے جس کے معنی بلند تر رتبے والا، عظمت والا کے ہیں آیتِ کریمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کی بھرپور عکاس ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو اپنے بندوں سے بڑی ہی محبت و شفقت کا معاملہ اور تعلق رکھتا ہے۔ وہ بڑی ہی باریک بینی سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی اور حقیر ترین ضروریات تک پر پوری نگاہ رکھتا ہے اور انہیں پورا بھی کرتا ہے ایسی ایسی ضروریات جن تک انسانی آنکھ نہیں پہنچ سکتی وہ انہیں بھی پورا کرتا ہے اور یہ تمام

Marfat.com

ضروریاتِ انسانی اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح غیر محسوس طریقے سے پوری فرماتا ہے کہ انسان کو محسوس تک نہیں ہوتا کہ کب اس کی کونسی ضرورت پوری کردی گئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو ربّ العالمین ہے اپنا یہ خصوصی تعلق ومعاملہ کسی خاص گروہ‘ کسی خاص ملت وامت کی ساتھ نہیں فرماتا بلکہ یہ مہربانی‘ یہ لطف وکرم اس کا ہر کسی کے لئے عام ہے چاہے وہ احکامِ الٰہی کو مانتا ہو‘ اہلِ ایمان ہو‘ یا نہ مانتا ہو اور کفر کرتا ہو سب پر اللہ کا لطفِ عام ہے۔

لطف عام کا یہ قطعی تقاضہ نہیں ہے کہ اللہ اپنے سب بندوں کے ساتھ یکساں معاملہ فرمائے اور سب کو سب کچھ یکساں دیا جائے۔ گو کہ اللہ اپنے بے پناہ وبے حد وحساب خزانوں سے سب کو مسلسل عطا فرمارہا ہے مگر اس عطا وبخشش میں یکسانیت نہیں ہے کسی کو کوئی چیز کم اور کسی کو زیادہ عطا فرمائی‘ کسی کو کچھ دیا‘ تو کسی کو کچھ اور اللہ چونکہ علیم وبصیر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اس کے کس بندے کی کیا ضرورت ہے جو اس کی بھلائی‘ بہتری اور فلاح کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ اپنے خزانوں سے وہی کچھ عطا فرماتا ہے جو اس کے بندوں کے لئے بہترین ہوتا ہے کیونکہ وہی ذات مسبب الاسباب ہے اور اس کی مہربانی بخشش وعطا کا یہ سارا نظام اس کے اپنے زور پر چل رہا ہے۔ اس کے معاملات میں کسی کو کوئی دخل ہے نہ کوئی ایسا کرسکتا ہے۔ اللہ قادر مطلق اور بڑا زبردست حکمران ہے۔ سب کچھ اُس کے اختیار وقوت کا ہی مرہون منت ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۷)

اَلۡمَتِیۡنُ

(قوی)

متین:۔ متانہ سے صیغہ مشبہ مفرد ہے۔ اس کے معنی محکم، مستقل، مضبوط، سنجیدہ، پختہ، درست، مہذب، آراستہ، مضبوط پشت والا، قوی، متین، اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ عظیم ہے جس کے معنی، اللہ بے حد مضبوط اور قوی ہے، وہ ایسا مضبوط وقوی ہے جسے کوئی ہلا نہیں سکتا، اس کی مضبوطی اور استحکام بے پناہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام نظام جن کے تحت کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے اپنے کاموں میں لگا ہوا ہے، [illegible] اللہ کے خاص تدبر اور منصوبہ بندی کے مظہر ہیں اور تدابیر حق کے تحت چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر ہر چیز سے قطعی بے نیاز ہے وہ تو ایسا خالق ومالک ہے جس نے سب کچھ پیدا ہی نہیں کیا بلکہ ان کی پرورش اور رزق کا بھی پورا پورا اہتمام وبندوبست فرما دیا ہے۔ نظام در نظام یہ سارے نظام بڑی ہی مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں اور کام کر رہے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ۝

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تو خود سب کو روزی دینے والا ہے اور بڑی قوت اور توانائی والا ہے۔

(الذریت۔ ۵۸)

آیتِ کریمہ میں تین صفاتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رزاق ہے یعنی رزق فراہم کرنے والا

Marfat.com

ہے دوسری صفتِ الٰہی القوۃ یعنی اللہ بڑی قوت وطاقت والا ہے اور پھر المتین کہا گیا یعنی بڑا ہی زبردست ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا روزی رساں اور رزق فراہم کرنے والا ہے جو زبردست قوت رکھتا ہے۔ قرآنِ کریم انسان کو تعلیم دے رہا ہے' اس کے احساسات اور تصورات کو تقویت دے رہا ہے کہ رزق کا غم نہ کرو رزق کی ذمہ داری تو تمہارے قوی تر رب نے لے رکھی ہے جبکہ خود وہ کسی قسم کے رزق کا قطعی محتاج نہیں ہے۔ اس کے باوجود اپنے بندوں کے لئے اور دیگر تمام مخلوقات کے لئے رزق کا وہی ذمہ دار ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم ایک مومن اور اہلِ ایمان کو تعلیم دے رہا ہے کہ اس کے اندر حصولِ رزق کا داعیہ اتنا اہم نہیں جتنا کہ اللہ کی بندگی واطاعت کا داعیہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو زبردست قوت کا مالک ہے اسے رزق کی فراہمی سے کوئی بھی کسی بھی طرح نہیں روک سکتا' اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ پوری دیانت اور تن دہی سے اللہ کی اطاعت وبندگی کرتا رہے اور قرآنی تعلیمات کے سائے میں اپنی زندگی بسر کرے۔ کیونکہ نتائج کا ظہور اللہ کے اختیار میں ہے۔

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ:۔ اور ان کو مہلت دیتا ہوں' بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

[illegible]

آیتِ کریمہ پر اگر غور وفکر کیا جائے تو ایک زبردست حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں اور نافرمانوں کو پوری پوری مہلت دیتا ہے لیکن انہیں یونہی نہیں چھوڑ دیتا۔ جب وہ ظالموں نافرمانوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ سے پھر کوئی بچ نہیں سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنی مشیت' اپنا طریقہ وسنت کا اظہار کر رہا ہے کہ جو لوگ اس کے کلام اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ یہ مال ودولت' اولاد اور مرتبہ جس پر وہ ناز کرتے' اتراتے ہیں یہی نعمتیں ان کے لیے باعث عذاب وسزا ہوں گی۔ دراصل انہیں خود چل کر عذاب کے منہ میں پہنچنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ دراصل یہ تو ایک چیلنج ہے اللہ کی طرف سے نافرمان ظالموں کے لئے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۸)

اَلۡغَنِیُّ

(بے نیاز)

غنی:۔غناء سے صفت مشبہ واحد مذکر ہے۔اس کے معنی غیر محتاج' بے نیاز' قانع' مالدار'امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ غنا کے تین معنی ہیں (۱) بالکل محتاج اور ضرورت مند نہ ہونا (۲) کم ضرورت مند ہونا' قانع ہونا' یہ صفت ہر قانع کے لئے ہے۔(۳) مالدار ہونا (المفردات) اس کے معنی امیر اور متمول کے بھی ہوتے ہیں۔لیکن صفتِ الٰہی کے طور پر اس لفظ کے معنی بے نیاز' بے پروا کے ہیں۔اللہ الغنی کو کسی سے کوئی احتیاج یعنی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ساری کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس خالق و مالک کا ہر ہر طرح محتاج ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی سب سے ہر طرح سے بے نیاز ہے اُسے کسی کی کوئی حاجت یا غرض نہیں سب کو اُس سے غرض اور محتاجی ہے۔قرآنِ حکیم میں یہ صفتِ الٰہی' غنی سترہ مقامات پر آئی ہے۔

قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ صَدَقَۃٍ یَّتۡبَعُہَاۤ اَذًی ؕ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیۡمٌ ﴿۲۶۳﴾

ترجمہ:۔نرم بات (میٹھا بول) کہنا اور ذرا سی چشم پوشی اس صدقہ (خیرات) سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی (دکھ) ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔(البقرۃ۔۲۶۳)

اسلام اپنے ماننے والوں کے دل و دماغ میں یہ حقیقت بٹھاتا ہے کہ سارا مال و دولت دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔جو رزق و دولت اہلِ ثروت کے پاس ہے' وہ صرف اس کے محافظ و امین ہیں

Marfat.com

اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ دولت و ثروت کے تمام اسباب اللہ تعالیٰ کے ہی پیدا کردہ ہیں اور ان تمام اسباب میں سے کوئی بھی انسان کے دائرہ قدرت میں نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے گندم کے ایک دانے سے لے کر زمین، ہوا، پانی اور تمام دوسری اشیاء چاہے وہ کپڑے کا ایک ریشہ ہو یا کوئی بھی چیز سب کی سب اللہ کے دائرہ قدرت واختیار میں ہیں اور سب کا خالق و مالک اللہ ہی ہے۔ انسان اللہ کا نائب ہونے کے ناطے سے اگر کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز کو اُس کے نمائندے کے بطور خرچ کرتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بڑی ہی شفقت و محبت فرماتا ہے وہ ان کی بھلائی، بہتری کے دروازے کھولتا ہی چلا جاتا ہے اور اپنی بے پناہ مہربانی کے ذرائع مہیا کرتا رہتا ہے۔ اس تصور کے مطابق اگر کوئی اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا مالک الملک ہے جو اپنے اوپر زیادہ دیر قرضہ نہیں رکھتا وہ اس کو کئی گنا بڑھا کر لوٹا دیتا ہے اور آخرت کا اجر و ثواب کا منافع الگ دیتا ہے۔ (گو کہ یہ آیت صفتِ حلیم کے ذیل میں آ چکی ہے)

اسلام ایک شائستہ تہذیب ہے یہ دینِ اسلام اخوت بھائی چارے، محبت و شفقت کا مذہب ہے، آیتِ کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ کے ذریعے اہلِ ایمان کو آگاہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ کو تمہارے ایسے صدقے کی کوئی ضرورت نہیں جس کو دے کر تم صدقہ لینے والے کو اذیت دو، بے عزتی کر دیا سخت سست کہہ کر اس کی دل آزاری کرو۔ اس سے تو بہتر ہے کہ مال دینے کے بجائے ایک میٹھا بول بول کر اسے رخصت کر دو اور اگر اس کی کوئی بات ناگوار بھی گزرے تو اس سے چشم پوشی کرو یہ عمل اس خیرات و صدقہ سے کہیں بہتر ہوگا جس کے پیچھے دکھ و اذیت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی بڑی بے نیاز، بڑی بے پرواہ ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں کہ تم اللہ کے دیئے ہوئے مال سے صدقہ کرو یا نہ کرو۔ صدقہ دینے والے کی صدقہ لینے والے یا سائل پر کوئی برتری نہیں اس لئے کہ صدقہ کر کے انسان اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی صفت بے نیاز اور بردباری ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کو سب کچھ دیتا ہے' وہ صدقہ دینے والے کی ایسی عطا سے مستغنی ہے کہ جس کے بعد وہ نادار کو اذیت دیتا ہو۔ اللہ چونکہ بردبار ہے اس لئے وہ سزا دینے میں قطعی عجلت سے کام نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ نے اخذ و عطا کے ایسے آداب مقرر فرما دیئے ہیں جو انسانی دل و دماغ میں یہ تصور راسخ کرتے ہیں کہ کوئی دینے والا شیخی نہ بھگارے' دکھاوا نہ کرے اور نہ کوئی لینے والا احساس کمتری کا شکار ہو اور جو ان عہدوں کی پابندی کرتے ہیں اللہ اُن کو اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے اور یقیناً اللہ ہی ہے بے نیاز تعریفوں والا۔ (الحج۔۶۴)

وہی غنی ہے یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ایسی ہے جو کسی کی محتاج نہیں' غنی سے مراد یہ ہے کہ اللہ جس کی یہ صفتِ غنی ہے وہ ہر ہر چیز کا مالک ہے اور وہ ہر ہر چیز سے بے نیاز اور مستغنی' وہ کسی کی مدد کا کسی طرح محتاج نہیں ہے اور حمید ہے کا مقصد ہے کہ وہ آپ سے آپ محمود ہے' کوئی اس کی حمد (شکر و تعریف) کرے یا نہ کرے' حمد کا استحقاق اسی کا ہے' دونوں صفاتِ الٰہی کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ محض غنی تو وہ بھی ہو سکتا ہے جو اپنی دولت سے کسی کو نفع نہ پہنچائے۔ اس صورت میں وہ غنی تو ہو گا مگر حمید نہیں ہو گا' حمید اس صورت میں ہو گا جب وہ کسی سے خود تو کوئی فائدہ نہ اٹھائے مگر اپنی دولت' اپنے خزانے سے دوسروں کو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ دونوں ہی صفتِ کامل ہیں اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ صرف غنی ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایسا غنی ہے جس کو ہر تعریف اور شکر کا استحقاق بھی حاصل ہے وہ تمام کائنات کی موجودات کی حاجتیں پوری کرتا ہے اس کی ذات تمام کمالات و اختیارات کا منبع ہے۔ سب اس کی مخلوق ہیں اور اس کے ہی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں وہ ہر حال میں ہر طرح کی تعریف و شکر کا مستحق ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۵۹)

المالک

(حکمران)

مالک:۔اسم فاعل مذکر منصوب مضاف' سارے جہانوں کا حکمران' ہر ہر ذرّے پر قدرت اور قابو رکھنے والا' سب کا بادشاہ وحکمران جس کے ہاتھ میں مستقل امرونہی کی طاقت ہے۔ ملک وہ چیز ہے جس کو مکمل تصرف کا اختیار ہو' قابو' طاقت' کائنات کی ہر شے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی حکمرانی وبادشاہی ہے۔ وہی ہر ہر شے کا بلاشرکتِ غیرے مالک ہے وہی تمام تر قوت والا' اقتدار وغلبے اور اختیار والا ہے۔تمام مخلوقات اور مظاہرِ فطرت اللہ کی قوت واقتدار اور اختیار کے مظہر ہیں۔ کائنات کی تمام اشیاء اللہ المالک کے قوانین کے مطابق متحرک اور روبہ عمل ہیں اسی مالک الملک کے چلائے سے یہ نظام چل رہا ہے۔ وہ مالک سدا سے ہے اور سدا رہے گا۔اس مالک کے علاوہ سب کچھ جو اس کی اپنی تخلیق ہے فنا ہو جانے والی ہے یہ سب عارضی اور مختصر مدت کا انتظام واہتمام ہے اس دنیا کے زمین وآسمانوں اور کائناتِ عالم کے فنا ہو جانے' مٹ جانے کے بعد وہ مالک الملک وہ خالقِ حقیقی ایک بار پھر سب کو دوبارہ زندہ کرنے بلکہ ازسرنو پیدا کرنے کی بھرپور قوت وصلاحیت بھی رکھتا ہے۔ بس

Marfat.com

وہی ہستی دائم وقائم رہنے والی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔(العمران۔۲۶)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے پناہ قوت وطاقت کا اظہار ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا ہی اختیار ہے کہ وہ شاہ کو گدا کردے اور گدا کو شاہ بنادے' تمام اختیارات کا مالک وہی ہے' تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی اور بھلائی دینے والا نہیں ہے۔ جس طرح بھلائی کا خالق وہ ہے ایسے ہی تمام شر کا خالق بھی وہی ہے لیکن یہاں ذکر خیر کا کیا گیا ہے' شر کا نہیں' اس لئے کہ خیر اللہ کا فضل خاص ہے بخلاف شر کے' شر انسان کے اپنے عمل کا بدلہ ہے' جو اسے پہنچتا ہے' شر بھی اللہ کی قضاء وقدر کا حصہ ہے۔ جو خیر کو متضمن ہے' اس اعتبار سے اس کے تمام افعال خیر ہیں۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔بدلے کے دن (یعنی قیامت) کا مالک ہے۔(الفاتحہ۔۴)

اس مختصر اور عارضی دنیا کی زندگی کے بعد ایک بالکل نئی اور دائمی زندگی آنے والی ہے۔

اس دن کا مالک وہی ذاتِ عالی ہے جس کے ایک حکم سے یہ کائنات عالمِ وجود میں آئی ہے' اُسی کے ایک حکم سے یہ سب کچھ لپیٹ دیا جائے گا' سب کچھ فنا ہو جائے گا' سب کچھ ختم

Marfat.com

ہو جائے گا' سوائے خود اُس مالک الملک کے جس کے حکم سے قیامت برپا ہوگی۔

گو کہ دنیا میں مکافاتِ عمل کا سلسلہ کسی حد تک جاری رہتا ہے مگر اس کا اصل ظہور تو روزِ آخرت ہی ہوگا' جب اس دن کا مالک اللہ جبار و قہار تمام اگلی پچھلی نسلوں کو جمع کر کے ان کے کارنامہ زندگی کا حساب لے گا اور ہر انسان کو اس کے اچھے و برے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا ملے گی کیونکہ وہ مالک الملک بہت بڑا اور بااختیار منصف ہے اور آخری فیصلے کے روز وہی پورے جلال کے ساتھ اقتدار کا مالک' میزان عدل کا مالک' اپنے فیصلے صادر فرمائے گا' اس کی سزاؤں میں کوئی مزاحم نہیں ہو سکے گا اور نہ جزا میں کوئی مانع ہوگا' اُس روز ہر قسم کے تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہیں۔ اُس روز اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے سوال فرمائے گا ''آج کس کی بادشاہی ہے؟'' پھر خود ہی جواب فرمائے گا۔ صرف ''اللہ الواحد القھار کی'' صرف ایک غالب اللہ کی۔ اس دن سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ دن جزا کا دن ہوگا' تمام لوگوں کے انجام کی بھلائی اور برائی اس بااختیار مالک کے اختیار میں ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۶۰)

اَلشَّدِیْدُ

(سخت مستحکم)

شدید:۔ شدۃ کے بروزن فعل صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی سخت زورآور، مضبوط، بہادر، قوی، بارعب۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ صفت، جلالی صفت ہے جس سے اللہ کی قوت و برتری کا اظہار ہوتا ہے اللہ کی پکڑ بڑی ہی مضبوط اور شدید ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس کا رحم وکرم اور فضل بھی شدید یعنی بہت ہی زیادہ ہے جس طرح اللہ کا رحم وکرم شدید ہے ایسے ہی اس کا عذاب بھی شدید ہے اللہ صاحبِ اختیار واقتدار ہے وہ جو چاہے، جب چاہے اور جس طرح چاہے سب کام کرسکتا ہے کوئی کام اُس کی پہنچ سے باہر نہیں ہے۔ زیادہ تر یہ صفت شدید عذاب کے ساتھ آئی ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

ترجمہ:۔ خبردار ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا بھی ہے۔ (المائدہ۔ ۹۸)

دینِ اسلام انسانی فطرت اور اس کے میلانات اور خواہشات کے عین مطابق ہے۔ انسانوں کی تمام ضروریات کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اسلامی شریعت، انسانی فطرت کے عین مطابق، ہے۔ شریعت کی تشکیل اور انسان کی فطرت میں مکمل ہم آہنگی ہے۔ انسان جب دین کے بارے میں

Marfat.com

یکسو ہو جاتا ہے اور غور وفکر کرتا ہے تو اسے جمال و کمالِ الٰہی نظر آنے لگتا ہے پھر وہ اللہ کی محبت میں راہِ حق پر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ جو بڑا ہی رحیم و کریم ہے' بڑا ہی فضل کرنے والا ہے' اس کے ساتھ ساتھ وہ سزا و عذاب بھی دینے والا ہے' جس طرح اس کی نعمتیں' انعامات بے پناہ' بے شمار ہیں اسی طرح اس کے عذاب و سزا بھی بے پناہ ہوتی ہیں۔ انسان جب یہ سمجھ لیتا ہے تو وہ راہِ حق پر اپنا ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے کیونکہ اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے تمام اعمال کی ذمہ داری اس کے اپنے ہی کاندھوں پر ہے۔ راہ راست پر ہو' تب اور گمراہی پر ہو' تب وہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے گو اللہ تعالیٰ بڑی رحمت و شفقت فرمانے والا ہے لیکن جب انسان سرکشی اختیار کرتا ہے اور اطاعت و بندگی سے انحراف کرتا ہے تو پھر اللہ کی پکڑ بھی شدید ہوتی ہے پھر کوئی اللہ کی سزا سے اسے بچا نہیں سکتا اللہ شدید عذاب دینے والا بھی ہے۔

وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔ کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ سخت قوت والا ہے۔ (الرعد۔۱۳)

لفظ محال کے معنی قوت' مواخذہ اور تدبیر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا' نہایت ہی مواخذہ کرنے والا اور تدبیر کرنے والا ہے۔ آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ کفار ایسے ہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شبہات کا اظہار کرتے ہیں' بحث و مباحثے کرتے ہیں حالانکہ اللہ کی قدرت کے مظاہر بلکہ زبردست مظاہر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں' بادلوں کا گرجنا' بجلی کا چمکنا' بادلوں کی گڑگڑاہٹ' بارش کا برسنا' طوفانی ہواؤں کا چلنا یہ سب کی سب اللہ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں اور کائنات کے تمام مناظر اللہ کی ہدایت' اللہ کی تسبیح و تہلیل دلیل ناطق ہیں۔ اللہ واحد کی ہستی حق ہے' اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب باطل ہے' فانی ہے ختم ہو جانے والا ہے' فنا ہونے والا ہے۔ صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو ہی بقا ہے۔ دائمی بقا' اس کی پکڑ بڑی ہی سخت اور شدید ہے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۱)

القَادِرُ

(قدرت والا)

القادر۔قدرۃ سے اسم فاعل معرفہ مذکر' قادر' قدیر' تقدیر ان سب کا مادہ قدر ہے۔قادر کے معنی ہیں قدرت والا' اختیار رکھنے والا' طاقت رکھنے والا' غالب' مختار یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم صفت ہے۔اس کائناتِ عالم میں اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی قوانین نافذ فرمائے ہیں وہ سب کے سب اللہ کی قدرت اور اُس کی طاقت کے مظہر ہیں اللہ جو قادرِ مطلق ہے اس کو اپنے تمام قوانین پر پورا اختیار ہے بلکہ اسے نافذ کرنے اور ان پر عمل درآمد کرانے کی بھی ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے' اللہ تعالیٰ ہر قسم کی' ہر طرح کی پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔تمام مخلوقاتِ الٰہی جو کچھ کرتی ہے' کہتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو پورا کنٹرول واختیار حاصل ہے۔وہ ایسی قدرت والا قادر ہے کہ اس کی مرضی ومنشاء کے بغیر ایک پتہ بھی حرکت نہیں کرسکتا۔ہر کسی کی موت وزندگی' سب پر' اُس کو ہی اختیار وقدرت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ کے مقرر یا مقدر کردہ قوانینِ الٰہی میں کبھی کوئی نقص یا کمی بیشی نہیں ہوتی انہی قوانینِ الٰہی کے تحت ساری کائنات کا نظام' ساری مخلوقات کے تمام نظام متحرک اور روبہ عمل ہیں۔ اللہ کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق ظلم وکفر کا نتیجہ تباہی وبربادی ہے جبکہ عدل' حق' احسان کا نتیجہ زندگی کی راحتیں ہی راحتیں ہیں۔

Marfat.com

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝

ترجمہ:۔یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔(الطارق۔۸)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خالقیت کی صفتِ کمال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو وجود میں لایا ہے بلکہ تمام ہی مخلوقاتِ الٰہی کو اس نے اپنی قدرت سے وجود بخشا ہے اور جس جس طرح وہ پروردگار اپنی مخلوقات کی پرورش ونگہبانی فرمارہا ہے کیا یہ کم حیرت انگیز ہے؟ انسان صرف اپنی ہی تخلیق وپیدائش کے عمل کو سمجھ لے تو اسے مزید کچھ سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔جو خالق پہلی بار بغیر کسی نمونے' کسی تمثیل کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اسے اپنی کسی بھی تخلیق کو دوبارہ پیدا کرنے میں کونسی دشواری یا دقت ہوسکتی ہے۔یقیناً وہ موت کے بعد پلٹا کر پھر وجود میں لاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بدولت ہی انسان دنیا میں زندہ موجود ہے۔اللہ کی پہلی تدبیر زندگی اور قدرت اسی کی منصوبہ بندی تدبر وحکمت کی آئینہ دار ہے۔اس میں بڑی ہی حکیمانہ تدبیر ومنصوبہ بندی موجود ہے۔ایسے منصوبہ ساز وقدرت والے کے لئے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ دوبارہ پیدا نہ کر سکے یقیناً اللہ بڑا ہی قادر ہے' بڑا ہی حکمت ودانائی والا ہے۔وہی قادرِ مطلق ہستی ہے۔اس کے لئے کچھ ناممکن نہیں سب ممکن ہی ممکن ہے وہ تو ایسا قادرِ کمال ہے کہ وہ صرف کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ سارا کام مع اپنے نظامِ نگہداشت وحیات کے ہوجاتا ہے۔

أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۝

ترجمہ:۔کیا (اللہ تعالیٰ) اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے والوں کو پھر سے زندہ کردے؟ (القیمۃ۔۴۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ ایمان بندوں کو ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو خبردار فرمارہا ہے بلکہ یہ تو حیات بعد الموت کے امکان کی دلیل ہے۔جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو یہ مانتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا آغاز نطفے سے ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے پورا انسان بنا

Marfat.com

دیتا ہے۔ اس سارے عمل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت ہی کارفرما رہتی ہے انسان کو جب اللہ تعالیٰ پانی کے ایک حقیر قطرے سے پیدا فرما سکتا ہے تو پھر اسی انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کے لئے صرف زندہ ہی تو کرنا پڑے گا' جس پر وہ پوری طرح قادر ہے۔ وہ ایسا یقیناً کر سکتا ہے اور ایسا اس لئے بھی کرے گا کہ وہ انسانوں سے ان کے اعمال' اقوال وافعال کا جو انہوں نے دنیا کی امتحان گاہ میں انجام دیئے ہوں گے کا پورا پورا حساب کتاب لے گا تاکہ انہیں ان کے دائمی ٹھکانوں تک پہنچایا جا سکے اور وہ دائمی گھر انہیں یعنی ہر انسان کو اس کے اعمالِ صالح اور اعمالِ بد کے صلے میں ہی دیئے جائیں گے۔ نیک اور صالح اعمال والوں کے ٹھکانے راحت وآرام اور آسائش سے پُر ہوں گے جبکہ بداعمال' کفر' شرک و منافقت کرنے والوں کے ٹھکانے آگ وخون پیپ سے لیس ٹھکانے ہوں گے جہاں وہ اپنے اعمال کی سزا یا صلہ پائیں گے۔

دنیا کی زندگی دراصل زندگی نہیں یہ آزمائش اور امتحانی وقفہ ہے تاکہ انسان اپنی پسند اور ملنے والے اختیار کے ذریعے اپنی اصل زندگی جو دائمی اور حقیقی ہوگی کا فیصلہ خود اپنے آپ' اپنے اعمال اپنی آزمائش کے ذریعے کر سکے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۲)

المُقتَدِرُ

(بااقتدار)

مقتدر: اسم فاعل واحد مذکر مجرور اقتدار یہ لفظ القادر کا ہم معنی ہے' ہر طرح کی قدرت والا' ہر قسم کے اقتدار و اختیار والا' بے پناہ قدرت والا' بے حد و حساب اختیارات اور قدرت والا' ہر کام کا آغاز کرنے والا' قدرت ظاہر کرنے والا' قابو پانے والا' طاقتور' قوی' زور آور' معزز' زبردست زور آور' مختارِ مطلق۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کائنات کے ذرّے ذرّے پر اختیار و اقتدار کی مظہر صفتِ الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب اختیارات و قدرت والی صفتِ الٰہی ہے۔

فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔ سچی عزت کی بیٹھک (جگہ) ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔ (القمر۔۵۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ اہلِ ایمان حضرات کو خوش خبری سنا رہا ہے کہ جو لوگ دنیا کی مختصر زندگی کو احکامِ الٰہی' قوانینِ الٰہی کی روشنی میں بسر کریں گے اور اپنا ہر لمحہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کی مرضی و منشاء کے مطابق عمل کرتے ہوئے' گزاریں گے تو انہیں خوش خبری سنائی جا رہی ہے کہ وہ احکم الحاکمین جسے ہر قسم کی قدرت حاصل ہے' وہ جو چاہے کر سکتا ہے' کوئی اسے عاجز کرنے روکنے والا نہیں ہے۔ اسے جو شرف و منزلت' عزت و احترام حاصل ہے وہ اہلِ ایمان کو آگاہ کر رہا ہے کہ تم اگر ایمان پر

Marfat.com

جمے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں اور سنت پر عمل پیرا رہے تو تمہاری جگہ میرے پاس ہے جہاں جنت کی تمام نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام ہی نظام بڑے مستحکم، مربوط اور مضبوط ہیں اُس کا ایک نظام یہ بھی ہے کہ کسی ایک دل میں دو ڈر جمع نہیں فرماتا۔ یعنی جو لوگ اپنی دنیا کی زندگی اللہ سے ڈرتے خوف زدہ ہوتے ہوئے گزاریں گے تو وہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں مطمئن و مسرور ہوں گے جبکہ قیامت کی ہولناکی سے اہلِ ایمان کے سوا تمام لوگ خوف سے لرز رہے ہوں گے پسینے میں شرابور ہوں گے ایسے شدید اور سخت وقت میں اہلِ ایمان امن و سکون کے ساتھ ساتھ عزت و تکریم بھی پائیں گے۔

اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ یا جو کچھ ان سے وعدہ کیا ہے، وہ تجھے دکھا دیں ہم ان پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

(الزخرف۔۴۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی حق ہے اس کے تمام وعدے سچ ہیں اس میں ذرّہ برابر کسی کو کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جو صاحبِ اقتدار ہے وہی ساری کائنات کا مالک و مختار اور خالق ہے اُسے یہ قدرت حاصل ہے کہ جو چاہے وہ کر گزرے جب وہ مالکِ حقیقی وعدہ کر رہا ہے تو اسے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ وہ اسے ضرور پورا کر سکے، اسے کوئی روکنے، ٹوکنے والا نہیں ہے وہی ہر چیز پر مکمل اختیار اور اقتدار رکھنے والا ہے۔ ہر معاملہ اللہ کی قدرت و مشیت کے اختیار میں ہے وہی ذاتِ عالی اقتدار و اختیار رکھتی ہے کہ ناہونی کو ہونی کر دے۔ اللہ جس چیز سے لوگوں کو ڈرا رہا ہے وہ اگر انسانوں کو نظر نہیں آ رہی یا محسوس نہیں ہو رہی تو یہ قدرت اس مالک و خالق کی ہے کہ وہ اس انہونی کو کر دکھائے، وہ ایسا صاحبِ اقتدار و اختیار ہے کہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے اپنی نعمتوں، رحمتوں سے نواز دے وہ ہر طرح کی قدرت کا مالک ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۳)

اَلۡقَاہِرُ

(غالب)

القاہر: اسم فاعل واحد مذکر قہر مصدر ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے تحریر کیا ہے قہر کے معنی غالب ہونا اور ذلیل کرنا ان دونوں معنوں کا مجموعہ "القاہر" ہے اول معنی غالب ہیں۔ قاہر دراصل اس غالب کو کہتے ہیں جس کے مقابلے میں اس کا حریف ذلیل ہو۔ دوسروں کو پست کرنے والا۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب و برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔ (الانعام۔۱۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام کائنات پر غالب ہے اور کائنات کا ایک ایک ذرّہ اس کا مطیع ہے۔ وہ اپنے ہر کام میں حکمت ودانائی سے کام لیتا ہے وہ ہر ہر چیز سے پوری طرح ہروقت باخبر رہتا ہے۔ تمام گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں بڑے سے بڑا جابر حکمران اس کے سامنے بے بس ومجبور ہے۔ اہلِ ایمان کو یہ یقین کر لینے کی ہدایت کی گئی ہے کہ تمام نقصانات اور نفع کا اختیار صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کو اپنے بندوں پر مکمل قابو حاصل ہے یعنی پورا کنٹرول ہے اس کے فیصلے کے بعد کوئی فیصلہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے حکم اور فیصلے کو کوئی روک یا رد کرسکتا ہے جس انسان کے

Marfat.com

دل میں اللہ کا ڈر و خوف بیٹھ جائے وہ اللہ کی اطاعت و بندگی کو اپنی پوری زندگی بسر کرنے کا طریقہ بنا لے اور سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت و طاقت والا ہے جو بڑی حکمت و دانائی کے ساتھ اس کا نظام ہستی چلا رہا ہے۔ اس کی پرورش و نگہداشت کر رہا ہے۔ وہی قادرِ مطلق، ہر قسم کی عبادات کا مستحق ہے۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ:۔ اور وہی (اللہ) اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے، اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں، اور وہ (اپنا فرض ادا کرنے میں) ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ (انعام۔۶۱)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات اہلِ ایمان سے خصوصاً اور تمام اہلِ انسانیت سے عموماً ارشاد فرما رہا ہے، وہ صاحبِ قوت و اقتدار بادشاہ جس کی رعایا، تمام کائنات ہے اور جسے اپنی تمام رعایا پر مکمل اختیار اور قابو ہے وہی ذاتِ عالی، حقیقی حاکم، بادشاہ اور حقیقی قوت والا صاحبِ اقتدار ہے۔ تمام کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کا مطیع و غلام ہے سب طرف اسی کا قبضہ و اقتدار ہے۔ جب مخلوقاتِ الٰہی میں انسان جسے سب سے ممتاز اور اشرف مقام عطا فرمایا گیا ہے، وہ اللہ کی قوت و اقتدار کو سمجھ لیتا ہے، اس کی بے پناہ بے حد و حساب اختیارات و قوت کا اسے ادراک ہو جاتا ہے تو اللہ کی حاکمیت اس پر حاوی ہو جاتی ہے اور اسے بندگی، اطاعت اور غلامیِ رب کا حقیقی ادراک ہو جاتا ہے۔

آیتِ کریمہ میں ارشاد ہے کہ تم یعنی انسان، تمام انسان، براہِ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہیں، اُس نے ہر انسان کے ساتھ دو محافظ فرشتے دائیں بائیں لگا رکھے ہیں جو ہر وقت اس کی نگرانی کر رہے ہیں اور اس کے تمام نیک و بد اعمال کو لکھتے جا رہے ہیں یعنی اس کا نامۂ اعمال لحہ لحہ پل پل

Marfat.com

لکھا جارہا ہے۔ قرآنِ حکیم کی متعدد آیات کے ذریعے اللہ نے اس تصور کو پختہ و مستحکم کیا ہے کہ انسان براہِ راست اللہ کی نگرانی میں ہے تا کہ انسان اپنا ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھائے اور کسی غلط سمت قدم بڑھانے سے پہلے سمجھ لے کہ وہ کیا کرنے جارہا ہے کہ وہ جہنم کی آگ کی طرف بڑھ رہا ہے یا جنت کے باغوں اور نعمتوں کی طرف چل رہا ہے۔

اللہ اپنی نگرانی کے احساس کو انسانوں میں مزید مستحکم و پختہ کرنے کے لئے آیتِ مبارکہ میں مزید ارشاد فرمارہا ہے کہ جب کسی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوجاتا ہے اور اس کا مقرر وقت آجاتا ہے۔ کیونکہ انسان کے سانسوں کی تعداد جو اللہ جلِ شانہٗ نے مقرر فرمادی ہیں اس سے وہ ایک سانس کم نہ زیادہ لے سکتا ہے۔ وقت پورا ہوتے ہی اللہ کے چاق وچوبند فرشتے اپنا کام سرانجام دینے پہنچ جاتے ہیں اور یہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں ان کا تمام نظام نہایت محفوظ ہے وہ اللہ کے فیصلے کے مطابق انسان کو پوری طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ اللہ انسان کو یہی احساس وادراک دلانا چاہتا ہے کہ کسی بھی لمحے اس کا وقت پورا ہوسکتا ہے۔ جس سے وہ قطعی بے خبر ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔ یہ سب غافل انسانوں کو بیدار کرنے اور انہیں جھنجھوڑنے کے لئے کیا گیا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۴)

اَلۡکَافِیُ

(حاجت روا)

کافی: اس کا مادہ ''کاف'' ہے یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اس کے معنی بس، پورا حاجت روا، ایسا کام پورا کرنے والا جس کے بعد کسی دوسرے کی ضرورت نہ رہے، اس کا استعمال واحد تثنیہ اور جمع تینوں حالتوں میں ہوتا ہے۔ (تاج وقاموس) کفی واحد مذکر غائب، امام راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں کہ کفایہ اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت پوری کرے کفی، کافی، کفایہ سب کے معنی ایسی ضرورت پوری کرنے والے کے ہیں جس کے بعد کوئی حاجت نہ رہے۔ (لغات القرآن)

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ

ترجمہ:۔ کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے......؟ (الزمر۔۳۶)

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دینِ اسلام کے ذریعے راہِ راست اور حق کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک سچا مومن صرف اللہ پر اعتماد و یقین رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہی اصل اور حقیقی قوت سمجھتا ہے اور اللہ کے سوا تمام حقیر اور کمزور قوتوں کو خاطر میں نہیں لاتا ہر قسم کی دیگر قوتوں کے شرک سے قطع تعلق کرلیتا ہے۔ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی ہر ضرورت، ہر طلب کے لئے، ہر خواہش کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ ثابت قدمی سے صراط مستقیم پر چلتا چلا جاتا ہے۔ جب اس کے دل میں صرف

Marfat.com

ایک اللہ کا خوف بیٹھ جاتا ہے تو پھر سارے ڈر خوف جو دنیا کے جباروں متکبروں کے ہوتے ہیں اس سے نکل جاتے ہیں۔ مخالفینِ الٰہی اہل حق کو اپنے کمزور اور ناتواں معبودوں کے غیظ و غضب سے ڈراتے ہیں جو خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ کیسے کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام فرو تر قوتوں سے قوی تر ہے پھر اللہ تعالیٰ جو اپنے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے ہر داعی کا حامی ہے وہ اپنی راہ پر چلنے والے ہر فرد کی حفاظت فرماتا ہے۔ اللہ کی مشیت ہی ہر طرف غالب رہتی ہے۔ وہ اپنے اہلِ ایمان بندوں کے لئے ہر طرح ہر صورت کافی ہے اُس کے سوا اہلِ ایمان کو کسی اور کی کسی بھی طرح کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اللہ ہی سب کو کافی ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳

ترجمہ: اللہ پر توکل کرو اللہ ہی وکیل ہونے کے لئے کافی ہے۔ (الاحزاب۔۳)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ ایمان کو نصیحت فرما رہا ہے کہ کفار و منافقین کیا اگر ساری دنیا تمہاری مخالفت کرے تب بھی تمہارے لئے ان کی مکاریوں سازشوں کی نہ کوئی حیثیت ہے نہ حقیقت ہے۔ اے اہلِ ایمان تم اپنا معاملہ اپنے رب پر چھوڑ دو وہی تمہارا محافظ و نگہبان ہے اور وہی سب سے پوری طرح باخبر رہنے والا ہے۔ اللہ بڑی مہارت حکمت و دانائی سے تصرف کرنے والا ہے۔ اہلِ ایمان کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے۔ اپنی حدود و قیود سے باہر کے معاملات اللہ پر چھوڑ دیتا ہے اور اپنی حد پر رک جاتا ہے۔ حدود اللہ کو پھلانگنے کی کوشش نہیں کرتا وہ پورے یقین و اطمینان کے ساتھ اللہ کی طرف سے عائد ذمہ داری کو احسن طریقوں پر ادا کرتا ہے پورے اخلاص و دیانت سے مصروف رہتا ہے اور پورے یقین کے ساتھ اپنی بندگی و اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ اپنے مالک و خالق اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اللہ انہیں بے فکر کر دیتا ہے کیونکہ جب اللہ ان کا وکیل ہے تو پھر ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی ہی کافی ہوتی ہے کسی کی بھی انہیں کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۵)

اَلشَّاکِرُ

(قدردان)

شاکر: شکر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اس کے معنی قدردان' حق ماننے والے کے ہیں' امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ انہوں نے عبادات ادا کی ہیں ان پر انہیں انعام' جزا دینا مراد ہوتا ہے۔ شکر پانچ قاعدوں پر مبنی ہے اول شاکر کی مشکور کے لئے' فروتنی' دوسرے اس سے محبت کرنا' تیسرے اس کی نعمت کا معترف ہونا' چوتھے اس نعمت کی بنا پر اس کی ثنا کرنا' پانچویں اس نعمت کو ایسی جگہ استعمال کرنا جہاں وہ پسند کرے۔ یہ پانچ باتیں شکر کی اساس ہیں ان پر ہی شکر کی بنیاد ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی کم یعنی معدوم ہو تو شکر کے قواعد سے ایک کم ہوگا جو کچھ تم عمل کرتے ہو اسے تم اللہ تعالیٰ کے شکر کے لئے کرو' شکر کی کئی قسمیں ہیں شکر قلبی' شکر لسانی اور شکر جمیع اعضاء و جوارح۔

وَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ

ترجمہ:۔ اور جو شخص بھی اپنی خوشی سے بھلائی کا کام کرے گا' اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔ (البقرۃ۔۱۵۸)

Marfat.com

آیتِ کریمہ میں ایسے تمام اہلِ ایمان افراد کو نوید سنائی گئی ہے جو اللہ کی راہ میں نیکی کے کام کرتے ہیں۔ ایسے تمام کاموں سے اللہ راضی ہوتا ہے' انہیں پسند فرماتا ہے۔ دراصل اہلِ ایمان کو نیک اور صالح عمل کی ترغیب کے لئے ان کی بھلائی و فلاح کے لئے اللہ تعالیٰ تمام نیک اعمال اور کاموں کو پسندیدہ قرار دے کر اہلِ ایمان کو نیکی کی طرف مائل فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے اسے انسانوں کی سوچوں تک کی پوری طرح خبر رہتی ہے' وہ ان کی نیتوں سے بھی باخبر رہتا ہے۔ وہ تو ہر قلب کی ہر ہر دھڑکن کا مالک و مختار ہے۔ اللہ ہر بھلائی و نیکی کے کام سے راضی ہوتا ہے اس پر اپنے بندوں کو اجر عطا فرماتا ہے' ثواب سے نوازتا ہے۔

لفظ شاکر صرف ایک خاص مفہوم کے لئے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ کے خاص سایہ عاطفت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ یہ لفظ رضائے الٰہی کا مکمل عکس و پرتو ہے۔ کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ اپنے نیک و صالح بندے کے نیک اعمال کی قدر کرتا ہے تو پھر بندے کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں پورے خلوص سے سجدہ شکر بجالائے' اس کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر مہربانی اور نعمت کا شکر در شکر ادا کرتا رہے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم کے ذریعے اپنے بندوں کی رہنمائی فرماتا ہے' انسانی شعور و احساس کو جگاتا ہے اسے حسن و تازگی عطا کرتا ہے۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ:۔ اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر گزاری کرتے رہو اور ایمان پر قائم رہو' اللہ تو بہت قدر کرنے والا اور پورا علم رکھنے والا ہے۔ (النسا۔۱۴۷)

بندوں کا شکر گزار بننے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد ان کی بھلائی ہے اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی شکر گزاری کے ذریعے اصلاح فرماتا ہے جب اہلِ ایمان کو ایمان اور شکرِ الٰہی محبوب ہو تو اللہ ان کو ان کے نیک اعمال کا بہت اچھا اور بہت زیادہ صلہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تمام خفیہ باتوں تک سے واقف ہے۔ اللہ تو اپنے بندوں سے بڑا ہی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی

Marfat.com

بڑی قدر کرتا ہے اگر انسان اپنے رب کا شکر گزار بنا رہے اور راہِ حق پر چلے تو اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو عذاب دے۔ اللہ تو کفر و نافرمانی پر سزا دیتا ہے۔ یہ ایسی ترغیب ہے جو لوگوں کو ایمان اور شکر پر آمادہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر طرح سے طاقت و قوت والا ہے وہ کبھی بھی اپنے بندوں کو بلا جواز و خطا صرف اپنی طاقت کے اظہار کے طور پر قطعی سزا یا عذاب نہیں دیتا وہ تو بڑا ہی رحیم و کریم رب ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بلند مرتبہ ہے۔

شکر گزار کا مطلب ہے اللہ کے حکم کے مطابق ہر قسم کی برائیوں سے اجتناب کرنا اور عملِ صالح کا اہتمام کرنا۔ اس طرح گویا انسان اللہ کی نعمتوں کا عملی شکر ادا کرتا ہے۔ اور ایمان یہ ہے کہ بندہ اللہ کی توحید و ربوبیت پر اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پختہ ایمان رکھے اور اس پر جما رہے۔ جو دل سے ایمان لائے گا وہ جان و دل سے اس کے مطابق ہی عمل کرے گا۔ یقیناً اللہ بہترین اجر دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے وعدے ہیں جس میں کسی طرح کی نہ کمی ہوگی نہ تبدیلی ہی ہوگی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۶)

اَلۡمُسۡتَعَانُ

(وہ ہستی جس سے مدد مانگی جائے)

المستعان: اسم مفعول واحد مذکر ہے استعانہ اس کا مصدر ہے' بابِ استفعال۔ وہ جس سے مدد مانگی جائے۔ مدد دینا' مدد مانگنا' تعاون اور باہم مدد کرنا' وہ جوذاتِ انسانی کو اعتدال عطا کرتا ہے۔

فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ وَاللّٰہُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ پس صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔

(یوسف۔۱۸)

گو کہ قرآنِ حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ یوسف علیہ السلام اس وقت بچے تھے ان کے بھائیوں نے انہیں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جنگل میں لے جا کر ایک ویران کنوئیں میں پھینک دیا اور والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے آ کر انہوں نے روتے ہوئے کہا یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا اور خون میں لت پت قمیص لا کر والد کو دکھا دی۔ انہوں نے قمیص کو دیکھا تو کہیں سے پھٹی ہوئی نہیں تھی انہوں نے سوچا کہ اگر بھیڑیا یوسفؑ کو کھاتا تو قمیص بھی پھٹتی جبکہ قمیص ثابت ہے تو انہوں نے فرمایا یہ واقعہ اس طرح پیش نہیں آیا جیسا کہ تم بتا رہے ہو تم نے اپنے دل سے بات بنائی ہے۔ تاہم جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے اس لئے

Marfat.com

میرے پاس سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں اور اللہ سے مدد کے علاوہ کوئی سہارا نہیں ہے۔

یہ ایسا سنگدلانہ معاملہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا چونکہ وہ اللہ کے نبی تھے ہو سکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے انہیں وحی آ گئی ہو اور صبر کی تلقین کی گئی ہو۔ دراصل قرآنِ حکیم کسی ایک خاص واقعہ کو اس لئے پیش کرتا ہے کہ اہلِ ایمان اس سے عبرت حاصل کریں اور راہِ راست پر جمے رہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کی راہ نہ لگیں قرآن حکیم چونکہ قیامت تک کے لئے کارآمد ہے اس لئے اس واقعہ میں صبر کی جو تلقین کی گئی ہے وہ سب کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے کیونکہ ایسے واقعات تو آج بھی رونما ہوتے رہتے ہیں کہ آپس میں بھائی ایک دوسرے سے حسد میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز نہیں آتے' ہوس اور لالچ میں آ کر حسد کا شکار ہو کر اپنے بے ہودہ جذبات میں پھنس کر خود اپنے عزیزوں اور بھائیوں کے دشمن بن جاتے ہیں۔ جس طرح قرآنِ حکیم میں اس واقعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے وہ عبرت انگیز اور بڑا ہی نصیحت آموز بھی ہے کہ جن برادران یوسفؑ نے انہیں قتل کرنے کی نیت سے کنوئیں میں گرا دیا تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ذلیل کیا کہ وہ مجبور ہو کر اُسی بھائی کے در پے بھیک مانگنے پہنچنے پر مجبور ہو گئے۔ اس لئے بہتر ہے کہ انسان حسد میں مبتلا ہو کر اپنی عاقبت خراب کرنے کی جگہ صبر واستقامت کا دامن تھام لے اور اللہ کی رضا میں راضی رہے تو ہر قسم کی ذلت ورسوائی سے بچا رہے گا اور اپنے عزیز رشتہ داروں سے تعلق بھی خوشگوار اور مضبوط رہیں گے۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ:۔ خود نبی نے کہا' اے رب! انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے' ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ (الانبیاء۔۱۱۲)

انسان ان امورِ الٰہی سے بے خبر و غافل ہوتا ہے جو پردہ غیب کے پیچھے ہوتے ہیں اور کبھی انسان دنیا کے ساز و سامان میں الجھ کر غافل ہو جاتا ہے اور امورِ الٰہی کی طرف توجہ نہیں کرتا کبھی عدم علم کی

Marfat.com

وجہ سے بھٹک جاتا ہے اسی لئے اللہ ان کی اصلاح و بہتری کے لئے انبیاء و پیغمبر بھیجتا ہے تا کہ ان تک پیغامِ حق پہنچ جائے لیکن لوگ نبی کی بات تسلیم نہیں کرتے اور کفر پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ نبی کی تکذیب کرتے ہیں انہیں جھٹلاتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر جب لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور مذاق کیا تو انہوں نے آیتِ کریمہ کے مضمون کو دہرایا جسے اللہ نے رہتی دنیا تک کے لئے قرآن حکیم کا جز بنا دیا تا کہ اہلِ ایمان انتہائی مشکل حالتوں میں بھی صبر و تحمل سے کام لیں، مخالفین سے لڑنے جھگڑنے کے بجائے اپنے رب سے رجوع کریں اور امت کے لوگ ہر ایسے موقع پر مدد صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مانگیں جو بڑا رحمٰن و رحیم اور کرم کرنے والا ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے بڑی شفقت کا معاملہ فرماتا ہے، اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا تھا اور صبر و تحمل، برداشت کا مکمل عملی نمونہ بھی۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۷)

اَلۡفَاطِرُ

(عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا)

فاطر: اسم فاعل واحد مذکر' فطر مصدر ہے' عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا' نیست سے ہست کرنے والا' اہلِ تفاسیر نے اس کا ترجمہ ''مُبدِءٌ'' کیا ہے جس کے معنی ہیں بغیر کسی مثال ونظیر کے عدم محض سے عالمِ وجود میں لانے والا۔ لغت میں فطر کے معنی پھاڑنا ہے (قاموس وصحاح) اللہ تعالیٰ نے بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ کر وجود بخشا ہے' اس لئے کائنات کو فاطر کہا جاتا ہے' مخلوقات کو پہلی مرتبہ از خود پیدا کرنے والا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ (فاطر۔۱)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں اللہ جلِ شانہٗ کی حمد وثنا کے بعد اس کی صفتِ تخلیق اور اختراع کا شکر ادا کیا گیا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہر قسم کی قدرت وقوت والا ہے اس کے

Marfat.com

کمالات واختیارات بے پناہ و بے حد و حساب ہیں۔ ہر قسم کے تمام اختیارات اسی ذاتِ عالی کو حاصل ہیں، باقی جہاں کہیں بھی جو خوبی و کمال پایا جاتا ہے وہ اُسی کی عطا و دین ہے اس لئے تمام تر حقیقی تعریف حمد و ثنا کی مستحق بھی صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ہستی ہے۔ تمام کمال وایجادات واختراع اُسی ذات عالی سے شروع ہو کر اُسی پر ختم ہوتے ہیں۔ وہی جس کو چاہے اپنی کمالی صفت سے نوازتا ہے۔

فاطر کے معنی مخترع کے ہیں یعنی پہلے پہل ایجاد کرنے والا یہ اشارہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صفت کی طرف ہے کہ اس نے پہلے پہل بغیر کسی نمونے کے آسمان اور زمین کو بنایا' ایسے ہی انسان کو اور دیگر تمام مخلوقات کو پہلے سے موجود کسی نمونے کے بغیر پیدا کیا یا یوں کہیں کہ انہیں پہلے پہل ایجاد کیا' کسی چیز کو بغیر پہلے نمونے کے عدم محض سے موجود کرنے کو فطر کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظیم ہستی وہ ہے جس نے زمین وآسمان کو نیست سے ہست کیا۔ اللہ کی حکمت وعلم اور قدرت کا کیسے اندازہ کیا جاسکتا ہے اتنی عظیم ترین کائنات کو یوں بنا دینا کہ لاکھوں برس گزرنے کے باوجود وہ اپنے مقرر کردہ نظام کے تحت قائم ہے اور پوری طرح کام میں مصروف ہے۔ ان گنت سال گزرنے کے باوجود اس میں نہ کوئی بوسیدگی کے آثار ہی ظاہر ہوئے نہ کوئی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کمال کا اور مکمل ایجادات کا خالق ہے' تمام دنیاوی چیزوں کی ایجاد بھی اُسی خالقِ اعظم کی مرہون منت ہیں۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ (الشوریٰ۔۱۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت وحکمت ہی سے یہ زمین وآسمان پیدا ہوئے اس کا سارا نظامِ

Marfat.com

گردش ونظامِ حیات اور اس کی بلندیاں و پستیاں اس کے سارے پیچ وخم' اس کی بستیاں اور ویرانے اس کے دریا و پہاڑ سب کے سب اسی فاطرِ حق تعالیٰ کے بنائے ہوئے' سجائے ہوئے ہیں وہی مالک وخالق اپنی تمام ایجادات و پیداوار کی نگہبانی کے ساتھ ساتھ ان کی پرورش کا بھی پورا پورا بندوبست فرماتا ہے۔ اس کی قدرت وحکمت کا کمال ہے کہ اس کا کوئی منصوبہ' کوئی ایجاد کبھی ناکام نامراد نہیں ہوتی۔ اللہ قادرِ مطلق نے جب پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا یعنی پیدا فرمایا تو انہیں تنہا نہیں رکھا۔ ان کی دل بستگی اور ہم راہی کے لئے ان کی معاونت ودلداری کے لئے ان ہی کی جنس سے حضرت حوا علیہا السلام کو بھی پیدا فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ہر مخلوق چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کی افزائش نسل کا انتظام واہتمام بھی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑا تخلیق کار' مصور' مدبر' حکیم و دانا ہے اس کی کوئی ایجاد بے کار محض نہیں ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۶۸)

اَلۡبَدِیۡعُ

(موجد)

بدیع: کا بنیادی مادہ "ب دع" ہے بدیع کے معنی ہیں ایسا کام جو اس سے پہلے نہ ہوا ہو اس کی پہلے کوئی مثال موجود نہ ہو ایجاد کرنے والا کسی چیز کو بغیر نمونے کے بنانے والا نئی طرح بنانے والا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے بغیر کسی کی اقتدا اور پیروی کے کسی صنعت کو نکالنے کا نام ابداع ہے ابداع کا استعمال جب اللہ عزوجل کے متعلق ہو تو بغیر کسی آلہ مادہ زمان ومکان کے کسی شے کے ایجاد کرنے کے معنی میں ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے یا ایجاد کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے تو وہ ہو جاتی ہے۔ بدیع کے معنی کسی بھی شے کو بغیر کسی مادہ ومثال کے ایجاد کرنے اور عدم سے وجود میں لانے کے ہیں۔

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:۔ وہ زمین وآسمان کا موجد (ابتداء پیدا کرنے والا) ہے وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ "ہوجا" بس وہ فوراً ہی ہو جاتا ہے۔ (البقرۃ۔۱۱۷)

بدیع کے معنی ایسا موجود جو عدم محض کو موجود کر دے یعنی کچھ نہ ہو نا کوئی مادہ ہو نہ کوئی مثال یا نمونہ ہو پھر بھی اس چیز کو تخلیق کر دے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی موجدِ کل ہے جس نے ہر چیز یعنی اپنی تمام

Marfat.com

مخلوقات کو صرف اپنے ارادے اور حکم سے پیدا فرما دیا نہ صرف مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے بلکہ ان کی حیات سے لے کر موت تک کا سارا نظام نگہداشت و پرورش بھی پیدا فرما دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہے ساری کائنات کا' اس کے ایک ایک ذرّے کا' اس نے اس آسمان و زمین بلکہ پوری کائنات کو اس کے سارے انتظام و انصرام کو بغیر کسی مادے کے بنایا ہے۔ وہ موجدِ حقیقی جو کام بھی کرنا چاہتا ہے بس اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ''کن'' یعنی ہو جا جس طرح اُس ہو جانے والی مخلوق کے متعلق ہوتا ہے وہ اُس کے تمام نظامِ حیات کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اس ہو جانے کی تفصیلی کیفیت انسان کے ادراک و فہم سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی ادراک کو ان اسرار و رموز کے لئے پیدا ہی نہیں فرمایا اور نہ ہی وہ ذرائع دیئے جن کے ذریعے وہ ان الٰہی بھیدوں تک پہنچ سکے اس لئے انسان اپنی قوتِ فہم و ادراک کو ان بے کار سوچوں میں ضائع نہ کرے اور ہر قسم کے شیطانی بہکاوے سے بچے اس سے بہتر ہے کہ وہ صرف ان احکام و قوانینِ الٰہی کی پیروی و پابندی کرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمام انسانیت تک پہنچا دیئے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بغیر واضح حجت کے ان اندھیروں میں بھٹکنے اور ٹامک ٹوئیاں مارنے سے محفوظ کر دیا ہے اور تمام قابلِ عمل اور قابلِ فہم مسائل کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوانینِ قدرت و فطرت کے اتنے ہی راز بتائے ہیں جن کی اسے ضرورت ہے اور جن کے بغیر وہ اپنے فرائض منصبی ادا نہیں کر سکتا جن رازوں کو پردے میں رکھا ہے اُن کی انسان کو ضرورت ہی نہیں ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

ترجمہ:۔ وہ موجد ہے آسمانوں اور زمین کا۔ (الانعام۔۱۰۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ عظیم کا ذکر ہے کہ وہ تمام کائنات کا' اس کے آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کائنات کی تمام چیزوں کو پیدا کرنے میں اکیلا ہے' کوئی اس کا کسی بھی طرح

Marfat.com

شریک نہیں ہے۔ کائنات کی ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا غیر جاندار ان کا وہ اکیلا خالق ہے تمام چیزیں اس کی مخلوق ہیں۔ ان کے اور اللہ جلِ شانہ کے درمیان عبودیت اور بندگی کا رشتہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور رشتہ نہ ہے نہ ہو سکتا ہے۔ دنیا کی ہر ہر چیز جو تمام انسانوں کے چاروں اطراف دائیں بائیں، اوپر نیچے پھیلی ہوئی ہیں جن سے یہ دنیا سجی ہوئی آراستہ ہے آخر کس کی تخلیق ہیں۔ کون انہیں بنانے اور سجانے والا ہے۔ انسان اگر اپنے اردگرد پھیلی مصنوعاتِ الٰہی پر غور کرے اور خود اپنے آپ پر اپنی جسمانی ساخت وضروریات پر غور کرے اپنی پرورش ونگہداشت کے نظام پر غور وفکر کرے کیا یہ سب کچھ اپنے آپ بن گیا ہے۔ سج سنور گیا ہے، اگر انسان ذرا بھی غور کرے تو اس کی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ وہ کون ہے جو یہ نظامِ ہستی چلا رہا ہے؟ اس دنیا کی، کائنات کی ہر چیز خالقِ کائنات کے کمال وقدرت اور اس کی حکمت ورحمت کے دلائل ومظہر ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۶۹)

اَلۡغَافِرُ

(معاف کرنے والا)

غافر: اس کا مادہ غ ف ر ہے۔ اسم فاعل واحد ہے اس کے معنی معاف کرنے والا' بخشنے والا' درگزر کرنے والا' غفر کے معنی ہیں کسی چیز کو محفوظ رکھنے کے' کسی چیز کو چھپا دینا' اللہ تعالیٰ کی یہ صفتِ رحیمی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معافی مانگنے پر معاف فرما دیتا ہے یعنی ان کے گناہوں کو غلطیوں کو اپنی معافی سے چھپا دیتا ہے۔ ان پر اپنی معافی و بخشش کا پردہ ڈال دیتا ہے' وہ بڑا ہی غفور و رحیم ہے یہ اعلیٰ ترین صفتِ الٰہی ہے۔

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ۞

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ) گناہ کا بخشنے والا' اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے' سخت عذاب (دینے) والا' انعام و قدرت والا' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ (المومن۔۳)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات کی پانچ صفات الٰہی کا تذکرہ آیا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی جلالتِ' شان قدرت و حکمت پر دلالت کرتی ہیں' پہلی صفتِ الٰہی جس کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ "زبردست" ہے یعنی سب پر غالب ہے اس کا ہر ہر فیصلہ چاہے کیسا ہی کیوں نہ ہو وہ نافذ ہو کر رہتا

Marfat.com

ہے۔کوئی اس سے لڑ نہیں سکتا نہ جیت سکتا ہے' نہ ہی اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے' کوئی بھی اس سے منہ موڑ کر کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا کر وہ جیت سکتا یا کامیاب ہو سکتا ہے۔اس کی توقعات کبھی پوری نہیں ہو سکتیں۔

دوسری صفتِ الٰہی جو بیان ہوئی ہے وہ ہے ''وہ سب کچھ جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کا براہِ راست علم رکھنے والا ہے' صرف قیاس وگمان کی بنا پر کوئی بات نہیں کرتا' وہ ایسی خوبیوں والا ہے' جو انسان کی حس وادراک کی حقیقتوں سے پوری طرح باخبر باعلم ہے جو معلومات وہدایات دی ہیں وہ مکمل اور قطعی درست ہیں۔اس کی ہر تعلیم وہدایت' قوانین واحکام انسانوں کی بہتری کے لئے ضروری ہیں۔ جو اللہ کی حکمت وعلم کا مظہر ہیں۔انسان کی کوئی چیز' حرکات وسکنات تک اس سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔خطا کار اور مشرک وکفر کرنے والے کسی بھی طرح اس کی سزاؤں سے بچ نہیں سکتے۔

تیسری صفت جو آیت کریمہ میں آئی وہ ہے ''گناہ معاف کرنے والا' توبہ قبول کرنے والا ہے قرآنِ کریم میں اکثر جگہ یہ دونوں صفاتِ الٰہی ساتھ ساتھ ہی بیان ہوئی ہیں تاکہ انسان خوف اور رجا (امید) کے درمیان رہے۔کیونکہ محض خوف ہی خوف' انسان کو رحمت ومغفرتِ الٰہی سے مایوس کر سکتا ہے اور نرمی ہی نرمی کی امید انسان کو گناہوں پر دلیر کر دیتی ہے۔اگر سرکش انسان اپنی روش پر نظر ثانی کرے اور اپنے اعمال پر نادم ہو کر اپنی روش سے باز آ جائے تو وہ معافی مانگ کر اللہ کے دامنِ رحمت میں جگہ پا سکتا ہے۔توبہ قبول کرنا یا نہ کرنا یا توبہ کے بغیر ہی انسان کو معاف کر دینا یہ اللہ کا اختیار ہے۔

چوتھی صفتِ الٰہی جو بیان کی گئی ہے۔وہ ''سخت سزا دینے والا ہے'' اس صفت کا ذکر کر کے لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ اطاعت وبندگی کی راہ اختیار کریں۔اللہ تعالیٰ جتنا رحیم وکریم اور معاف کرنے والا' بخشنے والا ہے' وہ اتنا ہی بغاوت وسرکشی کرنے والوں کے ساتھ سخت ترین بھی ہے۔کوئی

Marfat.com

شخص اگر اللہ کی قائم کردہ حدود سے گزر جائے اور توبہ وندامت کا اظہار بھی نہ کرے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی سخت سزا کا مستحق بن جاتا ہے اور اللہ کی سزائیں تو بڑی ہولناک اور سخت ہیں جن کا کوئی ذی ہوش انسان تصور تک نہیں کرسکتا' نہ ہی وہ سزائیں کسی بھی طرح قابلِ برداشت ہوسکتی ہیں۔

پانچویں صفتِ الٰہی جس کا ذکر ہوا وہ ہے کہ ''اللہ بڑا صاحبِ فضل والا ہے۔ یعنی بڑا ہی کشادہ دست' غنی اور فیاض ہے' اپنی تمام مخلوقات پر اس کی نعمتوں اور احسانات کی ہمہ وقت بارش برس رہی ہے۔ بندوں کو جو کچھ بھی مل رہا ہے وہ سب اُس مالک وخالق' صاحبِ حکمت' ودانائی کے فضل وکرم سے مل رہا ہے۔

اور اس حقیقت کا اظہار بھی کردیا گیا کہ وہی اکیلا' واحد' سب کا حقیقی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی کسی بھی طرح معبود نہیں ہوسکتا۔ سب کو روز اخیر اسی کے سامنے حاضر ہو کر دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کا حساب کتاب دینا ہی ہوگا جس کے مطابق ان کی جزا وسزا کا فیصلہ وہ اکیلا معبود حقیقی کرے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۰)

الاَوَّلُ

(پہلا)

اول: پہلا یعنی اصل کی طرف رجوع کرنا۔ جب یہ صفتِ الٰہی کے طور پر آئے تو اس کے معنی ہوں گے اس ذاتِ عالی پر اس کے وجود پر کسی کو کسی بھی طرح کی سبقت حاصل نہیں۔ اول کے معنی مقتدا اور پیشوا کے بھی ہیں۔ اول سے مراد سب سے پہلا کہ جس سے پہلے کوئی اور نہ ہو اس کے دیگر معنوں میں مقدم، اعلیٰ، افضل، عمدہ تر، بہتر، آغاز، شروع کے بھی ہیں۔ تمام موجودات یعنی مخلوقاتِ الٰہی سے بھی پہلے حق تعالیٰ موجود تھا اس نے ہی اپنی قدرتِ کاملہ سے سب سے پہلے ہر ہر چیز کو ایجاد کیا، تخلیق کیا، پیدا کیا، تمام موجودات نے اسی خالق سے اپنا وجود حاصل کیا ہے۔ اس نے خود کسی سے وجود حاصل نہیں کیا نہ اس سے پہلے کوئی تھا نہ ہے اور نہ ہی ہوگا۔ وہ خود موجود بذات خود ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جبکہ تمام مخلوقات کو اس خالق نے اپنی قدرت سے ایک خاص مدت اور مہلت تک کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ وہی (اللہ) پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی پوشیدہ اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ (الحدید۔۳)

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی کئی صفات ذکر ہوئی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قادرِ مطلق' حاکمِ مطلق ہونا اور کائنات کا خالق ہونے اور اللہ کی ہستی کا مخفی ہونے کی بابت ارشاد ہوا ہے۔ یعنی جب کچھ نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کی ہستی موجود تھی' دراصل اس آیتِ مبارکہ کے ذریعے اس پوری کائنات پر اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ اور مطلق مشیت کو ثابت کیا گیا ہے' چونکہ وہ قادرِ مطلق ہے اس لئے اس کی حمد وثنا اور تسبیح ہر چیز کرتی ہے۔ یہ عظیم حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا باقی سب چیزوں کا وجود فانی ہے اللہ کا وجود حقیقی ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ جب سب کچھ اللہ کے حکم سے ختم ہو جائے گا' فنا کر دیا جائے گا' سب کو موت آ جائے گی' تب بھی وہ مالکِ کائنات زندہ اور موجود ہوگا پھر وہی اکیلا سب کو اپنے ایک حکم سے زندہ کر کے اپنے سامنے موجود کر لے گا۔ اول وآخر کے الفاظ حق تعالیٰ کے حقیقی وجودِ الٰہی اور حق ہونے پر دلیل ہیں۔ نہ ہی کسی اور کے پاس ذاتی حقیقت ہے اور نہ ذاتی وجود ہے سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے۔

اللہ تعالیٰ سچی حقیقت ہے تمام علوم حقیقی کا کامل علم اسی ذاتِ حقیقی' عالم الغیوب کو ہے ویسے بھی تمام اشیاء کی حقیقت تو اللہ کی ہی طرف سے آئی ہے۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم ہے اور اللہ کا علم ایسا حقیقی نوعیت وصفات کا ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کے پاس ایسا علم ہے۔ وہ سب ظاہروں سے بڑھ کر ظاہر ہے' کائنات کے ذرّے ذرّے پر انسان غور کرے تو اسے اللہ کی قدرت نظر آتی ہے۔ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے وہ اسی ذاتِ پاک'

Marfat.com

عالی صفات کے افعال وکمال کا نورِ ظہور ہے۔ وہ ہر مخفی سے بڑھ کر مخفی ہے' اس لئے کہ اس ذاتِ عالی کو نظروں سے دیکھنا تو کجا انسان اپنے حواسوں تک میں محسوس نہیں کر سکتا نہ ہی عقل فکر اور خیال وگمان تک اس کی حقیقت کو پا سکتا ہے۔

اسلام جو دینِ فطرت ہے وہ انسان کے دل ودماغ میں یہ حقیقت بٹھانا چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی دراصل امتحانی وقفہ ہے جو اللہ نے تمام انسانیت کو عطا فرمایا ہے' وہ اس کرۂ ارض پر رہتے ہوئے اپنی ذمہ داری خلیفہ فی الارض کی بجا آوری کرتے ہوئے اپنی تخلیق کے تقاضے پورے کریں اور دنیا میں وہ نظامِ زندگی قائم کریں جو اللہ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآنِ حکیم میں نازل فرما دیا ہے۔ اسلام نظامِ فطرت ہے جو کائنات کی فطرت کے ساتھ انسان کی فطرت کو ہم آہنگ کرتا ہے اور قرآن اس ہم آہنگی کو قائم رکھنے میں بطور ہدایت مدد گار ومعاون ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۱)

الآخِر

(سب کچھ فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا)

آخر: معنی دوسرا، الآخر سے معدول ہے اس بارے میں اپنی آپ نظیر ہے۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر ہو تو اس سے مراد ہوگی تمام مخلوقات کے فنا ہونے کے بعد باقی یعنی زندہ موجود رہنے والی ذات۔ اس سے مراد ہے کہ اللہ جلِ شانہٗ کی ہستی جو زمان و مکان کی نسبتوں سے ماورا ہے، وہ سب سے اول بھی ہے اور سب سے آخر بھی۔ اس کی نہ کوئی ابتدا ہے نہ ہی کوئی انتہا ہے وہ ہر شے پر غالب ہے، وہی ہر چیز کا پروردگار ہے۔ اللہ کا غلبہ، اللہ کا قانون اور ان کے نتائج سب غیر محسوس اور مرئی ہوتے ہیں۔

اس سے آخرت کا لفظ بنا ہے۔ روزِ آخر یعنی جب قیامت برپا ہوگی اور تمام کائنات اور اس کے تمام نظام کو حکمِ الٰہی کے مطابق ملیا میٹ کر دیا جائے گا تو وہ اس کائنات کا اور اس کے ہر ذرّے اور مخلوقات کا روزِ آخر ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک حکم سے دائمی حیات بخشنے کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کر دیں گے اور سب کے سب میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے

Marfat.com

تب سب سے آخری ہستی اللہ جلِ شانہٗ کی ہی ہوگی جو سب کو زندہ کرنے کے بعد اپنے عرش پر جلوہ افروز ہو کر میزانِ عدل کا حکم صادر فرمائے گا۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ

ترجمہ:۔وہی پہلے ہے وہی آخر ہے۔(الحدید۔۳)

اللہ تعالیٰ نے جب کائنات کو پیدا فرمایا تو اس سے پہلے قلم کو حکم دیا اور اس نے جو کچھ جیسے ہونا ہے لوحِ محفوظ پر تحریر کر دیا یہاں تک کہ کب اور کیسے دنیا کا نظام فنا ہوگا اور اس کے بعد کیا کچھ ہوگا کیسے میدانِ حشر لگایا جائے گا' کیسے تمام نظام اور مخلوقات کا خالق و مالک جو سب سے پہلے موجود ہے جس نے اپنے حکم سے یہ سب تعمیر کیا' پیدا کیا اور ختم بھی کر دے گا وہ میدانِ حشر میں آنے والی سب سے آخری ہستی ہوگی اور جب عدل کے ساتھ سب کا انصاف فرما دے گا اور سب اپنے اپنے مقرر کردہ ٹھکانوں پر خیر سے یا قہر سے پہنچ چکے ہوں گے تب سب سے آخر میں رہ جانے والی ہستی بھی وہی سب سے پہلی ہستی ربّ ذوالجلال مالک وخالق قہار وجبار متکبر' غفور ورحیم کی ہی ہوگی جو سب کی تب بھی نگراں اور پروردگار ہوگی۔(چونکہ یہ آیتِ کریمہ دونوں صفاتِ الٰہی سے آراستہ ہے اور پہلی صفتِ الٰہی الاول میں تشریح کی جا چکی ہے اسی لئے یہاں اختصار سے کام لیا گیا ہے)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۷۲)

الظَّاهِرُ

(آشکار)

ظاہر: اسم فاعل صیغہ واحد مذکر، کھلا، آشکار، سب پر ظاہر، ہر شے سے اوپر، ہر شے پر غالب حق تعالیٰ شانہٗ کی صفت ہے۔ علامہ ابن الاثیر اپنی کتاب ''النہایہ فی غریب الحدیث'' میں لکھتے ہیں۔ صفتِ الٰہی الظاہر سے وہ ذاتِ عالی مراد ہے جو ہر شے سے اوپر اور ہر چیز پر غالب ہے اور یہ بھی کہ انسان حق تعالیٰ شانہ کے افعال وصفات کے آثار دیکھ کر عقلی استدلال کی راہ سے جس ذاتِ عالی کی معرفت حاصل کرتا ہے، وہی الظاہر ہے (النہایہ) علامہ نیشا پوری کے مطابق الظاہر والباطن کی تفسیر کے متعلق بیان ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ظاہر ہے ان دلائل کی بنا پر جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں اور باطن اس لئے کہ وہ دنیا میں یا دنیا وآخرت دونوں میں حواس وعقل کی دسترس سے بالاتر ہے اور بعض کے نزدیک ظاہر کے معنی غالب کے اور باطن کے معنی پوشیدہ کو جاننے والے کے ہیں۔ (غریب القرآن۔ نیشاپوری)

اللہ تعالیٰ اپنی مصنوعات، مخلوقات اور صفاتِ الٰہیہ کے حوالے سے آشکار وظاہر ہے۔

Marfat.com

کائنات کی تمام موجوداتِ الٰہی ایک اکیلے خالق کی پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے ہر چیز جو ہمیں دکھائی دیتی ہے، ہمارے اردگرد پھیلی دنیا کی ہر ہر چیز وجود باری تعالیٰ کی مظہر ہے، وہی تو ہے جس نے یہ سب کچھ سجایا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام تخلیقی مظاہر سے ظاہر ہے، ان سے پہچانا جاتا ہے، وہ اس طرح ظاہر ہے انسانی آنکھ نہ اسے دیکھ سکتی ہے نہ عقل محسوس کر سکتی ہے، جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ میں ارشاد ہوا ہے۔ ''اس کو تو کسی کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔''

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ:۔ وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ (الحدید۔۳)

صفتِ الٰہی ''الاول'' کے ذیل میں اس پوری آیتِ کریمہ کی تشریح کی جا چکی ہے ایک یہی آیتِ کریمہ ہے جس میں چار صفاتِ الٰہی بیان ہوئی ہیں اور اس کے علاوہ کہیں اور قرآنِ حکیم میں اس لفظ کا کسی جگہ بطور صفتِ الٰہی ذکر نہیں آیا۔ بلکہ بطور امورِ الٰہی ذکر ہوا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(٧٣)

البَاطِنُ

(نظروں سے پوشیدہ)

سب سے چھپا ہوا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ہے۔
علامہ حلیمیؒ کہتے ہیں کہ باطن وہ ہے جو غیر محسوس ہو اور آثار و افعال کے ذریعہ اُس کا ادراک کیا جائے۔ امام خطابیؒ کا بیان ہے کہ بطون کے معنی کبھی تو دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے کے آتے ہیں اور کبھی غیب کی پوشیدہ باتیں جاننے کے (الاسماء والصفات) الظاہر اور الباطن صفاتِ الٰہی میں الاول اور الآخر کی طرح ایک ساتھ بولے جاتے ہیں۔ الباطن سے اشارہ اُس حقیقی معرفت کی طرف ہے جس کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا۔ (''وہ ذات کہ جس کی معرفت کی انتہا اُس کی معرفت سے درماندگی ہے'') کسی کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ باعتبار اپنی نشانیوں کے ظاہر ہے اور باعتبار ذات باطن ہے۔ یعنی ظاہر سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء پر محیط ہے۔ جس کا سب کو ادراک ہے اور باطن اس حیثیت سے ہے کہ اُس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرورِ عالم نے چاروں اسمائے الٰہی اول' آخر' ظاہر و باطن کی ایسی تفسیر فرمائی ہے کہ اس کے بعد کسی تشریح کی ضرورت نہیں رہتی ارشاد ہوا ''تو ہی اول ہے تجھ سے

Marfat.com

پہلے کوئی شے نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی شے نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے ورے کوئی شی نہیں" (یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ ابو داؤد ترمذی' ابن ماجہ اور مسلم میں بھی معمولی تغیر کے ساتھ موجود ہے۔لغات القرآن) جبکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾

ترجمہ:۔(اللہ تعالیٰ کی ذات) تو مخفی ہے اور وہ ہی ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ (الحدید۔۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی ایسی عظیم الشان ہستی ہے کہ اسے کوئی انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام تک براہِ راست نہیں دیکھ سکے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کے لقب سے نوازا گیا یعنی اللہ سے باتیں کرنے والا اس کے باوجود وہ اللہ کو نہیں دیکھ سکے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں خود اپنے بارے میں وضاحت فرمادی کہ کوئی آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ:۔نگاہیں اس کو (اللہ تعالیٰ) نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے' وہ نہایت ہی باریک بین اور باخبر ہے۔(الانعام۔۱۰۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو حواسِ خمسہ اور ذہنی ادراک یہ سب قوتیں اس لئے دی ہیں کہ اُن سے کائنات کے ساتھ اپنے تعلق' اپنے معاملات کو بہ احسن طے کرسکے اور زمین پر اپنے منصب خلافت کی ذمہ داری کو بہتر طور پر ادا کرسکے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ قوتِ بصارت انسان کو عطا ہی نہیں فرمائی جس سے ذاتِ باری کی حقیقت کو دیکھ سکے'اس کا ادراک کرسکے۔انسان کے فانی وجود میں وہ قدرت وقوت اللہ نے رکھی

Marfat.com

ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی ازلی وابدی ذات کا ادراک کر سکے۔ پھر سب سے اہم بات جو انسان کو سمجھ لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی گزارنے کے لئے اس کے معاملات و مسائل کے لئے رویت باری تعالیٰ کی قطعی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دنیا کے مسائل و معاملات سے نمٹنے کے لئے اللہ نے انسان کو تمام قوتوں سے بھرپور انداز میں نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کی یہ ایسی تشریح و تعبیر ہے جو موضوع کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتی ہے کوئی انسانی زبان اللہ کی توصیف نہیں کر سکتی۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم قرآن کو اسی طرح دیکھیں جس طرح وہ ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں روشنی ڈالے اور اللہ اور اللہ کی صفاتِ عالی کی تصویر کشی کرے۔ قرآن کے اندر ایک عظیم اور زبردست حقیقت پوشیدہ ہے۔ احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کو بالکل اسی طرح سمجھنا اور دیکھنا چاہئے اور ان پر ویسے ہی عمل کرنا چاہیئے جیسا کہ قرآن کریم ہدایت دے رہا ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں جتنی تفسیر و تشریح قرآنِ کریم پیش کر رہا ہے وہ بھی انسانی فہم و ادراک سے آگے کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی تو ہمیں خود اپنے وجود میں محسوس ہو سکتی ہے۔ کائنات میں پھیلے عجائبات میں دیکھی اور سمجھی جا سکتی ہے اللہ ہمیں ہر طرف موجود ملے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۷۴)

اَلۡكَفِيۡلُ

(ضرورت پوری کرنے والا)

الکفیل: کفالت سے صفتِ مشبہ واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ معنی ضامن، ذمہ دار، کفالت کرنے والا، ایسی ضرورت پوری کرنے والا کہ جس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے، ذمہ دار ہونا، ضامن ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوقات کی ہر ہر طرح سے کفالت فرماتا ہے، ان کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی ضرورت کو وہی مالک کون ومکان پوری فرماتا ہے، صرف انسانوں کی ہی نہیں وہ اپنی ہر طرح کی تمام مخلوقات کی زندگی کے لئے اور زندگی بسر کرنے کی ہر ہر ضرورت کا نہ صرف ذمہ دار ہے بلکہ وہی ربّ ذوالجلال انہیں پورا بھی کرتا ہے اور ہر چیز کی مسلسل فراہمی کا پورا بندوبست بھی وہی کرنے والا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہی تمام کائنات کا اکیلا کفیل ہے۔

وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدتُّمۡ وَلَا تَنۡقُضُوا الۡاَيۡمَانَ بَعۡدَ تَوۡكِيۡدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ اللّٰهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ۝۹۱

ترجمہ:۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی

Marfat.com

پختگی کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو بخوبی جان رہا ہے۔ (النحل۔۹۱)

اسلام جو ہر طرح سے ایک مکمل اور سچا دین ہے اس میں وفائے عہد پر بہت ہی سختی کا حکم ہے۔ عہد وفا نہ نبھانے میں اسلام قطعی کسی قسم کی رعایت نہیں کرتا نہ چشم پوشی سے کام لیتا ہے کیونکہ اسلام میں وفائے عہد وہ بنیاد ہے جس پر پورا اجتماعی اسلامی نظام قائم ہے۔ قرآن وسنت نے صرف وفائے عہد کا ہی حکم نہیں دیا بلکہ عہد توڑنے والوں کے لئے وعید کا بھی اعلان کیا ہے اور نقضِ عہد کی قباحتیں بھی بیان کی ہیں بلکہ ان تمام اسباب اور وجوہات کو بھی دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کسی بھی وقت نقضِ عہد کا باعث بنیں۔

قرآنِ کریم اور سنتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے کردار کی تعمیر کرتے ہوئے مسلمانوں کو وفائے عہد کی ترغیب دی ہے اور عہد شکنی سے ڈرایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ سے ڈرایا اور بتایا ہے کہ کسی بھی معاہدے یا عہد میں صرف فریقین ہی کسی معاہدے کے فریق نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ خود بھی فریق ہوتا ہے، قرآنِ کریم کی تعلیمات کے مطابق عہد شکنی کی صورت میں بظاہر جو نفع ہوتا ہے وہ بہت معمولی اور حقیر ہوتا ہے جبکہ وفائے عہد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انعام واجر ملے گا وہ بہت ہی بڑا انعام ہوگا۔

قرآنِ کریم نے مسلمانوں کے دلوں پر جو اسلامی رنگ چڑھایا اس نے ان کی زندگیوں پر بہت مثبت اور گہرے اثرات مرتب کئے انہی نقوش کا اثر تھا کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ اہلِ اسلام اپنے وعدے کے بہت ہی پکے ہیں، عہد کے بڑے پابند ہیں، معاملات میں صاف ہیں اور ایمان میں مخلص ہیں تو کفار کی جماعتیں اور اقوام کی شکل میں اسلام میں داخل

Marfat.com

ہونا شروع ہوگئیں جس کا اظہار قرآنِ حکیم کی سورۂ نصر میں اللہ ربّ ذوالجلال نے فرمایا ہے ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے' اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے' تو اپنے رب کی تسبیح کرنے لگ حمد کے ساتھ اور اس سے مغفرت کی دعا مانگ' بے شک وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (النصر ا تا ۳) اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام کائنات کا کفیل ہے وہی ہر کسی کی ہر ایک ضرورت کو پورا کرنے والا ہے' انسان دنیا کے ذرا سے منافع یا راحت کے لئے جب عہد شکنی کرتا ہے خواہ وہ اللہ سے کیا ہوا عہد ہو یا اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا عہد ہو یا اپنے کسی بھائی اہلِ ایمان سے لیا ہوا کوئی عہد ہو جو قسم اللہ کو گواہ بنا کر کھائی جاتی ہے' وہ بھی عہد میں شمار ہوتی ہے' چاہے کوئی قول وقرار ہو یا کسی بھی قسم کی قَسم ہو اُسے توڑنا اور اس کے خلاف عمل کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے' آیتِ کریمہ میں ربّ کائنات کا ارشاد ہے کہ وہ خود ان عہدوں اور قسموں کا ضامن ہے۔ اس لئے ان کا پورا کرنا لازمی امر ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۷۵)

اَلۡغَالِبُ

(ہر شے پر قابو رکھنے والا)

غالب: اسم فاعل واحد مذکر ہے مصدر باب ضرب۔ قابو رکھنے والا' ہر شے پر غالب اور بالا دست' زبردست' ایسی قدرت وقوت والا جو سب کو قابو میں رکھ سکے' غلبے والا۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمۡرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔اور اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے' لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔ (یوسف۔۲۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ جو خالقِ مطلق' قادرِ مطلق ہے وہی ہر چیز کا بنانے والا' اس کا پوری طرح جاننے والا اور زبردست قوت والا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ جو چاہتا ہے' جیسے چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اس کے حکم اور تعمیل میں کوئی کسی قسم سے رکاوٹ نہیں ہو سکتا نہ ہی کسی طرح رکاوٹ بن سکتا ہے۔ وہ جب جو چاہتا ہے' وہ پوری طرح ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ قادر مطلق جو کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ اس کے صرف ارادے سے ہی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس

Marfat.com

کا پورا نظام، پرورش ونگہداشت بھی متحرک اور وجود میں آ جاتا ہے۔ ہر ہر چیز، ہر ہر طرح سے اُس کے قابو میں ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور حکمران ہے، لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور کفر کرتے ہیں وہ اللہ اور اللہ کی قدرتِ کاملہ سے بھی انحراف کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نظام از خود چل رہا ہے ان کی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت سے ناواقف ہوتی ہیں حالانکہ وہ رات ودن کارخانۂ قدرت میں اپنی راحتوں، آسائشوں کے سامان سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں، اچھے سے اچھا کھاتے، پہنتے اوڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو ان کی محنت کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سب کچھ تو انعاماتِ الٰہی ہیں جن پر وہ مالک وخالق پوری طرح غالب ہے سب کچھ اس کے قابو میں ہے، وہ جب چاہے سب کچھ چھین کر تہی دست اور کنگال کر سکتا ہے کیونکہ سب کچھ تو اس کی ہی ملکیت ہے وہ جب چاہے واپس لے سکتا ہے لیکن کم عقل اور گمراہ لوگ اس کی قدرت وحکمت سے بے علم بے خبر رہتے ہیں اور شیطان کے چنگل میں پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ اپنی دنیا کے ساتھ اپنی آخرت بھی خراب کر لیتے ہیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۶)

الحَکَمُ

(فیصلہ کرنے والا)

الحکم یہ اسم جمالی ہے' صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد اور جمع سب کے لیے استعمال ہوتا ہے خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حکم کو کہتے ہیں۔ ''حکم'' فیصلہ کرنے والا' انصاف کرنے والا' حکم کرنے والا' بڑا حاکم' حکم واقتدار والا' حق وباطل کا فیصلہ کرنے والا' نیک وبد کی تمیز کرنے والا' ثالث' منصف' یہ صفتِ الٰہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے' اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ عالی کے اعتبار سے سب سے بڑا حاکم ہے' ایسا حاکم جو احکم الحاکمین ہے یعنی مطلق حاکم ہے' کوئی اس کے حکم سے کسی طرح سرتابی نہیں کرسکتا' اللہ کی مخلوق کو اس کے کسی حکم میں کسی بھی طرح چون وچرا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حق ہے۔ الحکم اپنے تمام فیصلے عدل وانصاف کے مطابق کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ذاتِ عالی الحکم ہے جو صاحبِ حکمت وحکومت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ایسی عظیم الشان' ایسی مضبوط ومستحکم اور محیط اور پورے پورے اختیارات واقتدار کامل والی ہے کہ

Marfat.com

کوئی اس کے حکم سے سرتابی کر ہی نہیں سکتا۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ:۔حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے، وہی حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔(الانعام۔۵۷)

ہر قسم کے فیصلے، حکم اور حق بیان کرنے کا حق صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہی ہے، حق بیان کرنے، اطلاع دینے اور ہر طرح کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، کسی انسان کو نہ کوئی اختیار ہے نہ ہی کوئی حق ہے اور نہ کوئی انسان کسی طرح قضاوقدر کے امور میں مداخلت کرسکتا ہے۔ یہ سب صفتِ الٰہی نظامِ الوہیت میں ہے تمام نظامِ الوہیت اور خصاص الوہیت امتیازِ الٰہی ہیں۔

یہ اللہ کا ہی منصب وحق ہے کہ وہ انسانوں کو ڈرائے ان کے فیصلے کرے اور اپنے فیصلوں کے مطابق سزا دے یا جزا دے، اللہ کے فیصلے اس کی مشیت پر موقوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی حلیم وکریم ہے وہ اپنی تکذیب کرنے والوں اور احکام سے انحراف کرنے والوں پر فوراً ہی عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ ان کی رسی دراز کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بڑی ہی محبت اور رحمت کا معاملہ فرماتا ہے وہ انہیں موقع بھی دیتا ہے کہ کب وہ اپنے ارادے کی قوت کو کام میں لاکر لوٹ آتے ہیں اور اپنی غلطیوں پر پشیمانی وندامت کا اظہار کرتے ہوئے معافی تلافی کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بڑا ہی معاف کرنے والا، مہربان ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۷)

اَلۡعَالِمُ

(وہ ذاتِ عالی جو ہر شے کی حقیقت سے باخبر ہو)

عالم کی جمع علمین ہے۔ بحالتِ نصب عوجز اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی اپنی کتاب ''تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''اجسام جواہر اور اعراض جن سے خالق کا علم ہوتا ہے یہ سب عالم ہیں یا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ موجود ہے اس کا نام ''عالم'' ہے اور یہ نام اسی لئے ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کی علامت ہے۔ (مدارک التنزیل)

قرآنِ کریم میں یہ لفظ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

امام راغب اصفہانی کی تحریر کے مطابق ''عالم آسمان اور آسمان کے نیچے جو جواہر واعراض ہیں ان کا نام ہے۔ یہ دراصل اسم ہے اس چیز کا جس کے ذریعے علم حاصل کیا جائے۔ عالم اپنے بنانے والے کی طرف رہنمائی کا آلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدنیت کی معرفت کے سلسلے میں ہم کو عالم ہی کا حوالہ دیا ہے۔ مخلوقاتِ الٰہی کی ہر نوع، ہر قسم ''عالم'' کہلاتی ہے جسے عالمِ انسان، عالمِ آب، عالمِ آتش وغیرہ، حق تعالیٰ سبحانہ کے دس ہزار سے زیادہ عالم ہیں عالم کی دو قسمیں

Marfat.com

ہیں ایک عالمِ کبیر جو آسمانوں اور جو کچھ زیرِ آسمان ہے کا نام ہے' دوسرا عالمِ صغیر ہے یہ انسان کا نام ہے' کیونکہ انسان کو عالم کی ہیئت پر بنایا گیا ہے' حق تعالیٰ نے جو کچھ عالمِ کبیر میں ایجاد فرمایا ہے وہی اس میں پیدا فرمایا ہے۔ انسان بھی ان کے زمرے میں ایک عالم کے بطور آتا ہے۔ علامہ محمود زمخشری کے مطابق عالمِ ارباب علم کا نام ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ''الکشاف'' میں لکھتے ہیں۔ ''عالم نام ہے فرشتوں' جنوں اور انسانوں میں سے ان لوگوں کا جو اہلِ علم ہیں اور کہا گیا۔ ہے کہ وہ سب اجسام واعراض جس سے ان کے خالق کا علم ہوتا ہے' عالم ہیں۔ (لغاتِ القرآن)

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝٩

ترجمہ:۔ وہ ظاہر و پوشیدہ کا عالم ہے۔ وہ بڑا بزرگ اور سب سے بلند و برتر ہے۔ (الرعد۔۹)

آیتِ کریمہ میں ربّ کائنات کی صفتِ عالی عالم کے ساتھ ساتھ اس کے ہر حال میں بالاتر اور بزرگ ہونے کی صفات کا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی شان جو ہر قسم کے عیبوں اور نقائص سے پاک ہے اس کے سوا جتنی بھی مخلوقاتِ الٰہی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور ہوتا ہے جو انہیں صغیر یعنی چھوٹا بنا دیتا ہے۔ اس لئے مخلوقاتِ الٰہی میں سے کسی کو بھی کبیر نہیں کہا جا سکتا یا کسی بھی معاملے کو کبیر نہیں کہہ سکتے جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر آ جائے وہاں تمام معاملات اللہ کے مقابلے میں بہت ہی چھوٹے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی ہستی ایسی عظیم الشان بڑی اور بزرگ ہستی ہے جس کے سامنے اس کی تمام مخلوقات بہت چھوٹی اور معمولی نظر آتی ہیں۔ دنیا کے تمام علوم اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی منسوب ہیں اللہ تعالیٰ ہی سب عالموں کا عالم ہے' دنیا و آخرت کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ علم رکھنے والی ذات اللہ ہی کی ہے' انسانوں کو اپنے نائب کے طور پر جو علم دیا ہے وہ بھی اللہ کا ہی دیا ہوا ہے۔

مشہور محقق علامہ سید شریف علی بن محمد حبر جانی کی تحقیق کے مطابق' مخلوقاتِ الٰہی کی ہر جنس پر عالم کا اطلاق ہوتا ہے۔

Marfat.com

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦﴾

ترجمہ:۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا' زبردست غالب' بہت ہی مہربان۔ (السجدہ۔ ٦)

آیتِ کریمہ میں اللہ جلِ شانہُ کی کئی صفاتِ عالی کا ذکر ہوا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی بے حد وحساب' بے شمار صفات عالی کا مجموعہ ومظہر ہے۔ انسانی ذہن صفاتِ الٰہی کے بارے میں صرف ایک مقررہ حد تک ہی سوچ سکتا ہے' وہ بھی صرف اتنا ہی جس قدر خود ربِّ کائنات نے بتادیا ہے' اللہ تعالیٰ ایسا صاحبِ علم ہے جس سے کائنات اور ماورائے کائنات کچھ بھی پوشیدہ نہیں کیونکہ کائنات اور ماورائے کائنات سب کا سب جو آسمانوں میں ہے اور اس سے بھی اوپر ہے اور زمین پر ہے اور زمین کے اندر ہے وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی تخلیق ہے' اپنا پیدا کیا ہوا ہے۔ جتنا چاہا ظاہر کیا اور جتنا چاہا پوشیدہ رکھا وہ تو سب اس کے علم میں ہے' سب اس پر روشن ہے۔

کائنات کی ہر ہر چیز پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری طرح غالب ہے کوئی طاقت اس کے ارادے' اس کے راستے میں نہ مزاحم ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس کے کسی حکم کو روک سکتی ہے' ہر شے اس سے مغلوب ہے۔ وہ ساری کائنات کا نظام خود اکیلا ہی چلا رہا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کے مقابلے میں آسکے یا اس کے ارادے مین مداخلت کر سکے' وہ بے پناہ قوت واقتدار کا مالک وحاکم ہے اس کا علم بے پناہ ہے۔ اس سب کے باوجود وہ بڑا ہی رحیم' کریم وشفیق ہے اپنے بندوں سے خصوصاً اور دیگر مخلوقات سے عموماً بڑی مہربانی بڑی ہی محبت فرماتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۸)

الرَّافِعُ

(بلند کرنے والا)

رفیع: رفع سے صفتِ مشبہ واحد مذکر ہے۔ بلند کرنے والا' بلند ہونے والا' بلندی پر فائز ذات' بلند درجات والا' بلند مرتبوں والا' شریف' بلند آواز والا۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ بلند درجوں والا' عرش کا مالک وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے' تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ (المومن۔۱۵)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تین صفاتِ کمال بیان کی گئی ہیں' رفیع الدرجات یعنی وہ اپنی مخلوقات کے درجات ومراتب کو اپنی صفتِ خاص کے باعث بلند کرنے والا ہے' اس کے دوسرے معنی رفیع بمعنی رافع ہو تو اس کا مفہوم ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان سب سے بلند ہے' کوئی چیز کسی بھی طرح کسی بھی حیثیت سے اس کی ہم سر نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی دوسری صفتِ الٰہی ذوالعرش یعنی وہ عرش کا مالک ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہ صرف کائنات کے تمام ظاہر وباطن کا مالک تو ہے ہی' وہ ذاتِ الٰہی ایک ایسے عظیم الشان تخت کا بھی مالک ہے جو تمام

Marfat.com

عالمِ امکان کی فرمانروائی، اقتدار وحاکیت والا ہے، ہر چیز اس عرش عظیم کے مالک کے تصرف میں ہے۔ اس کی اجازت ومشیت کے بغیر ایک پتہ تک جنبش نہیں کر سکتا نہ کوئی ذرہ نہ کوئی زندگی نہ موت، نہ عزت ودولت، صحت وبیماری نہ غربت وثروت اس کی مرضی وحکم کے بغیر حاصل ہو سکتی ہے یہ سب چیزیں وکام اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہیں۔ تیسری صفتِ الٰہی جو آیتِ طیبہ میں بیان فرمائی گئی وہ ہے یلقی الروح، روح سے مراد یہاں وحی الٰہی ہے جو انسان کی اخلاقی وروحانی اور مذہبی ترقی ونشوونما کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح زمین کی نشوونما کے لئے بارش اور موسم ضروری ہیں ایسے ہی انسان کی نشوونما کے لئے ہدایاتِ الٰہی ضروری اور اہم ہیں۔ وحی ہر کسی پر ربِّ ذوالجلال نازل نہیں فرماتا اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کام کے لئے چن لیتا ہے، اس پر وحی نازل کر کے اسے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ وحی کا نزول اللہ کا فضل وکرم ہے کیونکہ جب اللہ کسی کو وحی کے لئے چن لیتا ہے تو وہ ہستی اللہ کی پیغام بر ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کو حکمِ الٰہی کے مطابق آگاہ کرتی ہے، بتاتی ہے کہ انہیں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا، کیا درست ہے اور کیا غلط ہے وہی ہستی لوگوں کو سمجھاتی ہے، بتاتی ہے کہ اللہ کیسا صاحبِ قدرت وحکمت ہے۔ ایک روز سب کو یعنی انسانوں کو، جنوں کو، شیاطین کو اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے اور دنیا میں کیئے گئے اعمالِ صالحہ اور اعمالِ بد کا حساب دینا ہے۔ انسان اس دنیا میں اپنی آخرت کی تیاری کرتا ہے، اس تیاری کے سلسلے میں نبی، پیغمبر، رسول اپنی امت کے لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے ہیں اللہ کی ہدایات وقوانین سے آگاہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرتے رہے ہیں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ:۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا، اور اللہ بڑا ہی زبردست قوت رکھنے والا اور حکمتوں والا ہے۔ (النساء۔۱۵۸)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ رفیع کے ساتھ ساتھ اس کی قوت وحکمت کا بھی

Marfat.com

ذکر کیا گیا ہے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ بڑی قدرت وقوت والا ہے وہ جو چاہے‘ جیسے چاہے کرسکتا ہے۔اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔قرآنِ کریم کی نص صریح سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا‘ یہ بات متواتر صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ یہ احادیث‘ حدیث کی تمام کتابوں کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں بھی وارد ہیں۔ان احادیث میں آسمان پر اٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب ان کے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نزول کا اور دیگر بہت سی باتوں کا تذکرہ ہے۔امام ابن کثیر نے تمام روایات کا ذکر کر کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔”پس احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث متواتر ہیں اُن احادیث کے راویوں میں حضرت ابوہریرہ‘ حضرت عبداللہ بن مسعود‘ حضرت عثمان بن ابی العاص‘ حضرت ابوامامہ‘ حضرت نواس بن سمعان‘ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص‘ حضرت مجمع بن جاریہ‘ حضرت ابی سریحہ اور حضرت حذیفہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ان احادیث میں حضرت عیسیٰ کے زمین پر نزول کی صفت اور جگہ کا بیان ہے۔آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ رفع کا ذکر ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت ہے کہ وہ جسے چاہے‘ جس طرح چاہے بلند فرمائے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا نہ حیرت کی بات ہے نہ ہی کسی تعجب کی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معراج کی شب زندہ سلامت آسمانوں پر اٹھایا گیا اور تمام آسمانوں کی سیر کرانے کے بعد واپس زمین پر ان کے بستر پر پہنچا دیا گیا۔ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے سورۃ المنشراح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشادِ خاص فرمایا ہے۔”ورفعنا لک ذکرک“ اور ہم نے تیرا ذکر بلند کردیا۔آج دنیا خوب اچھی طرح دیکھ رہی ہے کہ کس طرح نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہو رہا ہے‘ ہر نماز میں ہر اذان میں غرض ہر ہر طرح‘ ہر ہر طرف ان کا ذکرِ جمیل بلند ہو رہا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۹)

اَلۡحَافِظُ اَلۡحَفِیۡظُ

(نگہبان' حفاظت کرنے والا)

حافظ: نگہبان' حفاظت کرنے والا' حفظ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ "حفظ" کبھی تو اس ہیئتِ نفس کو کہا جاتا ہے' جس کے ذریعے جو چیز سمجھ میں آتی ہے' قائم رہتی ہے اور کبھی دل میں یاد رکھنے کو کہتے ہیں جس کی ضد نسیان یعنی بھول ہے اور کبھی قوتِ حافظہ کے کام میں لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ہر قسم کی جستجو اور نگہبانی اور نگرانی کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور صفتِ الٰہی کے طور پر یہی آخری معنی نگران' نگہبان' حفاظت کرنے والا مراد ہیں۔

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِىۡ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ حَفِيۡظٌ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔ شیطان کو ان پر کوئی زور (اور دباؤ) حاصل نہیں تھا' مگر جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کا ماننے والا ہے اور کون اس کی طرف سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ (سبا۔۲۱)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے اور اہلِ ایمان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی غلط فہمی میں نہ رہیں کہ خود حق سے دور ہونے کا جواز شیطان کے سر ڈال دیں' انسانوں کے اس خیال کو کہ ہم تو

Marfat.com

نیکی کرنا چاہتے تھے، راہِ حق پر چلنا چاہتے تھے لیکن شیطان مردود نے ہمارا ہاتھ ایسا پکڑا کہ پھر چھوڑا ہی نہیں، اسی خیال اور غلط فہمی کو اللہ ربّ ذوالجلال دور فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی قدم قدم پر حفاظت ونگہبانی فرماتا ہے اس کا ارشاد ہے کہ ابلیس کو یہ طاقت حاصل نہیں ہے کہ انسان کا ارادہ تو اللہ کی فرمانبرداری واطاعت کرنے کا ہو مگر شیطان نے زبردستی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں نافرمانی کی راہ لگا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی اجازت وقدرت صرف اس حد تک دی ہے کہ وہ انسانوں کو بہکائے اور راہِ حق سے روک کر اپنے وسواس کے ذریعے انہیں ورغلا کر اپنے پیچھے لگالے جو لوگ اس کے بہکائے سکھائے میں آ کر اس کی پیروی کرنا چاہیں یہ ان کا اپنا اختیار ہوگا اور جو اس کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے اور اس کے پیچھے نہیں لگیں گے وہ بھی اپنے اختیار ومرضی سے ہی ایسا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا امتحان لینے کی غرض سے ہی شیطان کو یہ رعایت اور مہلت دی ہے کہ کون اس کا بندہ بن کر رہتا ہے اور کون شیطان کے بہکائے میں آ کر اپنے اختیار سے اللہ کا نافرمان بن جاتا ہے۔ یہ سارا انتظام واہتمام اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی آخرت کی زندگی کے فیصلے کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ جو لوگ آخرت اور اس کے بعد کی دائمی زندگی جس کی خبر قرآن حکیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوب اچھی طرح کھول کھول کر دے دی ہے اس پر کون یقین کر کے اپنی زندگی احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کے مطابق بسر کرتا ہے اور کون ان ہدایات واحکام الٰہی سے انحراف کر کے شیطان کا دامن تھام لیتا ہے۔

آیتِ طیبہ اور تمام قرآنِ حکیم اس حقیقتِ ربانی کو واضح کر رہا ہے کہ عقیدۂ آخرت کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں جو دنیا میں انسانوں کو راہِ راست پر قائم رکھنے کی ضامن ہو، اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو کہ اسے دنیا کی زندگی کے خاتمے کے بعد یعنی مرنے کے بعد ایک روز پھر دوبارہ زندہ ہو کر اپنی تمام زندگی کے اعمال وافعال کا حساب ربّ کائنات کے سامنے پیش ہو کر دینا ہے تو اس کا لازماً نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا کی زندگی میں بڑے پھونک پھونک کر قدم رکھے گا اور اپنے ہر قدم پر اللہ

Marfat.com

کے خوف سے لرزتا رہے گا اور کوشش میں لگا رہے گا کہ کسی بھی طرح احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ وہ پورے احساس ذمہ داری سے اپنی زندگی بسر کرے گا۔

اور جو لوگ آخرت اور آخرت کے بعد کی زندگی کے بارے میں شک وشبہ میں پڑے ہوتے ہیں وہ دراصل شیطان کے چنگل میں پھنسے ہوتے ہیں انہیں شیطان یہ یقین دلاتا ہے کہ یہ دنیا کی ہی زندگی سب کچھ ہے' مرنے کے بعد تو تجھے مٹی میں مل جانا ہے اور بس سب کچھ یہیں ختم ہو جائے گا' اس لئے جو کچھ کرنا ہے اسی زندگی میں کرلے پھر موقع ہاتھ نہیں آئے گا پھر تو سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا اور جو انسان اس کی بات پر کان دھرتا ہے وہ احکامِ الٰہی سے خود کو گمراہ کر لیتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عمل قول وفعل یہاں تک کہ اس کی اچھی بری سوچوں تک سے پوری طرح باخبر رہنے والا ہے وہی اس کی اس دنیا کی زندگی اور اس کے بعد آنے والی آخرت کی دائمی زندگی عطا کرنے کے بعد نگہبانی وحفاظت کرنے والا ہے' اگر انسان اللہ کی نگہبانی وحفاظت میں رہنا چاہتا ہے تو لازماً اسے اللہ کے احکام وہدایات پر عمل پیرا ہونا ہی پڑے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۸۰)

اَلۡمُنۡتَقِمُ

(مجرموں کو سزا دینے والا)

المنتقم: اس صفتِ الٰہی کا اصل مادہ (ن ق م) ہے اسی سے انتقام بنا ہے اس کے بنیادی معنی ہیں، راستے کا درمیانی حصہ جس پر چلنے والا خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

المنتقم کے معنی، انتقام لینے والا، سزا دینے والا، بدلہ لینے والا، یہ صفتِ الٰہی اللہ کے غضب و غصے کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے تمام مجرموں سے جو احکامِ الٰہی اور ہدایاتِ الٰہی سے بغاوت کر کے انحراف کرتے ہوئے کفر و شرک اور دیگر جرائم کرتے ہیں اور جو نہ معافی مانگتے ہیں اور نہ ندامت کا اظہار کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ سزا دیتا ہے اور ان سے نافرمانی اور بغاوت کا بدلہ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ سرکشوں، کافروں، مشرکوں، سے خوب بدلہ لیتا ہے اور انہیں بجا طور پر سزا دیتا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی قوم یا فرد کو اس دنیا میں سزا دیتا ہے تو اس کا مقصد مجرم کی اصلاح ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے سبق تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور راہِ راست پر آ جائیں اور احکامِ الٰہی اور ہدایتِ الٰہی کو اپنا لیں۔ اللہ کا قانونِ مکافات اپنا کام کرتا رہتا ہے جس کے مطابق قوموں اور افراد کے غلط اور نقصان رساں کاموں کے نتائج رونما ہو کر اللہ کے عذاب اور غصے کو ظاہر کرتے ہیں تا کہ دوسرے لوگ اسے سمجھیں اور راہِ حق پر جم جائیں۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم اور شفقت کرنے والا

Marfat.com

نگہبان پروردگار ہے یہ صفت اس کے غصے اور ناراضگی کی صفت ہے جس سے ہر انسان کو بچنا چاہئے اور ہر دم ہر قدم اللہ کی رضا و خوشنودی میں لگا رہنا چاہئے۔

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُونَ ﴿۴۱﴾ أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔اب تو ہمیں ان کو سزا دینی ہے' خواہ تمہیں دنیا سے اٹھالیں' یا تم کو دکھا دیں' جس کا ان سے وعدہ کیا ہے' ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ (الزخرف۔۴۱۔۴۲)

آیتِ طیبہ میں اللہ ذوالجلال کی صفتِ منتقم کا اظہار ہو رہا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما رہا ہے۔ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ جھٹلانے والوں' نافرمانوں کو سزا دیں' ان سے انتقام لیں' آپ کے ہوتے ہوئے بھی ایسا ہو سکتا ہے اور آپ کے بعد بھی۔ اگر دنیا میں ہی ہماری مشیت کا تقاضہ ہوا تو' ورنہ بصورتِ دیگر عذاب آخرت سے تو وہ کسی صورت نہیں بچ سکتے۔ اللہ کی یہ قدرت وقوت ہے کہ وہ جب چاہے اپنا عذاب نازل فرما دے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے' ہر ہر چیز پر اسے پورا پورا اختیار و اقتدار حاصل ہے' کوئی اسے روکنے' ٹوکنے والا نہیں ہے وہ اپنی مرضی کا مالک ومختار ہے' چونکہ اس قادرِ مطلق نے اپنے محبوب اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا اس لئے ان کی امت جو تمام انسانیت پر محیط ہے کو کسی عذاب سے دوچار نہیں کیا لیکن اس کا مقصد یہ نہیں کہ ان پر اللہ کی نافرمانی وسرکشی کا عذاب نہیں آئے گا' اگر دنیا میں وہ بچ گئے ہیں تو آخرت میں یومِ حساب تو پورا پورا حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو پوری قدرت وقوت حاصل ہے کہ وہ کسی کے ساتھ کیسا معاملہ فرمائے۔

إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا ۚ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ہم عذاب کو تھوڑا دور کر دیں گے' تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے۔ جس دن ہم بڑی ہی سخت پکڑ (گرفت) کریں گے تو بالیقین ہم تم سے انتقام لینے والے ہیں۔

Marfat.com

(الدخان ـ ۱۵ـ ۱۶)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی فطرت کونمایاں فرمایا ہے کہ جب انسانوں پرکوئی مصیبت، کوئی عذاب نازل ہوتا ہے تو وہ اس وقت سب کچھ بھول بھال کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس طرح اصحابِ فیل کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اوران کے ہمراہ دیگر سردارانِ قریش اس مصیبت کے وقت خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے اپنے تین سوساٹھ معبودوں کو بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ہی دعائیں مانگی تھیں اور کہا تھا کہ یہ تیرا ہی گھر ہے تو ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے، یہی انہوں نے ابرہہ سے کہا تھا جب اس نے ان کے اونٹوں پر قبضہ کرلیا تھا کہ تو میرے وانٹ واپس کردے جو تیرے لشکریوں نے پکڑے ہیں۔ باقی رہا خانہ کعبہ کا مسئلہ، جس کو ڈھانے تو آیا ہے وہ تیرا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، وہ گھر اللہ کا ہے، وہی اس کا محافظ ہے، تو جانے اور بیت اللہ کا مالک اللہ جانے۔ (السیر تفاسیر۔) (تفصیل کے لئے ہماری کتاب تفسیر سورۃ قریش وسورۃ فیل ملاحظہ کیجئے)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات جو تمام بندوں کا خالق وپروردگار ہے وہ اپنے بندوں کی فطرت سے خوب واقف وباخبر ہے۔ جس عذاب کا ذکر آیتِ کریمہ میں ہوا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد کا واقعہ ہے۔ کفار قریش جو مسلسل نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا گیا تھا، کی تمام محنت واستقامت تمام نصیحت کے باوجود کفارِ قریش وکفارِ مکہ نے منہ موڑ کر بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کردیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے ہو گئے تو ہجرت کا حکم ہوا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور محبوب نبی کا انتقام لینے کے لئے اہلِ مکہ پر سخت عذاب قحط کے ذریعے نازل فرمادیا مکہ اور اس کے گردونواح میں قحط سے ایسی نوبت آ گئی کہ زندگی کے لالے پڑ گئے لوگ مردار کتے تک کھانے پر مجبور ہو گئے، دانے دانے کو ترس گئے ان کے

Marfat.com

تمام کھیت کھلیان چراگاہیں سب ویران و برباد ہوگئیں ہر طرف خاک اڑنے لگی ہر طرف ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دھواں ہی دھواں پھیلا ہوا ہے' بھوک کی وجہ سے نقاہت سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ پر اپنے محبوب نبی کریم کا شہر ہونے کی وجہ سے بہت ہلکا عذاب نازل فرمایا تھا۔ بلآخر جب ان کے تمام جتن ناکام ہوئے'ان کی بتوں سے مانی منتیں' دعائیں سب اکارت ہوگئیں تب ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (نبی کریمؐ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور اولین دشمنوں میں بھی شامل تھے لیکن فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور فریاد کی کہ اللہ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو رہی ہے' آپ اپنے رب سے دعا فرمایئے کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ چنانچہ رسول کریم نے دعا فرمائی تو بارش برسنے لگی اور اہلِ مکہ کی قحط سالی ختم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے محبوب اور نبی آخر الزماں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب ہمارے عذاب کا کوڑا ان کی پیٹھ پر پڑا تو وہ بلبلا اٹھے اور منتیں کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم نافرمانی سے باز آجائیں گے لیکن ہمیں علم ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور اپنی نافرمانی اور کجروی سے باز نہیں آنے والے' ہم کچھ وقت کے لئے ان پر سے عذاب ٹال دیتے ہیں لیکن بتا دیتے ہیں کہ ہم ان سب کو بڑی سختی سے پکڑیں گے اور بدلہ لے کر چھوڑیں گے' ایسا یقیناً روزِ محشر ہوگا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۱)

اَلۡقَائِمُ

(باقی رہنے والا)

قائم: اسم فاعل واحد مذکر جمع قیام ہے مصدر' باقی رہنے والا' اپنی جگہ ہمیشہ رہنے والا' اپنی جگہ پر دوام اور ہمیشگی کے ساتھ کھڑا رہنے والا' نگران اس کا مادہ ''ق ا م'' ہے جو واحد مذکر غائب ہے اس کا مصدر قیام ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ مختلف معنوں کے لئے استعمال ہوا ہے' کھڑا ہونا یا کھڑا رہ جانا' ایک جگہ جم جانا اگر اس کے بعد علیٰ آئے تو نگرانی رکھنے کے معنی ہوں گے۔ اگر لام آئے گا تو تعظیم و لحاظ رکھنے کا مفہوم ہوگا اور اگر باء آئے تو ادا کرنے کا مطلب ہوگا اور اگر الیٰ آئے تو ارادہ اور استقبال مراد ہوگا اور اگر عین ہو تو ہٹ جانے کی غرض ہوگی۔

اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۭ بِمَا كَسَبَتۡ

ترجمہ:۔ آیا وہ اللہ جو نگہبانی کرنے والا ہے' ہر نفس کی' اس کے کئے ہوئے اعمال کی۔

(الرعد۔۳۳)

آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ جلِ شانہٗ اہلِ ایمان کو آگاہ فرما رہا ہے کہ تمہیں بس یونہی نہیں

Marfat.com

چھوڑ دیا گیا ہے تمہارے ہر ہر عمل، قول و فعل کی براہِ راست نگرانی کر رہا ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت قائم، آیت کریمہ میں نگرانی و نگہبانی کے معنی میں آئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر ہر نفس پر نگراں ہے، ہر حال میں اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے، کیا کرنے والا ہے، ظاہر میں اور چھپے ہوئے میں بھی انسان جو کچھ کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سب دیکھ رہا ہے، اللہ کی ذاتِ عالی ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ قائم اور موجود رہنے والی ہے باقی تمام اللہ کی مخلوق ہیں جنہیں اس نے اپنی قدرت وقوت سے پیدا فرمایا ہے اس نے اپنی تمام تخلیقات کو دنیا میں ایک مخصوص وقت تک کے امتحان کے لئے پیدا فرمایا ہے ۔وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اللہ، ایک روز سب کو فنا کے گھاٹ اتار دے گا۔ بس خود قائم وموجود رہے گا پھر سب کو از سرِ نو اپنی قدرتِ کاملہ سے بالکل نئی زندگی عطا کر کے جو دنیا کی زندگی سے قطعی مختلف اور دائمی ہوگی اپنے سامنے جمع کر لے گا تاکہ حساب لے سکے۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۞

ترجمہ:۔ پھر اپنے تختِ سلطنت پر (قائم) جلوہ افروز ہوا۔ (الاعراف ۵۴۔ یونس ۳۔ الرعد۔۲)

آیتِ طیبہ میں لفظ استوا آیا ہے جس کے معنی علو، استقرار یعنی قائم ہونا ہے۔ سلف نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر بلند اور مستقر ہے کس طرح، یہ اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ قرآنِ حکیم ہمیں جتنا بتاتا ہے ہمیں اس سے آگے سوچنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ کائنات تخلیق فرمائی اور اس کا تمام نظامِ حیات، نظامِ حرکت ومعاشرت بنایا تو پھر تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ اپنے عرشِ عظیم پر تشریف فرما ہوا دیں

Marfat.com

سے وہ سب امورِ سلطنت کی نگرانی کر رہا ہے اور اپنی تمام مخلوقات کی پرورش بھی کر رہا ہے۔ جب وہ روزِ آخرت اپنے ایک حکم سے قیامت برپا کردے گا اور سب کچھ فنا ہو جائے گا یہاں تک کہ عرشِ عظیم کو اٹھانے والے فرشتوں اور ملک الموت کو بھی موت آ جائے گی تو وہ ربِّ عظیم جس کی صفتِ عالی القائم ہے وہ اپنے عرشِ عظیم پر اکیلا باقی اور قائم رہے گا سب کچھ ختم ہو جائے گا سب کو موت آ جائے گی، بس باقی ذاتِ الٰہی رہے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ربِّ ذوالجلال پھر اپنا ایک حکم ''کن'' کہے گا تو سب کچھ ہو جائے گا سب ازسرنو زندگی پا کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس وقت زندگی پانے والے صرف وہی لوگ یا مخلوق نہیں ہوگی جو حشر برپا ہونے پر فنا کے گھاٹ اترے ہوں گے بلکہ روزِ آفرینش آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کے تمام نفوس جوڑے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور اپنے اپنے نامۂ اعمال کی ساتھ میدانِ حشر میں اللہ ذوالجلال کے روبرو اپنے اپنے نامۂ اعمال کے مطابق فیصلے کے منتظر ہوں گے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(٨٢)

المُحۡیِی

(زندہ کرنے والا)

محی: اسم فاعل واحد مذکر مفرد مضاف' احیاء مصدر' ہے معنی زندہ کرنے والا' حیات بخشنے والا' زندگی بخشنے والا' زندگی کی نعمت بخشنے والا' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ خاص ہے کہ صرف اور صرف اس ذاتِ عالی کو یہ اختیار وقدرت ہے کہ وہ زندگی بخش سکے' وہی زندگی دیتا ہے اور حیاتِ نو یعنی دوبارہ بھی وہی زندگی دینے والا ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ہستی ہے جس نے بے جان مادّے یعنی سڑی ہوئی بدبودار مٹی کے مادّے سے انسان کو پیدا فرمایا۔ یہ سڑا ہوا بدبودار مادہ یعنی کالی بھجنگ مٹی بھی اللہ تعالیٰ کی ہی پیدا کی ہوئی تھی۔ اسے سڑایا اور بدبودار بھی اللہ نے ہی اپنے حکم سے بنایا تاکہ انسان سمجھ لے کہ اس کا مادہ تخلیق کیسا ہے وہ اس کو یاد رکھے اور کسی طرح تکبر اور بڑائی میں مبتلا نہ ہو اور اپنے رب کی کبریائی وحمد وثنا کرتا رہے اور اپنی تخلیق اور پرورش نگہداشت پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا رہے کیونکہ انسان کی زندگی کے تمام اعمال پرورش ونگہداشت سب کے سب قوانین الٰہی اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کے مظہر ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی کم یا زیادہ ہو جائے تو انسانی زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔ یہ تو سارا نظامِ کائنات وحیات سب کا سب اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت وتدبر سے نافذ فرمایا ہے' وہی قادرِ مطلق یہ قوت وقدرت رکھتا ہے کہ سب کو مار کر دوبارہ زندہ کر سکے اور ایسا یقیناً

Marfat.com

وہ ایک روز کرنے والا ہے جس کی تیاری انسان کو کرنا ہے۔

فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: دیکھو اللہ کی رحمت کہ وہ مردہ پڑی ہوئی زمین کو کس طرح زندہ کر دیتا ہے یقیناً وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔ (الروم۔۵۰)

آیتِ طیبہ میں ربِّ ذوالجلال کی صفتِ الحی کا ذکر ہے جس کے معنی مردے کو زندہ کرنے والے کے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی ہی ہے جو یہ قوت وقدرت رکھتی ہے کہ وہ نہ صرف مردوں کو زندہ کر سکے بلکہ اسی خالق ومصور نے بغیر کسی مثال ونمونے کے انسان کو پہلی بار بھی پیدا کیا یہ خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ انسان کو نہ صرف پیدا فرماتا ہے اور اس کی ہر طرح سے دیکھ ریکھ اور نگہداشت وپرورش بھی کرتا ہے۔

آیتِ کریمہ میں مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں جو ارشاد ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ جو قوت وقدرت تمہیں پہلی بار کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے پیدا کر سکتی ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ تمہیں مردہ سے زندہ کر دے۔

انسان ہر روز اپنے اردگرد یہ تماشہ دیکھتا ہی رہتا ہے کہ بنجر زمین کو کس طرح اللہ اپنی رحمت سے سرسبز وشاداب کر دیتا ہے۔ یعنی مردہ پڑی زمین میں زندگی دوڑ جاتی ہے۔ اس کے لئے انسان کو اپنی عقل پر زور دینے کی قطعی ضرورت نہیں کہ اللہ کس طرح بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے وہ تو قادرِ مطلق ہے جس طرح جو چاہے وہ کر سکتا ہے۔ یہ تو قرآنِ کریم کا اعجاز ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت سے آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ یہ سارا عمل بھی انسان کی فلاح وبھلائی کے لئے ہی ہے ورنہ اللہ کو نہ تو انسانوں کی اور نہ کسی دوسری مخلوقات کی اطاعت وبندگی کی ضرورت ہے۔ ساری اطاعت وبندگی کا فائدہ تو اطاعت کرنے

Marfat.com

والوں کو ہی پہنچتا ہے' اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی تو ہر چیز سے' ہر طرح سے بے نیاز ہے' زمین پر ہر طرح کی زندگی اللہ رحیم کی رحمت کے مظاہر ہیں۔

اللہ کے تمام وعدے سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ایک روز تمام لوگوں کو اٹھائے گا اور ان کے اچھے برے اعمال کے مطابق ان کا فیصلہ فرمائے گا تو یقیناً وہ ایسا کرنے کی بھرپور قوت وقدرت رکھتا ہے' وہ ایسا ضرور بلضرور کرے گا۔ دنیا کی زندگی کے لئے انسان کو دیئے گئے اختیار کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اپنے اعمال کے ذریعے اپنی آخرت کی زندگی کا خود فیصلہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ تو روزِ محشر انسانوں کے اعمال ناموں کے مطابق ان کا فیصلہ صادر فرمائے گا۔ وہ ہر چیز پر' ہر ہر طرح سے قادر ہے' جس کو چاہے گا وہ مالک الملک وہ رحیم وکریم اپنے فضل سے معاف بھی فرماسکتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:۔ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین دبی دبائی پڑی تھی' پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ یکا یک بھبھک اٹھتی ہے۔ (تروتازہ ہو جاتی ہے) اور ابھرنے لگتی ہے۔ یقیناً جو اللہ اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہ مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (حم السجدہ۔۳۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھانے کے مختلف انداز اور طریقے استعمال فرماتا ہے اور اپنے بندوں سے اپنی عظیم اور بلند ترین سطح سے اتر کر ان کی سطح پر ان کے اپنے لہجے میں بات کرتا ہے تاکہ وہ بات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ آیتِ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیوں میں سے ایک کا تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ منظر انسانی آنکھیں ہر طرف ہر سال دیکھتی ہیں' لیکن اس کی گہرائی اور گیرائی سمجھ نہیں پاتیں۔ زمین جو بالکل خشک بنجر اور چٹیل میدان نظر آرہی ہوتی ہے' جہاں خاک اڑرہی

Marfat.com

ہوتی ہے، اُسی زمین کی زندگی یعنی سرسبزی وشادابی کے دور دور نشان نظر نہیں آ رہے ہوتے یہاں تک کہ گھانس پھونس، بیل بوٹے، پھول پتی تو اپنی جگہ اکثر تو حشرات الارض تک نظر نہیں آتے اور جیسے ہی برسات کا موسم آیا اور بارش کے ایک دو چھینٹے پڑے تو، وہی خشک وچٹیل زمین ابلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سرسبزی شادابی ہی شادابی نظر آنے لگتی ہے اور اسی زمین میں جہاں حشرات الارض کا دور دور نام ونشان تک نہیں تھا وہ بھی یکا یک نمودار ہو کر نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ مناظرِ فطرت انسان اپنی زندگی میں بار بار کم از کم ہر سال ضرور دیکھتا ہے۔ نہ صرف اس مردہ زمین کا زندہ ہونا بلکہ مظاہرِ قدرت کا کائنات کے چپے چپے میں قدرتِ الٰہی کے مناظر پیش کرنا، سب کے سب انسان دیکھتا ہے اور پھر بھی اسے یہ یقین نہیں ہوتا کہ وہ مالک الملک وہ صاحبِ قدرت وقوت، وہ محی سب انسانوں کو اسی طرح دوبارہ جلا اٹھائے گا، اُس کی قوت وقدرت سے سب کچھ ممکن ہے، یقیناً وہ پوری طرح ہر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اُس کے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں سب کچھ ممکن ہی ممکن ہے وہ قادرِ مطلق ہے، اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ثانی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۳)

اَلۡجَامِعُ

(اکٹھا کرنے والا' جمع کرنے والا)

جامع: اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جمع کرنے والا' اکٹھا کرنے والا' یہ صفتِ الٰہی ہے اس کے معنی ہیں خلقت کو جمع کرنے والا' ایک مقام اور ایک وقت پر سب کو حاضر کرنے والا' تکمیل کرنے والا' مکمل کرنے والا' سب پر حاوی' سب کو شامل کرنے والا' سب کو اپنے اختیارات کی وسعت اور احاطہ میں رکھنے والا' اس کے اصل معنی ہیں کہ اللہ جل شانہٗ قیامت کے روز سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کردے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفتِ عظیم کے ذریعے روز جزا سب اولین و آخرین کو ایک جگہ جمع کردے گا اور وہی ان کا ان کے نامہٗ اعمال کے مطابق جو اُس روز ہر کسی کے ہاتھ میں ہوگا فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفتِ الجامع بڑی اہم اور عظیم صفتِ الٰہی ہے' وہ اپنی اسی صفتِ عظیم کے حوالے سے سب کو زندہ کرکے ایک جگہ جمع کردے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡكٰفِرِيۡنَ فِىۡ جَهَنَّمَ جَمِيۡعَا ۙ﴿۱۴۰﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

(النساء۔۱۴۰)

آیتِ کریمہ کے ذریعے اہلِ ایمان کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ تم ہوشیار رہو منافقین اور کفار سے اپنے آپ کو الگ رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی باتوں میں ان کی مجالس میں شامل ہو کر تم اپنی عاقبت خراب کرلو۔اہلِ ایمان کے ایمان کی بڑی نشانی اللہ کے لئے حمیت' اللہ کے دین کے لئے حمیت ہے۔حمیت درحقیقت ایمان کی نشانی ہے اور جب انسان آپ اپنے ارادے واختیار سے منافقین اور مشرکین اور کفار کے ساتھ دوستی کرتا ہے' ان سے ملتا جلتا ہے' ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے' ان کی خراب اور لغو باتوں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف باتیں سن کر مروتاً خاموشی اختیار کرلیتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ان منافقین میں ہی شمار ہوگا کیونکہ اس طرح وہ ثابت کردے گا کہ اس کی حمیت دین ختم ہوچکی ہے' جو شخص کسی بھی مجلس میں اپنے دین کے ساتھ مذاق سنے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے دین کا دفاع کرے یا اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے لیکن اگر اس نے چشم پوشی سے کام لیا اور خاموش رہا تو یہ اس کی پہلی شکست ہوگی اور ایسی حالت میں انسان کفر اور ایمان کے درمیان معلق ہوجاتا ہے۔اسلام ایسی تمام مجالس میں بیٹھنے سے منع کرتا ہے' روکتا ہے جن میں آیاتِ الٰہی کا کفر کیا جاتا ہو' ان کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہو۔اللہ نے اہلِ ایمان کو ایسی مجالس سے قطعی الگ رہنے کا حکم دیا ہے۔اگر کوئی مسلمان منافقین کا ساتھ دے گا تو وہ بھی ان میں ہی شمار ہوگا۔اللہ تعالیٰ آیتِ کریمہ کے ذریعے منافقین و کفار کے حشر سے اہلِ ایمان کو خبردار کررہا ہے کہ اللہ اُن سب کو جہنم میں جمع کردے گا جو دنیا میں آیاتِ الٰہی' احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کا مذاق بناتے تھے اور کفر کرتے اور

Marfat.com

منافقت کے رویے اپناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام منافقین کے انجام سے اہلِ ایمان کو باخبر کر دیا ہے تا کہ وہ اپنی آخرت کی خیر منائیں اور خود کو جہنم کی آگ سے بچانے کا بندوبست کر لیں۔

اسلام میں اُمت صرف اسلام و ایمان سے بنتی ہے۔ اُمت کے معنی یہ نہیں کہ کسی قوم و نسل کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر رہنے لگیں اور وہ ایک اُمت بن جائیں۔ اسلام کا نظریہ حیاتِ اُمت مختلف ہے۔ اسلام میں اُمت اہلِ ایمان کے مجموعے کا نام ہے اس میں رنگ و نسل قوم قبیلے کی کوئی قید نہیں۔ تمام اہلِ ایمان، تمام صاحبانِ ایمان چاہے وہ کہیں بھی اور کسی بھی جگہ رہتے ہوں ایک اُمت کہلائیں گے۔ اگر کسی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئیں اور باقی کفر کرتے رہیں تو وہ اپنی قوم کی بنیاد پر مسلمان اُمت کا حصہ نہیں بن سکیں گے، ہاں جو ایمان لے آئیں گے، اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت و غلامی میں دے دیں گے، وہ اُمتِ مسلمہ کا حصہ بن جائیں گے اس لئے اللہ نے وضاحت فرمادی ہے کہ تمام کفار و منافقین کو اللہ جہنم میں جمع کر دے گا چاہے وہ کسی قوم رنگ و نسل اور قبیلے کے رہنے والے ہوں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (العمران۔۹)

اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا ہی رحیم و کریم ہے اپنے بندوں سے بڑی ہی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ اپنے بندوں کی بھلائی و بہتری کے لئے اپنے خاص کلمات کی تعلیم فرمائی ہے کہ اُس کے بندے ہر حال اور ہر وقت صرف اُس سے ہی

Marfat.com

رجوع کیا کریں تمام قرآنی دعائیں حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پناہ اور بے حد حساب شفقت کی مظہر ہیں۔آیتِ کریمہ اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریائی اور اس کی قدرتِ کاملہ کی آئینہ دار ہے۔ اس آیتِ طیبہ کے سوا بھی اور کئی آیاتِ الٰہی میں اہلِ ایمان کو خبردار کیا گیا ہے تاکہ اہلِ ایمان پوری طرح خبردار ہو جائیں کہ ان کا رب' ان کا مالک و مولا کس قدر با اختیار' قوت و قدرت والا ہے۔اس نے یہ دنیا کی مختصر زندگی بس یونہی عیش و آرام میں گزارنے کے لئے نہیں عطا فرمائی بلکہ اس کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی اور اہم ہے دنیا تو انسانوں کے لئے ایسی امتحان گاہ ہے جس کے ایک ایک پل' ایک ایک لمحے کا حساب دینا ہوگا اور اسی حساب کتاب کے لئے ربِ کائنات و خالق و مالک ایک روز اپنی عدالتِ عظمیٰ سجائے گا۔اس روز سب کو حضرت آدم سے لے کر روزِ آخر تک پیدا ہونے والوں کو اپنے سامنے جمع کرلے گا۔یقیناً ایسا کرنے پر وہ پوری طرح قادر ہے۔یقیناً روزِ محشر' روزِ حساب سب انسانوں کو اور ان مخلوقات کو جن جن کو اس مولائے رحیم و کریم نے تھوڑا یا بہت ارادے کا اختیار عطا فرمایا ہے ان سے حساب لینے کے لئے اپنے سامنے جمع فرمالے گا۔ایسا کرنے کا اس خالق و مالک رب کو پورا اختیار و قدرت ہے یقیناً وہ ایسا ہی کرے گا کیونکہ اس نے کبھی کوئی وعدہ ایسا نہیں کیا جو پورا نہ ہو سکے یا وہ صاحبِ قدرت پورا نہ کر سکے۔اسے پوری قدرت و قوت حاصل ہے کہ اپنے تمام وعدے وہ ضرور پورے کرے' اس میں کسی کو بھی کسی طرح شک نہیں ہونا چاہئے کہ وہ صاحبِ قوت و اقتدار اپنے وعدے پورے نہ کرے یا نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۴)

اَلۡمَلِیۡکُ

(ملکیت رکھنے والا)

الملیک' ملک مبالغے کا صیغہ ہے' یعنی سب سے بڑا بادشاہ۔ سارے جہاں کا حکمران' شہنشاہوں کا شہنشاہ' ایسا بااختیار وقدرت کا مالک جو چاہے وہ کرسکتا ہے' سب سے طاقتور تمام قدرتوں' قوتوں اور اختیارات کا مالک' ایسا حکمران' بادشاہ جس کا حکم بحروبر' زمین وآسمان غرض کائنات کے ذرّے ذرّے پر چلتا ہے یہ ربّ کائنات کی صفتِ خاص ہے۔ جس کا نہ کوئی ثانی ہے نہ شریک' وہ ہر ہر طرح سے مختارِ کل ہے۔

فِیۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِیۡکٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔ سچی عزت کی جگہ بڑی قدرت واقتدار والے شہنشاہ کے قریب۔ (القمر۔۵۵)

آیتِ طیبہ میں اہلِ ایمان کو خوش خبری سنائی گئی ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی کے ہر عمل' ہر قدم' ہر قول وفعل کو احکامِ الٰہی کے مطابق اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیں گے یعنی اپنا بولنا چالنا' اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' غرض ہر لمحہ اپنی زندگی کو اطاعتِ الٰہی میں گزاریں گے اور ہر قسم کی دانستہ غلطی سے ہمیشہ کوشش کر کے بچتے رہیں گے اور نادانستہ ہونے والی غلطیوں پر فوراً اظہارِ ندامت وشرمندگی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں گے' ایسے ہی اہلِ ایمان کو خوش خبری سنائی

Marfat.com

جا رہی ہے کہ روزِ آخرت انہیں نہایت قابلِ عزت قربِ الٰہی حاصل ہوگا جو نہایت اطمینان وسکون کی جگہ ہے، اس قربِ الٰہی میں انہیں شفقت ومحبت کا احساس ہوگا وہ ہر طرح سے مطمئن وپرسکون ہوں گے جبکہ دیگر مخلوقِ الٰہی شدید گھبراہٹ، بے چینی اور خوف میں مبتلا ہوگی، اللہ کے قرب پانے والے چونکہ دنیا میں اپنی زندگی اطاعت وبندگی اور تمام عبادات احکام وقوانینِ الٰہی کے مطابق بسر کرتے رہے تھے، اپنا ہر قدم اللہ سے ڈرتے ہوئے اٹھاتے رہے تھے اور ہر وقت، ہر طرح اللہ کی مرضی ومنشا کے مطابق ڈرتے ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے اس لئے انہیں نہ صرف قربِ الٰہی حاصل ہوگا اور وہ بے خوف وخطر بھی ہوں گے کیونکہ یہ نظامِ الٰہی ہے کہ وہ کسی دل میں دو ڈر وخوف جمع نہیں فرماتا کہ وہ جو دنیا میں بھی اس سے ڈرتے رہے ہوں، وہ روزِ آخرت بھی ڈر میں مبتلا رہیں۔ یقیناً ایسے صالح افراد اس میدانِ حشر میں جہاں ہر طرف ہولناک خوف طاری ہوگا ہر شخص اپنا اپنا نامۂ اعمال لئے کانپ رہا ہوگا۔ اہلِ ایمان عزت وتکریم کے ساتھ بڑے ہی سکون واطمینان سے جگہ پائیں گے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۵)

الۡمُتَعَالُ

(بے حد غالب)

المتعال: اسم فاعل تعالیٰ سے واحد مذکر ہے اس کا مادہ (ع ل و) امام راغب اصفہانی کے مطابق متعال' عالی سے زیادہ مبالغے پر دلالت کرتا ہے یعنی عالی کے معنی بزرگ' عالی مرتبہ' برتر' غالب جبکہ متعال کے معنی بہت زیادہ بزرگ' بہت غالب' بہت برتر' بلند مرتبہ' بہت باعزت' المتعال' علو سے یعنی پستی کی ضد ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے درجات' مرتبے بلند فرماتا ہے' انہیں عزت وشرف اور بزرگی بخشتا ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہستی وہ ہے جو ہر حال میں بلند تر رہنے والی ہے' المتعال یہ خاص صفت الٰہی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوئی ہے۔

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ الۡکَبِیۡرُ الۡمُتَعَالِ ۝۹

Marfat.com

ترجمہ:۔(اللہ تعالیٰ) وہ ہر ظاہر و پوشیدہ کا عالم ہے (سب سے) بڑا اور (سب سے) بلند و بالا ہے۔(الرعد۔۹)

آیتِ کریمہ میں چار صفتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والا ہے' اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے چاہے وہ زمین کے اندر کتنے ہی نیچے چھپا ہو یا زمین پر کتنا ہی نمایاں اور ظاہر کیوں نہ ہو وہ بڑے علم والا' بڑا بزرگ اور قوت والا ہے۔ وہ ہر حال میں بالاتر رہتا ہے۔ لفظ کبیر اور متعال دونوں صفاتِ الٰہی بڑی عظیم اور اہم ہیں دونوں ہی ہم معنی بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے جو اسے چھوٹا یعنی صغیر بنا دیتا ہے' جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہر عیب و ہر نقص' ہر خرابی و برائی سے پاک ہے یہی اس کی صفتِ متعال و کبیر کی صفتِ عظیم ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۶)

النُّوۡرُ

(روشن کرنے والا)

النور: قرآن حکیم میں "نور" لفظ مختلف انداز سے استعمال میں آیا ہے سب کے معنی روشنی کے ہیں مختلف آیات میں روشنی سے مراد مختلف ہے ایک جگہ آگ کی روشنی' دوسری جگہ ایمان کی روشنی' تیسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی' احکامِ الٰہیہ کی روشنی' قرآنِ حکیم کی روشنی' اسلام کی روشنی' ہدایت کی روشنی' توحید و اعمال کی روشنی' اللہ کی تجلی کی روشنی' نور بمعنی منور روشن کرنے والا' دوسروں کو روشنی عطا کرنے والا' روزِ قیامت پل صراط پر نور ہوگا جس کے باعث پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا۔

جو چیز فی نفسہ ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کو ظاہر کرنے والی ہو اس کا نام نور ہے اور جب وجود کا مقابلہ عدم سے کیا جائے تو وجود میں ہی پورا ظہور پایا جائے گا' اللہ تعالیٰ کا وجود ایک نور ہے اس کی ذاتِ عالی سے ہی تمام اشیاء کو نور حاصل ہوتا ہے' آسمان و زمین کی موجودات میں سے ذرہ ذرہ اپنے وجود کے جواز سے اپنے موجد' اپنے خالق کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور اسی سے روشن ہوتا ہے۔

النور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ نور ہے قرآنِ حکیم میں صفتِ الٰہی کے طور پر صرف ایک بار آیا

Marfat.com

ہے اور مادی روشنی کے طور پر کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے یوں تو قرآنِ حکیم میں ایک پوری سورۃ النور موجود ہے روشنی چاہے مادی ہو فکری یا بصیرت کی سب اللہ تعالیٰ کی ہی عطا کردہ ہیں۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: ۔اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ (النور۔۳۵)

آیتِ مبارکہ میں لفظ نور صفتِ الٰہی کے طور پر آیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا تو پھر کچھ بھی نہ ہوتا نہ آسمان میں نور ہوتا نہ زمین میں نہ آسمان وزمین میں کسی کو ہدایت نصیب ہوتی پس وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی ہستی ہے جس نے آسمان وزمین کو روشن کیا ہے اس کی کتاب قرآنِ حکیم نور ہے اس کے رسول آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صفات میں نور ہیں یعنی اللہ اور اس کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں رہنمائی اور روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ پس اللہ اس کی ذات نور ہے اس کا حجاب نور ہے اور ہر ظاہری اور معنوی نور کا وہ خالق ہے اس کا عطا کرنے والا اور اس کی طرف ہدایت کرنے والا صرف ایک اللہ ہے (بخاری مسلم) (السیر التفاسر) اس آیتِ مبارکہ کی تشریح وتفسیر گزشتہ صفحات میں ذاتِ الٰہی کے وجود کے بارے میں آچکی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۷)

اَلۡهَادِیُ

(ہدایت دینے والا)

ھادی: اسم فاعل واحد مذکر اس کا مادہ (ھ د ی) ہدایت کرنے والا' سیدھا راستہ دکھانے والا' ھدیٰ کے معنی ہیں واضح' نمایاں اور روشن و منور' ہدایت سے مراد ایسی رہنمائی ہے جو نہایت واضح او رروشن ہو جو راہِ حق کا صاف پتہ دیتی ہو اور سیدھے راستے پر چلاتی ہو' ہر طرح کی ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے ہے اسی لئے وہ ھادی ہے' یوں بھی ہر طرح کی ہدایت و رہنمائی تو اللہ کی ہی طرف سے ملتی ہے۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گناہ گاروں کو بنا دیا ہے' اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔ (الفرقان۔۳۱)

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی' حوصلہ افزائی کے لئے انہیں باخبر فرما رہا ہے کہ کفارِ مکہ اور قریش کے جو تمہاری اپنی قوم کے افراد ہیں اگر تمہاری مخالفت کر رہے ہیں تو اس سے گھبرا مت جاؤ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' ایسا پہلے بھی ہوتا رہا ہے جب کوئی نبی حق و راستی کی دعوت دینے اٹھتا ہے تو وقت کے سارے مجرم اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں

Marfat.com

یہ کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں۔ یہ تو اللہ کی مشیت ہے کہ اچھے اور برے لوگوں کو اس طرح شناخت کرا دیتا ہے۔ یہی مضمون سورۃ الانعام آیات ۱۱۲۔۱۱۳ میں بھی آیا ہے۔

ایک سچی اور جھوٹی دعوت کے درمیان یہ فرق ہوتا ہے کہ سچی دعوتِ حق کے مقابلے میں ہمیشہ سے مخالفین حق اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دعوت دینے والوں کو مشکلات پیش آتی ہیں' اس کشمکش کے نتیجے میں سچے پیروکار جم جاتے ہیں' حق پر اڑ جاتے ہیں اور باطل کے پرستار بھاگ جاتے ہیں اور ایک حق اور سچی دعوت اور جھوٹی باطل دعوت کا فرق ہی یہ ہوتا ہے کہ سچ کی مخالفت میں لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور حق کا راستہ روکنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ دراصل یہ حق سچ کا ساتھ دینے والوں کا امتحان بھی ہوتا ہے کہ وہ حق پر کس طرح اور کب تک جمے رہتے ہیں' وہ اپنے پختہ ایمان اور ثابت قدمی کے باعث امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں۔ ان کی آزمائش انہیں بتا دیتی ہے کہ حق کی سچ کی راہ کتنی کٹھن اور مشکل ہے۔ حق سچ اور باطل کے مقابلے میں لوگوں کا ایک بڑا گروہ تماش بین بنا دیکھتا رہتا ہے۔ وہ دعوتِ حق کے داعیوں کو مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے' دکھوں کو برداشت کرتے ہوئے حق پر ثابت قدم دیکھتے ہیں تو وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر دعوتِ حق میں ایسی کیا بات ہے کہ اس کے ماننے والے اتنی مصیبتیں اور تکالیف کے باوجود اتنی قربانیاں دینے کے باوجود دعوتِ اسلامی سے پیچھے نہیں ہٹتے' پھر لوگ آہستہ آہستہ دعوتِ حق کی طرف رجوع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر فوج در فوج دعوتِ حق قبول کرنے لگتے ہیں۔ یہی وہ راہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لئے مجرمین میں سے ایک مجرم پیدا کیا جو دعوتِ اسلامی کی راہ روکنے' آڑے آنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر اللہ حق و باطل کی معرکہ آرائی بھی کراتا ہے اور حق کی فتح اور باطل کو شکست سے دوچار کرتا ہے پھر حکم الٰہی سے دعوتِ اسلامی کو عروج حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۸)

الغَفُوۡرُ

(بے حد مغفرت کرنے والا)

غفور: الغفار' الغافر' ان تینوں الفاظ کا مادہ ایک ہی ہے ''غفر'' مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی خوب بخشنے والا' بڑا معاف کرنے والا' بار بار مغفرت کرنے والا' استغفار اور مغفرت کا مادہ بھی غفر ہی ہے۔ استغفار کے معنی ہیں سامان حفاظت طلب کرنا' انسان قوانینِ الٰہی کے خلاف جو کام کرتا ہے وہ اس کے لئے نقصان کا باعث ہوتا ہے' چاہے وہ دنیا کا ہو یا آخرت کا' استغفار دراصل اصطلاحی طور پر ایک حفاظتی اقدام ہے۔ کسی بھی غلط کام یا فعل کے سرزد ہونے کے بعد انسان کے دل میں جو احساسِ ندامت ہوتا ہے وہ دراصل اپنے ہونے والے نقصان کے اندازے سے ہوتا ہے۔ جب ندامت کا احساس ہو جائے تو ہونے والے نقصان سے بچنے کے لئے ہی اللہ نے اپنے بندوں کو ضروری اقدام کرنے کی تعلیم دی ہے کہ وہ اللہ سے رجوع کریں اور معافی مانگ لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ غفور کا تقاضہ ہے کہ جب بندے اپنے رب کی طرف رجوع ہوں اور معافی و مغفرت طلب کریں تو اللہ رحیم و کریم جو بڑا ہی غفور

Marfat.com

یعنی مغفرت کرنے والا ہے' وہ اپنے بندے کے ہونے والے نقصان کی تلافی فرما دیتا ہے اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور اس طرح انسان ان گناہوں کی وجہ سے ہونے والے نقصان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے۔

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ:۔ اگر تم سے کوئی نادانی (جہالت) کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد وہ توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ بڑا ہی معاف کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔ (الانعام۔۵۴)

آیتِ کریمہ کے اس حصے میں تمام اہلِ ایمان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بشارت یعنی خوش خبری ہے کیونکہ اللہ جلِ شانہٗ کی یہ صفتِ عظیم ہے کہ وہ اپنے بندوں کی بے حد مغفرت کرنے والا' مہربان مالک ہے۔ اگر انسان اپنی نادانی' غلطی' بھول کے باعث یا بہ تقاضائے بشریت کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسے فوراً ہی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لینی چاہئے۔ یہی تعلیمِ اسلامی کا تقاضہ اور ربِ رحیم کی رحمت وفضل کا اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم وکریم ہے وہ اپنے بندوں کے احساسِ ندامت اور اظہارِ شرمندگی کے ساتھ معافی ومغفرت طلب کرنے کو بہت پسند فرماتا ہے' عاجزی وندامت کے ساتھ معافی مانگنے والے کو اللہ غفور ورحیم معاف فرما دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو دینِ اسلام ساری انسانیت کے لئے نازل فرمایا وہ بڑا آسان' بڑا مہذب اور حق وسچائی والا دین ہے۔ اس کے ذریعے نفو

Marfat.com

سِ انسانی کا بھرپور انداز میں علاج کیا گیا ہے۔ اللہ جو قادرِ مطلق ہے جس کی نظر اپنی تمام تخلیقات کے ہر ہر فعل و عمل پر رہتی ہے' اسے خوب علم ہے کہ انسان سچائی بھلائی اور حق پر کس طرح قائم رہ سکتا ہے جھوٹ فریب' برائی کے اعمال کو سنہرا خوبصورت بنا کر پیش کرنے کے لئے اس نے اپنی قدرت سے ہی شیطان کو انسان کے تعاقب میں لگایا ہے۔ انسان جسے اس نے اپنی تمام مخلوقات میں افضل ترین اور ممتاز مقام اپنی نیابت کا عطا فرمایا اسے جو ذہنی فہم و ادراک اور اختیار کی قوت عطا فرمائی ہے اسے انسان بھرپور انداز میں استعمال کر کے راہِ حق پر قائم اور جما رہے اور احکام و قوانینِ الٰہی کو سمجھتا اور ان پر عمل کرتا رہے کہ اسی کے ذریعے اس کی مغفرت و بخشش کا سامان ہے۔ اللہ جو اپنے بندوں سے بے حد وحساب شفقت و محبت فرماتا ہے' وہ تو مختلف حیلے بہانوں سے اپنے بندوں کی مغفرت کا اہتمام کرتا رہتا ہے۔ انسان اگر اپنے اختیارات کو سوچ سمجھ کر استعمال کرے اور یہ سمجھ لے کہ اللہ جلِ شانہٗ نے اسے کیوں اپنا نائب بنایا ہے تو شیطان مردود اس کے قریب بھی نہ پھٹکے انسان اگر اللہ سے ڈرتا رہے اور قدم قدم پر اللہ کے قوانین کا پاس و احساس کرتا رہے اور اگر نادانستہ کسی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے تو فوراً احساسِ ندامت کے ساتھ اپنے ربّ غفور سے معافی کا طلب گار ہو جائے۔ اللہ غفور ورحیم یقیناً اس کی توبہ قبول فرما کر اسے معاف کر دے گا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۹)

الشَّکُوۡرُ

(بڑا ہی قدر دان)

الشکور: یہ لفظ ''شکر'' سے باب نصر سے مصدر ہے اور شکر مبالغہ واحد ہے مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے' شکور کے معنی شکر گزار ہونے کے ہوتے ہیں لیکن جب صفتِ الٰہی کے طور پر استعمال ہو تو اس کے معنی سب سے بڑا قدر دان' سب سے بڑا قدر شناس' بہت تھوڑے کام پر بہت زیادہ اجر و ثواب دینے والے کے ہوں گے اور جب کسی انسان کے لئے شکور استعمال ہوگا' تو اس کے معنی ہوں گے جو اطاعتِ الٰہی اور عبادت کی بجا آوری کے ذریعے جو اس پر مقرر کی گئی ہے' حق تعالیٰ کی شکر گزاری میں خوب لگا رہے۔ جب کسی انسان کے لئے شکور کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے احسان ماننے والا اور جب صفتِ الٰہی کے طور پر ہوگا تو اس کے معنی ہوں گے شکر قبول کرنے والا۔

الشکور وہ ہے جو بے حد قدر دان و مہربان ہے جو چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر بھی بہت زیادہ اجر و ثواب دینے والا ہے' اللہ تعالیٰ شکور بھی ہے اور شاکر بھی' شاکر کے بھی وہی معنی ہیں جو شکور کے کیونکہ اس لفظ کی جمع شکر ہے۔ شکر کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کا بھرپور ہونا' لبالب بھر جانا' اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نیک اعمال پر انہیں بھرپور نتائج

Marfat.com

سے نوازتا ہے۔

لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾

ترجمہ:۔تا کہ اللہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔(فاطر۔۳۰)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدردانی وفیاضی رحمت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اپنے مخلص اہلِ ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ کسی تنگ دل آقا کا سا نہیں ہے جو بات بات پر گرفت کرتا ہو اور ذرا ذرا سی خطا پر سزا دے کر ساری وفاداری وخدمت پر پانی پھیر دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ایسا فیاض وکریم آقا ہے کہ جو بندہ اس کا وفادار اطاعت گزار ہو وہ اس کی خطاؤں سے نہ صرف چشم پوشی فرماتا ہے بلکہ اس کی ذرا ذرا سی اطاعت گزاری فرمانبرداری پر اسے کہیں زیادہ اجر سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ قدردانی کا یہ بھی مظہر ہے کہ وہ اہلِ ایمان کے اعمالِ صالحہ کو ایسی نفع بخش تجارت سے تشبیہ دے رہا ہے، جس میں سرمایہ کار تاجر کو کسی قسم کے نقصان کا نہ خدشہ ہوتا ہے نہ خطرہ۔ انسان جب دنیا کی تجارت کرتا ہے تو اسے نفع کے ساتھ ساتھ نقصان کا خطرہ بھی لگا رہتا ہے لیکن جب وہ اللہ کے احکام کی پاسداری اور اطاعتِ الٰہی کے ذریعے اپنی محنت اپنی لگن کو اطاعتِ الٰہی اور عباداتِ الٰہی میں صرف کرتا ہے تو اللہ اسے اس تجارتِ الٰہیہ میں کبھی نقصان سے دوچار نہیں کرتا۔ جب مومن اللہ کی اطاعت وعبادت اور دین کی خاطر جدوجہد میں اپنا مال اور اپنا وقت لگاتا ہے تو اللہ اسے اس کا پورا پورا اجر ہی عطا نہیں فرماتا بلکہ کہیں بڑھا چڑھا کر نفع عطا فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا قدردان ومہربان ہے، وہ اپنے مخلص اور اطاعت گزار بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا، ان کی محنتوں کا صلہ ضرورت سے کہیں زیادہ عطا فرماتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۰)

العَفُوُّ

(بہت زیادہ درگزر کرنے والا)

عفو: یہ عفا یعفو کا مصدر ہے اور اسم بھی' اس کے معنی آسان حاجت سے زیادہ معاف کردینا' امام عزیزی نزہتہ القلوب میں تحریر کرتے ہیں کہ عفو کے معنی بقدرِ قوت جو بن آئے۔ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں سورۃ البقرۃ اور سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عفو جہد کی ضد ہے اور جہد کے معنی مشقت میں پڑنا اور طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانا۔ عفو کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ ''مفردات القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ عفو کے معنی کسی چیز کے لینے کا ارادہ کرنا۔ عفو جب صفتِ الٰہی کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوں گے کہ اللہ گناہوں سے بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے۔

امام فخرالدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں تحریر کیا ہے کہ عفو کے معنی ہیں جو سہل ہو اور کفاف

Marfat.com

سے زائد میسر ہو۔ علامہ سید مرتضٰی زبیدی ''تاج العروس'' میں تحریر کرتے ہیں کہ عفو بغیر گناہ کے نہ ہونا' اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معنی گھومتے ہیں۔ چنانچہ ہر مقام پر اُس کی مناسبت سے ترجمہ کیا جائے گا۔ عفو کے معنی ہیں کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنا یہی اس کے اصل معنی ہیں' اسی پر اس کے سارے معنی گردش کرتے ہیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ خاص ہے۔ کسی سے کوئی غلطی یا جرم ہو جائے تو عدل کا تقاضہ ہوتا ہے کہ اسے جرم کی سزا دی جائے اور اگر مجرم میں احساسِ ندامت پایا جائے اور اس کا امکان ہو کہ وہ ندامت اس کی اصلاح کا باعث بن جائے گی تو اسے صرف سرزنش کر کے چھوڑ دیا جائے تو اسے عفو خطا کہا جائے گا۔ قوانینِ الٰہی میں عفو کی گنجائش رکھی گئی ہے اسی حوالے سے جہاں جہاں جرائم کی سزا کا ذکر ہوا ہے وہاں عفو درگزر کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:۔ بات یہی ہے' اور جس نے بدلہ لیا ویسا ہی جیسا کہ اس کے ساتھ کیا گیا تھا' پھر اگر اس سے (دوبارہ) زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا۔ بے شک اللہ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (الحج۔۶۰)

آیتِ طیبہ کے ذریعے مالک الملک ربِّ کائنات اپنے بندوں کو ان کی معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ظلم زیادتی کے رویوں کو روکنے اور کسی کو کسی پر ظلم نہ کرنے دینے کی

Marfat.com

ترغیب دے رہا ہے۔ عقوبت اس سزا یا بدلے کو کہا جاتا ہے جو کسی فعل، جرم، ظلم کی سزا ہو اگر کسی کے ساتھ کسی نے کوئی زیادتی یا ظلم کیا ہو تو جس کے ساتھ زیادتی یا ظلم ہوا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر کئے گئے ظلم یا زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ ظالم سے بدلہ لینے کے بعد ظالم اور مظلوم برابر ہو جاتے ہیں۔ اگر ظالم پھر مظلوم پر زیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ پھر اس مظلوم کی مدد ضرور فرماتا ہے۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ مظلوم نے ظالم سے بدلہ لے کر کوئی غلطی کی ہے، اس کو بدلے کی اجازت اللہ کی طرف سے ملی ہے۔ آگے چل کر آیتِ کریمہ میں معاف کر دینے کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے، درگزر کرنے والا ہے تم بھی درگزر سے کام لو۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے جب مظلوم اپنا بدلہ لے تو وہ اس مقدار اور اس حق سے بڑھ جائے جو اسے حاصل ہے اور خود زیادتی کر کے مظلوم سے ظالم نہ بن جائے اس لئے اس کی بہتری و بھلائی اور اسلامی معاشرے میں اخوت و بھائی چارے کے فروغ کے لئے یہ مشورہ بھی دے دیا گیا ہے کہ اللہ خود بڑا معاف کر دینے والا ہے اور وہ معافی کو پسند فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی معاف کرنے کی عظیم صفت ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۱)

الرَّؤُفُ

(بہت شفقت کرنے والا)

رؤف: مہربان‘ شفقت کرنے والا‘ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ خاص ہے۔ نہایت مہربان‘ بے حد وحساب مہربانی کرنے والا‘ رؤف لفظ رافتہ سے مشتق ہے‘ رافتہ کے معنی ہیں رحمت سے زیادہ اور رفعت والا‘ رافتہ کا مطلب ہے مہربان ہونا نرمی ومہربانی برتنا‘ مدد کرنا اور نرمی اور مہربانی سے پیش آنا‘ رؤف کے معنی بے تحاشا مہربانی اور بہت زیادہ نرمی کرنے والا۔ امام حلیمیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی اپنے بندوں سے نرم برتاؤ کرنے والا‘ کیونکہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی عبادت مقرر نہیں فرمائی جس کے سبب وہ اپاہج ہو یا اپنی بیماری ضعف کے باعث جسے ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں‘ بلکہ جن عبادات کی ان میں طاقت تھی اس سے بھی بہت ہی کم کا انہیں مکلف کیا اور شدتِ قوت کے زمانے میں اپنے فرائض کو سخت فرمایا اور کمزوری ضعف کے زمانے میں کمی کردی‘ مسافر اور کمزور کی اس پر گرفت نہیں کی جاتی جس پر تندرست وتوانا کو پکڑا جاتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی رافت اور رحمت ہے۔

Marfat.com

امام خطابیؒ نے رحمت اور رافت کا فرق بیان کیا ہے۔ رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رافت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔ ''رؤف'' رافت سے ہے' اس کے اندر دفعِ شر غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ رحمت اور مہربانی والا ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تخریبی قوتوں سے بھی بچاتا ہے اور اس کے لئے اپنی رحمت اور مہربانی سے ہر طرح کا سامانِ پرورش ونشو ونما بھی بدستور فراہم کرتا رہتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ بڑی ہی شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔ (تو تم پر عذاب اتر جاتا) (النور۔۲۰)

آیتِ طیبہ میں ربِ کائنات کی رحمت وفضل اور کرمِ خاص کی طرف توجہ دلائی گئی ہے' اللہ تعالیٰ جو اپنے بندوں کی ایک ایک حرکت قول وفعل تک سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح اسلامی معاشرے کا قیام چاہتا ہے' اس کے تمام طور طریقے قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے واضح اور صاف بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن اس کے باوجود انسان جس کے پیچھے اس کا اولین اور خطرناک دشمن شیطان لگا ہوا ہے۔ احکامِ الٰہی کی ذرا فکر نہیں کرتا اور شیطان کی لگائی آگ میں کودتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے مکروفریب کو جسے وہ خوبصورت دیدہ زیب بنا بنا کر لوگوں کو پھسلاتا ہے اور لوگ پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے بے حیائی' بدکاری' جھوٹ فریب دھوکہ دہی' جھوٹی خبر کی اشاعت کو بے حیائی سے تعبیر کیا ہے۔ جسے دنیا و آخرت میں خصوصاً عذابِ الیم کا باعث کہا ہے۔ لیکن آج کا معاشرہ جو سراسر اسلامی معاشرے کے خلاف ہے اور اس کی نفی کرتا ہے' جو تمام کا تمام شیطانی بمعاشرہ

Marfat.com

بن کر رہ گیا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی وشفقت سے اپنے رحم وکرم اور رحمت سے کام لے رہا ہے اور کسی پر کوئی عذاب نازل نہیں ہو رہا تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی شفقت ومہربانی اس کا فضل وکرم ہی ہے۔ وہ اپنے بندوں کی رسی خوب دراز کرتا ہے جبکہ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے اس کے باوجود بھی اپنے بندوں پر مہربانی اور اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھتا ہے کہ اس کے بندوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ احساسِ ندامت کر کے راہِ راست کو اپنالیں۔ ورنہ انہیں یہ موقع اس لئے بھی فراہم کیا جاتا ہے کہ وہ روزِ آخرت یہ شکایت نہ کر سکیں کہ ہمیں تو موقع ہی نہیں ملا ورنہ ہم اپنی اصلاح ضرور کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو محبت وشفقت فرماتا ہے اس کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ انہیں زیادہ سے زیادہ موقع دے تا کہ اگر وہ راہِ حق پر آنا چاہے تو آ سکیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم رؤف الرحیم ہے اس کی شفقت ورحمت اپنے بندوں کے جرائم کو معاف فرما دیتی ہے اگر وہ اپنی ندامت واصلاح کا اظہار اپنے رب کے سامنے اخلاص نیت اور عاجزی سے کریں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۹۲)

الاکرام

(بڑا کریم)

اکرام، کرم سے افعل تفضیل کا صیغہ جمع مذکر اور حاضر مضاف الیہ ہے۔ جس کے معنی باعزت ہونے اور سخاوت کرنے کے ہیں۔ بڑا ہی کریم، بڑا سخی، بزرگ و برتر، بڑی عزت والا، اکرام میں کریم سے بھی زیادہ مبالغہ ہے اور اکرام اس کو کہتے ہیں جو بلاغرض انعام دے اور ایسا انعام دے جس کی مقدار کا کوئی شمار نہ ہو سکے۔

اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾

ترجمہ:۔ پڑھئے آپ کا رب بڑا اکرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اسی نے انسان کو سکھایا وہ علم جسے وہ جانتا نہ تھا۔ (العلق۔۳ تا ۵)

آیاتِ طیبہ کے ذریعے اللہ کریم کی صفاتِ عالی کا نہ صرف اظہار ہو رہا ہے اور اس کی قدرت و حکمت کا بھی اظہار ہے۔ گو کہ یہ آیات نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دے رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ عظیم سے کس طرح انہیں جو

Marfat.com

قطعی اُمی یعنی بغیر پڑھے لکھے تھے کو زیورِ تعلیم سے آراستہ فرمایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی الٰہی لے کر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنے کے لئے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ما انا بقاریٔ'' میں کس طرح پڑھوں میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ تب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ ''آپ پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔'' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی ہی شانِ کریمی ہے' جس کا کسی طرح اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ جب وہ مالک وخالق پڑھنے کا حکم دے اور اس ذاتِ عالی کا نام لے کر پڑھنا شروع کرے تو پھر علوم ومعارف کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں' کسی پیاسے کو سیراب کرنا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

انسان کو جو کچھ بھی سکھایا' وہ اللہ تعالیٰ نے ہی سکھایا ہے' سارے علوم وفنون' اسرار ومعارف' انکشافات وایجادات کا منبع اسی کی بے پایاں علم کی ذاتِ عالی ہے۔ وہ جتنا چاہے' جس طرح چاہے اور جس وقت چاہے اور جس کو چاہے وہ عطا فرما دیتا ہے جس کا انسانی ذہن گمان تک نہیں کرسکتا۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو علم الاسما کی تعلیم روزِ اول اسی نے دی۔ جس چشمہ علم سے آج دنیا سیراب ہو رہی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ ''روح المعانی'' میں تحریر کرتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ جلِ شانہٗ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے اور کیسے علوم سکھائے جن کا ہماری عقلیں احاطہ نہیں کرسکتیں۔

اللہ کے حکم کے آگے کوئی عذر عذر نہیں رہتا جب اللہ نے حکم دیا کہ پڑھو تو پڑھو باقی پڑھانے کا کام تو خود اسی مالک کا ہے' وہ بہتر جاننے والا اور علم والا ہے۔ اس کی شانِ کریمی

Marfat.com

کا ایک جلوہ قلم ہے، اسی نے قلم کو علم اور تعلیم کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا جو حصہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ اور محتاجِ بیان نہیں، تمام تر علم جو نسل در نسل پھیلا اور پھیل رہا ہے وہ قلم کے ذریعے پھیل رہا ہے۔ قدیم زمانے کے علماء و فضلا کے علوم کے خزانے قلم کے ذریعے ہی صفحۂ قرطاس پر تحریر ہوئے جو نہ صرف محفوظ ہوئے بلکہ ان سے فیضِ عام کا سلسلہ پھیلا، یہ قلم کا ہی واسطہ ہے کہ دنیا کے دور دراز علاقوں کی تحریریں دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہی ہیں اور پھیلتی رہیں گی، قلم ہی کی برکت سے علم کو ترویج و استحکام ملا ہے اور مل رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی اکرام ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جس طرح قلم کے ذریعے علوم و معارف کی دولت سے آراستہ کرتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اپنے اکرام سے بغیر قلم کے بھی جس طرح اپنے محبوب رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر قلم کے انہیں ان کے سینہ مبارک کے ذریعے علم سے روشن فرما دیا بغیر کسی واسطے کے اپنے اکرام کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو علم کی روشنی سے منور کر دیا یہ تو اس کا اپنے بندوں پر بڑا ہی کرم اور فضل ہے کہ وہ ربِّ کریم بڑا اکرم کرتا ہے، ان کی ہر ہر طرح سے نگہداشت و پرورش کے ساتھ ساتھ انہیں ان کی ضرورت کے علم سے بھی آراستہ کرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۳)

اَلۡاَعۡلٰی

(سب سے برتر)

اعلیٰ: علوٌ سے افعل تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ سب سے بڑا' نہایت بڑا' سب سے بلند' سب سے اوپر غالب' سب سے برتر یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص صفت ہے۔

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ۙ﴿۱﴾

ترجمہ:۔(اے نبیؐ) اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کرو۔(الاعلیٰ۔۱)

یہ صفتِ الٰہی صرف اس آیتِ طیبہ میں ہی ذکر نہیں ہوئی بلکہ اس پوری سورۂ مبارکہ کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس صفتِ عظیم سے منسوب کیا گیا ہے۔ آیتِ طیبہ میں باری تعالیٰ اپنے محبوب رسول حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید فرما رہا ہے کہ اپنے رب کی پاکی بیان کیا کرو۔ یہ حکمِ الٰہی عام ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک مثالی نمونہ کی شخصیت تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا' کہا اور جس جس طرح کیا وہ سب سنتِ رسول مقبول ہے' ان کے تمام پیروکاروں' اہلِ ایمان کو اس کی اسی طرح اتباع کرنا ہے' یہی ایمان کی بنیاد ہے کہ اللہ پر ایمان' اس کے رسول پر ایمان' اس کی کتب پر ایمان ہی اصل ایمان ہے' جیسا جیسا اللہ نے حکم دیا ہے وہ سب کا سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہی اہلِ ایمان تک پہنچا ہے۔ اللہ کی پاکی کا یہ حکم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ذریعے ہی تمام اہلِ ایمان کو دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے کئی طریقے ہیں' جو طریقہ بھی استعمال کیا جائے اس میں یہ خاص خیال رکھا جائے جو صفتِ الٰہی اسماء الحسنیٰ کے طور پر قرآنِ کریم میں بیان ہوئی ہیں' ان میں سے ہی ایسے الفاظ کا انتخاب کیا جائے جن کی تاکید سنتِ رسول کریم سے ثابت ہو۔ ایسا کوئی لفظ' کوئی نام نہ استعمال کیا جائے جس میں کوئی عیب یا نقص کا شائبہ ہو یا جو صفاتِ الٰہی کے کمال کے منافی ہو۔ دوسرے یہ کہ ذکرِ الٰہی پاک صاف جگہ کیا جائے ناپاک جگہ یا ناپاکی کی حالت میں نہ کیا جائے نہ ہی ایسے لوگوں کے سامنے کیا جائے جنہیں یہ ذکرِ عظیم ناگوار گزرتا ہو' نہ اس انداز سے ذکرِ الٰہی کیا جائے جس سے کسی طرح بھی تضحیک کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ کیونکہ عزت شانِ قدرت وکبریائی' اس کا علم وحکمت' سب سے ارفع سب سے اعلیٰ ہے' سب سے برتر ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اپنے سجدے کی تسبیح بنالو اور لوگوں کو سبحان ربی الاعلیٰ سجدے میں پڑھنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۴)

البَرُّ

(نیک سلوک کرنے والا)

البر: یہ صفت مشبہ کا صیغہ اور واحد مذکر ہے۔ احسان کرنے والا' نیک سلوک کرنے والا' خوب نیکی کرنے والا' جب یہ صفت بندوں کے لئے استعمال ہوگی تو وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لئے ہوگی اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت کے طور پر آئے گی تو بہت ثواب عطا کرنے والا ہوگا اور بندے کے لئے اطاعت کرنے' اچھا برتاؤ کرنے کے لیے ہوگا' البر کا مطلب ہے بے پناہ وسعتوں کا مالک' زندگی میں وسعت وکشادگی کی راہیں پیدا کرنے والا' اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحیم کے ساتھ البر بھی صفتِ الٰہی ہے۔ ''بر'' کا ترجمہ عام طور پر نیکی کیا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم کی رو سے ''البر'' ایسے تمام کاموں کو کہا جائے گا جن سے کشادگی اور کثرت کی راہیں کھل جائیں۔ جن سے انفرادی طور پر نگاہ میں فراخی' قلب میں کشادگی اور ذات میں وسعت پیدا ہو اور اجتماعی طور پر سامانِ زیست میں کثرت اور فراوانی حاصل ہو۔

اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلُ نَدۡعُوۡهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡبَرُّ الرَّحِيۡمُ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ بے شک' ہم پہلے بھی (دنیا میں) اس سے دعا کیا کرتے تھے یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ (الطور۔۲۸)

Marfat.com

آیتِ طیبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنتی اہلِ ایمان کی منظر کشی فرمائی ہے کہ جب وہ جنت میں آپس میں مل بیٹھیں گے تو کیا اور کیسے گفتگو کیا کریں گے۔ جس طرح دنیا کی زندگی میں بے تکلف دوست کسی دعوت میں شرکت کر کے فوراً ہی اٹھ کر نہیں چلے جاتے بلکہ کچھ دیر رک کر مل بیٹھ کر باہمی دلچسپی دوستی کی گفتگو کرتے ہیں، ہر کوئی اپنے اپنے دل کی بات بے تکلفی سے کہہ دیتا ہے۔ ایسے ہی جنت میں بھی اہلِ جنت کھانے پینے کے بعد مل بیٹھیں گے اور طبعی طور پر جنت کی نعمتوں، راحتوں، عیش و آرام کا تذکرہ کریں گے تب وہ کہیں گے کہ ہم دنیا کی زندگی میں قدم قدم پر ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں غلطی سے بھی کسی طرح احکامِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی کے خلاف کوئی قدم نہ پڑ جائے اور ربِ جلیل ناراض نہ ہو جائے۔ دنیا میں گھر میں بال بچوں کے ساتھ، باہر دوست احباب قرابت داروں کے ساتھ، ہمیں پروردگارِ عالم کی بے نیازی، فیاضی جود وسخا کی اور اپنی کوتاہیوں کا احساس ہر وقت مضطرب و بے چین رکھتا تھا اور ہر لمحہ ڈر لگا رہتا کہ کہیں کوئی ایسی کوتاہی نہ ہو جائے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ دیکھا اللہ رحیم و کریم بے نیاز پروردگار نے ہم پر کیسا کرم فرمایا کہ ہمیں دنیا میں شیطان کے فریبوں سے محفوظ رکھا اور ہمیں یہاں جنت نعیم میں اپنی رحمت و کرم سے پہنچا دیا، دنیا میں ہم اپنے رب سے ہمیشہ ہی دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی ہمیں ہمیشہ راہِ حق وہدایت پر ثابت قدم رکھنا، ہمیں شیطان کے شر سے بچانا، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا، ہمیں راہِ حق پر ثابت قدم رکھنا، اپنی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے والا بنانا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں دنیا میں ثابت قدم رکھا یہ اس کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ ہمیشہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ بڑا نیک اور اچھا سلوک فرماتا ہے وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۹۵)

اَلۡحَفِیُّ

(بڑا مہربان)

ھی: یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے' بحث کرنے والا' متلاشی' کسی چیز سے پوری طرح باخبر' بڑا مہربان' حال پوچھنے اور کام میں مہربان ہونے والا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ‌ ۚ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَـكَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىۡ حَفِيًّا ۝

ترجمہ:۔کہا اچھا تم پر سلام ہو۔ میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا' وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ (مریم۔۴۷)

ھی مبالغے کا صیغہ ہے اس کے معنی بہت مہربان' بے حد لطف فرمانے والا' ابن قتیبہ نے ''حفیا'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایسا مہربان جس نے مجھے اس بات کا خوگر بنادیا ہے کہ جب کبھی کوئی عرض کرتا ہوں تو وہ اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔ (غریب القرآن)

علامہ قرطبیؒ نے بحث کی ہے کہ کیا کافر کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق مختلف

Marfat.com

اقوال لکھے ہیں۔

حضرت اوزاعیؒ سے پوچھا گیا کہ اس مسلمان کا کیا حکم ہے‘ جو کسی کافر کے پاس سے گزرے تو اسے سلام کرتا ہے۔اس پر انہوں نے کہا کہ اگر تو سلام کرے تو بھی کوئی حرج نہیں اور اگر سلام نہ بھی کرے تو بھی درست ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا گزر کسی ایسی مجلس پر ہو‘ جس میں مسلمان اور کافر دونوں موجود ہوں تو پھر انہیں سلام کرو۔

آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ ربانی ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ اپنا رویہ احسان‘ شفقت ومحبت کا رکھو اگر کافر بھی ہوں تب بھی تم ان سے احسان کا سلوک کرو اس سے والدین کی عظمت وحرمت کا احساس دلانا بھی مقصود ہے۔یہ ان کی کوتاہی اور غلط روش ہے کہ وہ حق پہنچنے کے باوجود کفر پر قائم رہیں۔یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ تم ان کی عزت واحترام کرو ان سے احسان روا رکھو۔اللہ تم پر احسان وشفقت کا سایہ رکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان اور بخشش کرنے والا ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۹۶)

اَلْاِلٰہُ

(معبود، وہ جس کی بندگی کی جائے)

الہٰ: معبود، بروزن فعال بمعنی اسم مفعول۔ ہر قوم کے نزدیک وہ ہستی جس کی بندگی کی جائے وہ الہٰ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل ہو۔

کلدانی اور سریانی ''الاھیا'' اور عبرانی کا الوہ، عربی کا الہ اسی سے ہے، بے شک یہی الہ ہے جو حرف تعریف کے اضافے کے بعد اللہ ہو گیا ہے اور تعریف نے اسے صرف خالق کائنات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ ''اللہ'' الہ سے، جس کے معنی متحیر اور درماندگی کے ہیں، یہ لفظ اس لئے اسم ربانی قرار پایا کہ اس کے بارے میں انسان جو کچھ جانتا ہے اور جان سکتا ہے وہ عقل کی حیرانی تحیر درماندگی کے سوا کچھ نہیں، انسان جس قدر بھی اس ذاتِ مطلق کے بارے میں غور و خوض کرے گا اس کی عقل کی حیرانگی درماندگی بڑھتی ہی جائے گی۔

یوں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے حد و حساب صفات ہیں لیکن ان صفات سے الگ ہو کر خالص اس کی ذات کی طرف اگر اشارہ کرنا ہو تو اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ ایک متحیر کرنے والی ذات ہے۔ جو کچھ اس ذاتِ عالی کی نسبت سے کہا جا سکتا ہے وہ عجز و درماندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ:۔تم سب کا معبود ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔(البقرۃ۔۱۶۳)

آیت کریمہ قرآن کریم کی عظیم آیات میں شمار ہوتی ہے۔اس آیت طیبہ میں توحید کی دعوت دی گئی ہے اور شرک کی نفی کی گئی ہے اور آخر میں دلیل کے طور پر کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت پر ہی تمہارا وجود تمہاری بقا اور نشو ونما تمہارے عیش و آرام کا دارومدار ہے اللہ کے سوا کون ہے جو الٰہ یا معبودِ برحق ہو سکتا ہے۔

اگر انسان اپنے اردگرد گھومتی پھرتی دنیا کے نظاروں پر غور کرے اور سمجھے کہ یہ کائنات کا کارخانہ کیسے چل رہا ہے کون چلا رہا ہے تو اس کی عقل دنگ رہ جاتی ہے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔تمام آثار خود انسان کا اپنا وجود اس کے مشاہدے کو اس نتیجے پر پہنچاتے ہیں کہ یہ عظیم کائنات اس کا عظیم الشان نظام ایک ہی قادرِ مطلق حکیم چلا رہا ہے جو تمام الٰہی صفات کا اکیلا ہی مالک ومختار ہے یہ صرف اللہ کا ہی حق ہے کہ بندے اس اکیلے کو ہی مقتدر اعلیٰ مانیں اسی کے آگے اعتراف بندگی میں سر جھکائیں اسی سے اپنی تمام حاجتوں کے لئے رجوع کریں اسی کو مدد کے لئے پکاریں اسی پر یقین وبھروسہ کریں اسی سے اپنی تمام اور ہر قسم کی امیدیں وابستہ کریں مالک الملک ہونے کی حیثیت سے یہ اختیار بھی اسی کا ہے کہ وہ اپنی رعیت کے لئے حلال وحرام کا فیصلہ کرے ان کی حدود مقرر کرے ان کے حقوق وفرائض متعین کرے ان کو امرونہی کے احکام دے صرف اللہ کا ہی حق ہے کہ بندے اسے ہی الٰہ تسلیم کریں اور اسے ہی اپنی عبادت واطاعت کا مستحق سمجھیں۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۷)

اَلۡوَاحِدُ

(اکیلا)

الواحد اسم فاعل واحد مذکر مجرور معرفہ' اکیلا' یگانہ گنتی میں سب سے پہلا' جب یہ لفظ صفتِ الٰہی اسماء الحسنٰی کے بطور آتا ہے تو اس سے مراد ربِ کائنات کی اکیلی وتنہا ذاتِ عالی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کا کوئی نہ شریک ہے' نہ ہی مددگار وہ اکیلا ہی ہے' اسے ہر قسم کی قدرت حاصل ہے وہ جو چاہتا ہے' جب اور جیسے چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ الواحد ایسی صفتِ الٰہی ہے جس سے اللہ جلِ شانہٗ کی عظمتِ شان اور اس کا قادرِ مطلق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ توحیدِ الٰہی کی آئینہ دار اور اللہ تعالیٰ کے یگانہ ہونے کی دلیل بھی ہے۔ گو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہر طرح کی دلیل وثبوتوں سے ماورا ہستی ہے لیکن وہ اپنے بندوں سے بڑی محبت وشفقت کا معاملہ فرماتا ہے اس لئے انہیں سمجھانے' بتانے کے لئے خود ان کی سطح پر آ کر ان کے لہجے میں بات کرتا ہے تا کہ اس کے بندے اس کے متعلق درست انداز میں سوچیں' سمجھیں اور شیطان کے مکر وفریب سے خود کو بچا سکیں اور پورے اخلاصِ نیت سے اپنے رب' اپنے خالق

Marfat.com

و مالک کے حضور اپنا حقِ بندگی ادا کر سکیں اور اپنے رب کی خوشنودی اور رضا کے سوا اور کسی الجھن یا خرابی سے دوچار ہو کر اپنی دائمی اور آخرت کی زندگی کو خود اپنے ہی ہاتھوں برباد نہ کر لیں۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔آپ پوچھئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دیجئے! اللہ' کہہ دیجئے! کیا تم پھر بھی اس کے سوا اوروں کو حمایتی بنا رہے ہو جو خود اپنی جان کے بھی بھلے برے کا اختیار نہیں رکھتے' کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا روشنی اور تاریکیاں برابر ہو سکتی ہیں۔ کیا جنہیں یہ اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہیں' انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے اُن کی نظر میں پیدائش مشتبہ ہو گئی ہو' کہہ دیجئے! کہ صرف اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے' وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔ (الرعد۔۱۶)

آیتِ طیبہ میں ربِّ کائنات نے بڑی تفصیل سے کفر کرنے والوں اور توحید الٰہی کی نفی کرنے والوں سے ان کے شرک کی بابت سوالات جمع فرما دیئے ہیں۔ آیتِ کریمہ خود اپنی تفسیر آپ ہی ہے کیونکہ کفارِ مکہ جو تین سو ساٹھ بتوں کو پوجتے تھے لیکن وہ اس بات کے قائل تھے کہ زمین و آسمان کا رب اللہ ہے' وہ آیتِ طیبہ میں کئے گئے سوالات کا جواب نفی میں نہیں دے سکتے تھے کیونکہ یہ خود اُن کے اپنے عقیدے کے خلاف ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے دریافت کرنے پر اگر اقرار کرتے تو توحید جس کا اعلان نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کو ماننا پڑتا اور ان کے شرک کے لئے کوئی معقول بنیاد باقی نہ رہتی اس لئے وہ اس سوال کے جواب میں خاموش رہتے تھے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ مشرکین سے یہ سوال دریافت کیا ہے کہ زمین و آسمانوں کا خالق کون ہے؟ ان کا رب کون ہے؟ تم کو رزق کون دیتا ہے؟ پھر حکم دیا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے جب یہ سارے کام ایک اکیلے اللہ کے ہیں تو آخر یہ دوسرے کون ہوتے ہیں جن کی تم بندگی کئے جا رہے ہو۔

جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح موحد اور مشرک برابر نہیں ہو سکتے اس لئے کہ موحد کا دل توحیدِ الٰہی سے منور ہوتا ہے اور مشرک اس نور سے محروم ہوتا ہے۔ اسے توحید کا اجالا نظر نہیں آتا اس لئے وہ اندھا ہے۔ ایسے ہی جس طرح اندھیرا اور روشنی برابر نہیں ہو سکتی ایسے ہی توحیدِ الٰہی کو ماننے والا تسلیم کرنے والا جس کا دل نورِ الٰہی سے معمور ہو وہ ایک مشرک جو جہالت و توہمات کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہو یکساں نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے وہی ہر ہر چیز کا خالق اور پروردگار ہے اور بڑا ہی با اختیار مالک و حکمران ہے وہ اپنی صفات میں یکتا و یگانہ ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۸)

اَلۡاَحَدُ

(ایک، پہلا)

احد: ایک، اکیلا، احد کا استعمال کبھی نفی میں ہوتا ہے، کبھی اثبات میں، نفی کی شکل میں استغراقِ جنس کے لئے آتا ہے یعنی پوری جنس کی نفی مقصود ہوتی ہے، خواہ تھوڑا یا بہت۔ احد کے معنی اکیلے کے ہیں اس کے وصفی معنی اکیلے کا استعمال صرف ذاتِ الٰہی کے لئے درست ہے۔ اللہ ایک ہے وہ تنہا ہے اور منفرد و یکتا ہے اور اکیلے ہی اس کا اقتدار ہر شے پر قائم ہے یہ صفتِ الٰہی توحیدِ الٰہی کا اظہار ہے، اللہ تعالیٰ یگانہ و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ اکیلا ہی تمام قوتوں تمام حکمتوں و دانائی اور تدبر، غلبے کا مالک ہے اور اس ایک اکیلے کے سوا کوئی دوسرا کسی بھی طرح لائق بندگی و اطاعت نہیں ہوسکتا۔

وَّاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ (الجن۔ ۱۸)

آیتِ طیبہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ ایمان پر واضح فرمار ہا ہے کہ سجدہ چونکہ نماز کا ایک رکنِ عظیم ہے اور ہر سجدہ گاہ کو اللہ نے مسجد کہہ کر اس کی حرمت و عظمت کا تعین فرما دیا کہ مساجد

Marfat.com

جہاں اہلِ ایمان اپنے خالق و مالک اور پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں جہاں وہ صرف ایک اللہ کی خالص عبادت و بندگی کرتے ہیں اس لئے ایسی سجدہ گاہ یعنی مسجد کا کسی اور کی عبادت کی بندگی اور مناجات و دعا کے لئے استعمال قطعی جائز نہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ یہ پوری زمینِ دنیا عبادت کی جگہ اور طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کے ذریعے یہ تاکید ہدایت کی گئی ہے کہ زمین پر کہیں بھی شرک نہ کیا جائے۔ ان کا استدلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک سے ہے کہ ''میرے لئے پوری زمین عبادت کی جگہ اور طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔ (تیمّم کا ذریعہ) جبکہ حضرت سعید بن جبیرؒ نے مساجد سے مراد وہ اعضاء لئے ہیں جن پر انسان سجدہ کرتا ہے' یعنی ہاتھ' گھٹنے' پاؤں' پیشانی' اس تفسیر کی رو سے آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ان سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے سجدہ کرنے میں کسی اور کا کوئی حق نہیں۔ کہیں بھی کسی بھی طرح کسی غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں ہے۔ لیکن یہاں مسجدوں کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے قیام کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اگر یہاں کسی بھی طرح غیر اللہ کو پکارا جانے لگے تو یہ انتہائی نافرمانی اور ظلم کی بات ہوگی۔ آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات وضاحت کے ساتھ سمجھادی ہے کہ ہر قسم کا سجدہ عبادت ہے اور ہر سجدہ گاہ مسجد ہے اور جس طرح سجدہ صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے' ایسے ہی تمام سجدہ گاہیں یعنی مساجد بھی اللہ کی عبادت و ریاضت' دعا و مناجات کے لئے خاص ہیں۔ مسجدوں میں بھی صرف اور صرف اللہ کو ہی پکارنا ہے اللہ کے سوا کسی بھی طرح کسی اور سے مدد چاہنا دعا مانگنا سب شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ظلم عظیم قرار دیا ہے جو یقیناً اللہ کی ناراضگی اور عذاب کا سبب ہوگا۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۹۹)

اَلصَّمَدُ

(ہر ضرورت واحتیاج سے قطعی بے نیاز)

صمد: بے نیاز، بے احتیاج، جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو، صمد کے معنی میں مفسرین کا خاصا اختلاف ہے امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، حسن اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صمد وہ ہے جس کا شکم نہ ہو۔ شعبیؒ نے لکھا جو نہ کھائے نہ پئے، شاہ عبدالقادرؒ نے بھی ''موضح القرآن'' میں یہی معنی لکھے ہیں، حضرت ابوالعالیہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صمد وہ ہے جس کو نہ کسی نے جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا کیونکہ جو پیدا ہوگا وہ ضرور مرے گا اور جو وارث ہوگا دوسرا اس کی وراثت پائے گا، ابووائل شفیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ ''صمد'' وہ سردار ہے جس پر سرداری ختم ہوگئی ہو۔ حضرت علی بن ابی طلحہ کی بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ''صمد'' وہ سردار ہے جو سیادت کی تمام انواع میں کامل ہو۔ قتادہ کا قول ہے کہ ''صمد'' وہ ذات ہے جو اپنی خلق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے جبکہ عکرمہ نے کہا کہ صمد وہ ہے جس پر کوئی بالاتر نہ ہو (تشریح وتفسیر کے لئے میری کتاب تفسیر سورۂ اخلاص ملاحظہ کیجئے)

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲

ترجمہ:۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ (الاخلاص۔۲)

Marfat.com

صمد: کا مادہ بھی وہی حرف ہے یعنی ص، م، د عربی زبان میں اس مادے سے جو الفاظ بنتے ہیں ان پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے معانی میں کس قدر وسعت ہے۔

الصمد: قصد کرنا، بلند مقام جو بڑی ضخامت والا ہو، سطح مرتفع وہ آدمی جسے جنگ میں بھوک پیاس نہ لگتی ہو، وہ سردار جس کی طرف لوگ اپنی حاجات میں رجوع کریں۔

الصمد: ایسی ٹھوس چیز جس کا کوئی جوف نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صمد وہ ہے جو سب سے بے نیاز ہو اور سب اس کے محتاج ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "صمد" وہ ہے جس کی طرف لوگ کسی بلا یا مصیبت کے نازل ہونے پر مدد کے لئے رجوع کریں۔"

عکرمہ کا قول ہے۔ صمد وہ ہے جس میں سے نہ کوئی چیز نکلی ہو نہ نکلتی ہو۔" جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو اسی کے ہم معنی اقوال شعبی اور محمد بن کعب الاقریبی رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

مقاتل بن حیان "وہ جو بے عیب ہو۔"

ابن کیسان۔ "وہ جس کی صفت سے کوئی دوسرا متصف نہ ہو۔"

مرۃ المدانی کا قول ہے کہ "جو باقی رہنے والا اور لازوال ہو، ایک اور قول یہ بھی ہے" کہ وہ جو چاہے اپنی مرضی کے مطابق کرے جو چاہے فیصلہ کرے اور جو کام چاہے وہ کرے۔ اس کا حکم اور فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہ ہو۔

Marfat.com

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

دعائے تکمیل

الحمدللہ ربّ العالمین ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا ہی شکر واحسان ہے کہ اس نے اس عاجز اپنے حقیر بندے کو اپنی کتاب پاک کی خدمت کی توفیق خاص عطا فرمائی۔ یہ خالص اللہ کا فضل واحسان ہے' یہ اس کا مجھ عاجز پر بڑا ہی کرم ہے اُس کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہی رہے گا کہ اس کی ہدایت وعنایت کی بدولت اس کتاب کی تکمیل کر سکا۔ اے مالک الملک تیرا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ مجھے اپنی رحمت خاص سے قرآنِ حکیم جو تیرا کلام ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے سراسر رحمت وہدایت کی کتاب ہے اور ہمیں اسی کتاب کے حوالے سے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الانبیاء والمرسلین کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور اپنی اس کتابِ عظیم کی ادنیٰ سی خدمت کا موقع عنایت فرمایا۔ اے مالکِ کائنات سارے علم تجھ سے ہی شروع اور تجھ پر ہی ختم ہیں۔

اے مالکِ کائنات اے ارض وسماء کے مالک وخالق' اے ہمارے پروردگار مجھے اپنے کرم وفضل سے اپنی عنایتِ خاص سے توفیقِ مزید عطا فرما کہ میں قرآنِ حکیم کی تیری دی ہوئی توفیق اور علم سے کوئی ایسا کام کرسکوں جو تجھے اور تیرے محبوب رسول کریم کا پسندیدہ ہو' اے مالک دوجہاں' اے ربّ العالمین مجھے میری آل واولاد کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرما' ہمارے قلوب کی سیاہی کو ایمان کے نور سے دھونے کا بندوبست فرما' اے قادرِ مطلق! اے حکیم' اے کریم' اے بصیر مجھے اور میرے بعد آنے والوں کو قرآن فہمی اور اس کے احکامِ ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا

Marfat.com

فرما۔ اے ہماری پرورش ونگہداشت اور نگہبانی کرنے والے غفور الرحیم ہمارا حشر اپنے نیک وصالح بندوں کے ساتھ فرمانا۔ اے خالق و مالک روزِ محشر ہمارا نامۂ اعمال ہمارے داہنے ہاتھ میں دینا' ہمیں اس زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی اپنے محبوب سرور کونین اشرف الانبیاء کی شفاعت وقرب کا اہل بنادے' اے مالک الملک اے خالق دو جہاں میری میرے والدین' میری اولاد کی' میرے اساتذہ کی' تمام بزرگوں کی جنہوں نے میری تربیت وتعلیم اور آگاہی میں مدد ومعاونت کی مغفرت وبخشش فرما۔

اے مالک الملک' اے قادرِ مطلق' اے حکیم' اے بصیر' صاحبِ حکمت ودانائی تیری ہی دی ہوئی توفیق سے میرے لئے یہ ممکن ہوا کہ میں تیرے دیئے ہوئے علم سے اس کتاب کی تکمیل کرسکا ہوں۔ اے مالک! اسے لوگوں کے لئے فلاح وبھلائی آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنا اور میری بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنادے۔ اے مالک! مجھے علم عطا فرما' مجھے توفیق عطا فرما کہ میں قرآن حکیم کا بہتر خدمت گار بن سکوں' میری اس خدمت کو قبول فرما اور اسے لوگوں کے لئے نافع بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

کتب حوالہ جات

(۱) بیان القرآن — حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) ضیاء القرآن — حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

(۳) ترجمان القرآن — حضرت مولانا ابوالکلام احمد آزاد رحمۃ اللہ علیہ

(۴) معارف القرآن — حضرت مولانا محمد شفیع رحمت اللہ علیہ (مفتی اعظم پاکستان)

(۵) تفہیم القرآن — حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۶) لغات القرآن — حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) القران کریم — ترجمہ حضرت مولانا محمد جوناگڑھیؒ

(۸) تفسیر عثمانی — ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ...... تفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

(۹) فی ظلال القرآن — سید قطب شہید، ترجمہ سید معروف شاہ شیرازی

(۱۰) درس قرآن — حضرت مولانا محمد احمدؒ خلیفہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) اسلامی انسائیکلوپیڈیا سید قاسم محمود

(۱۲) نقوش قرآن نمبر

(۱۳) فیوض القرآن — ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامیؒ

(۱۴) شرح اسماء الحسنیٰ — حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) اسم اعظم — حضرت علامہ ابوبکر جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ

(۱۶) شرح اسماالحسنیٰ — محمد علی چراغ

Marfat.com

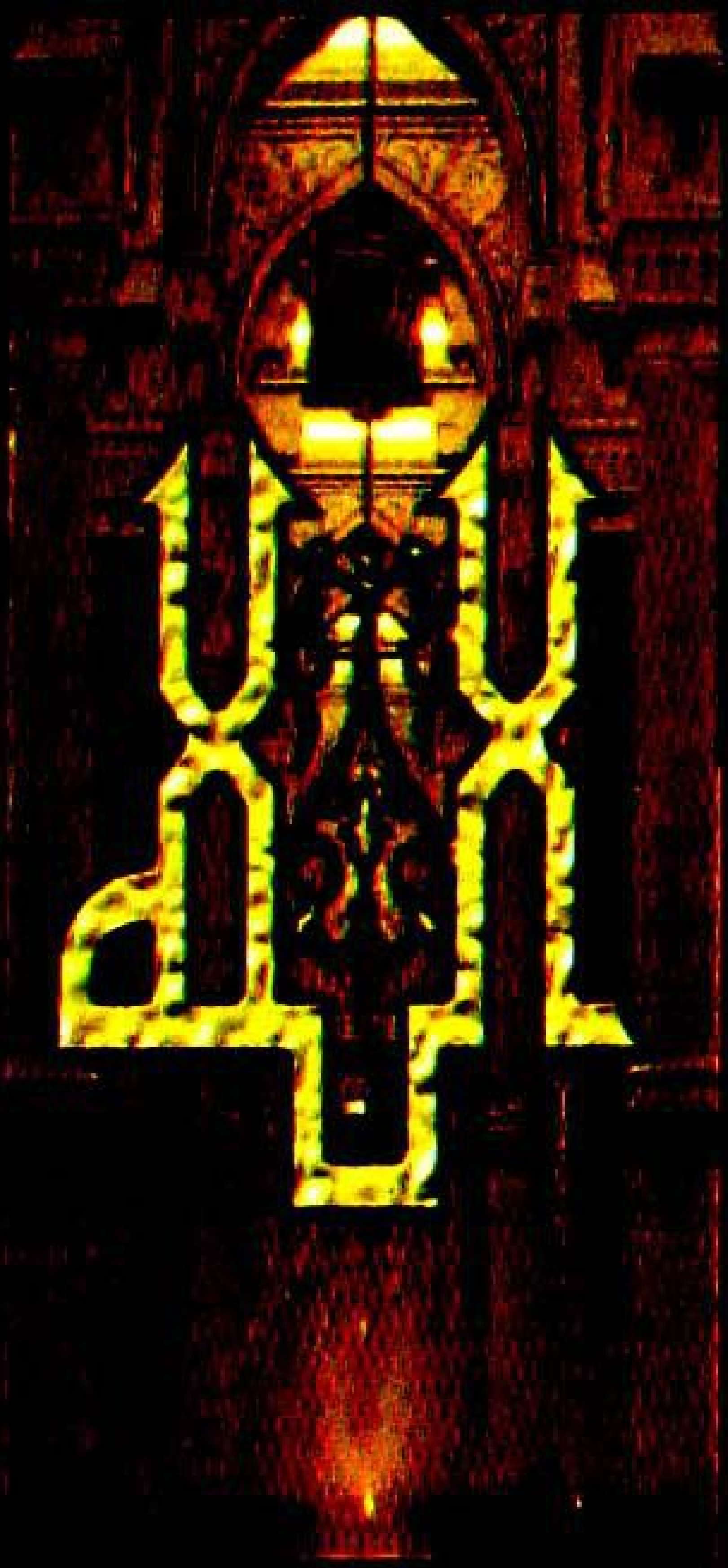

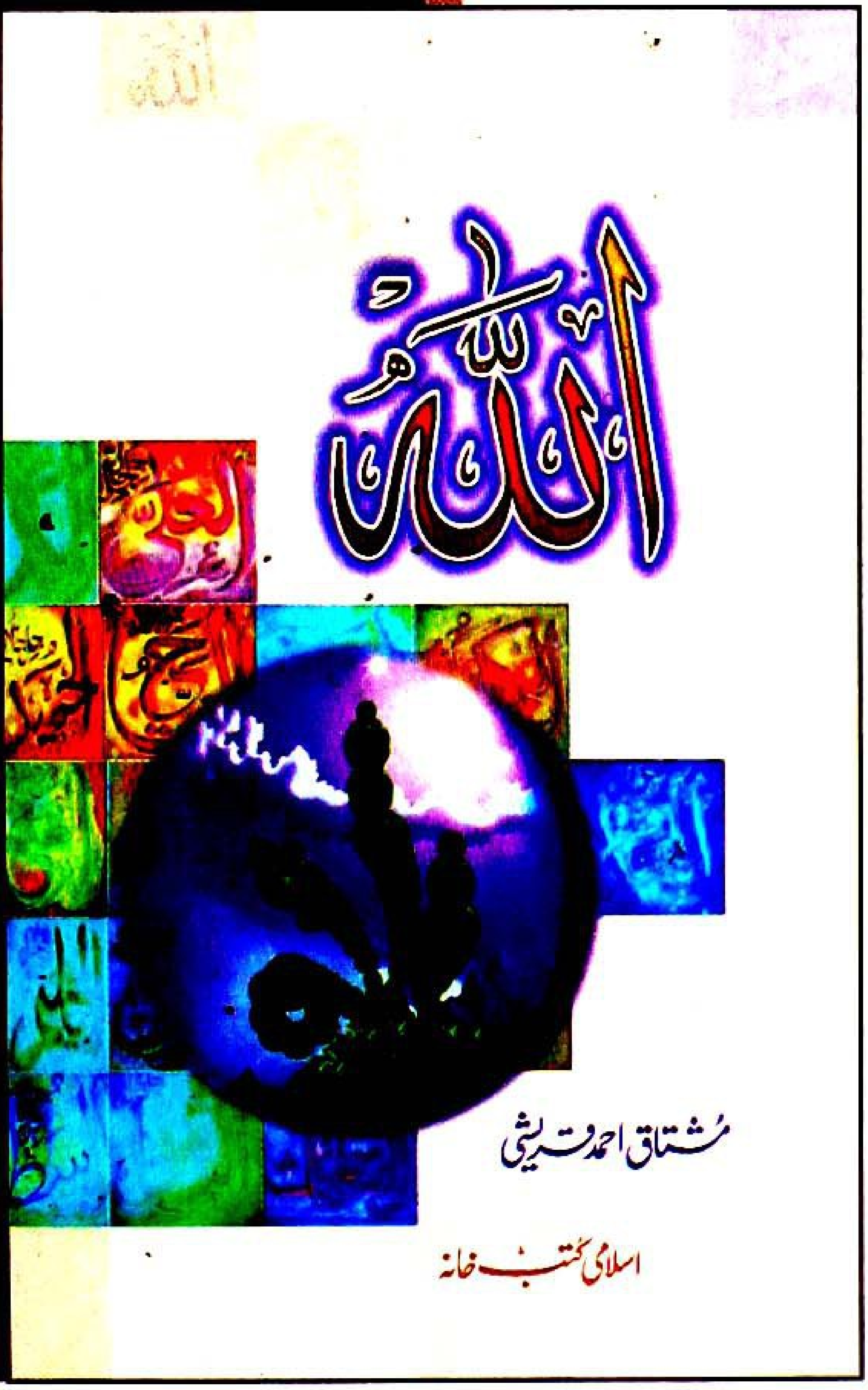

اسلامی کُتب خانہ
الحمد مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار لاہور
042-37116246-37116257

Marfat.com